

نیساں مبارک

پنجی کا خوبصورت بھگن، دلائلہ اور دعویٰ صافی رہا

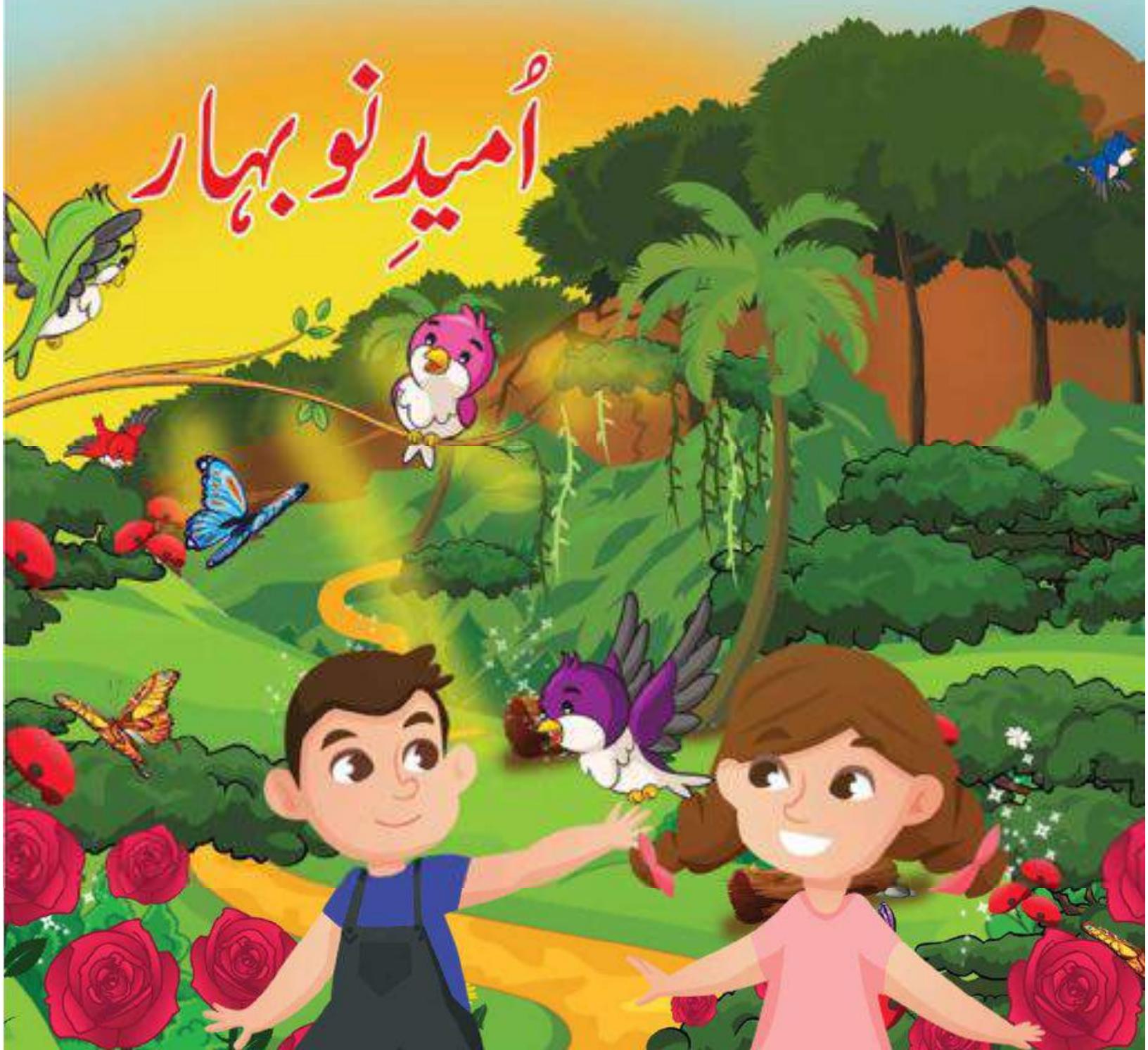
الحمد لله رب العالمين

الف نگر

ALIF NAGAR

جنوری، فروری 2022ء

# امید نو بہار



# New Arrival

Rs 600

+ Delivery Charges

To Order contact

 0321 8460220





ALIF NAGAR

بلڈ 04، جنرل فلٹر، 1002، ٹاؤن ۰۹، لاہور

عمرہ احمد  
جنتکاریت ائمہ

سید احمد  
آندرشد

الحمد  
عائشاطبر

ارتیم  
شین آفیور

حداد  
حسن عمر

کپڑا  
ہاقب سلطان

گراف فیز ایک  
محمد عباس خیمن

ایمیل: 0321 846 0220 | روتیل آفتاب

## الف نام

بخارے دوستو!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتہ!

ئے سال کی روشن بچداری میں آپ سب کو بہت مبارک ہو۔ یقیناً اپنے نئے سال کے لیے آپ نے بہت کچھ خوبی کیا ہے جو خود سے بہت سے وددے بھی کئے ہوں گے، پوچھ جوں کو کچھ خاصوں کو نئے سال پر چھوڑنے کی نیت بھی کی ہوگی۔ میں ایک بات کا ذیل بھیں۔ جو کچھ بھی کریں پورے غلوں مل ہو، اسی نیت سے کریں کیونکہ اچھائی کی طرف بڑھائے گے قدم کی انسان نہیں اٹھاتے۔

بخارے دوستو!

اپنی دردہ آپ کی آپ نے اپنے مخطوط کے ذریعے ہار نمبر کی پاٹندیوں سے آگاہ کیا اور کچھ فرمائیں بھی کیں آپ کی سب سے بڑی فرمائش تھی، الف گھر میں قطع و ارجاع سی کیا۔ آپ کی سب فرمائیں سرہنگوں پر۔ نئے سال کے آغاز پر الف گھر کی طرف سے آپ کے لیے بہت بڑا احتفال میں آپ کی ہر روز بزرگ اور تماور مصنف عمرہ احمد کی ہلی چاہوی سیرہ بڑا صرف آپ کو تنہیٰ محل میں دستیاب ہو گئی بلکہ الف گھر میں بھی قطعاً دار پڑھنے کو ملتی ہے۔ اور سب سے زیادہ خوشی کی بات کہ یہ سنسنی نیخ سیرہ بزرگ، بہت جلد آپ تھی وہی پر بھی دیکھ سکتی ہے۔ تابع، ہادیہ، احمد، شیردل، یحیٰ حنا۔ پانچ نئے کروار آپ کی زندگی کا حصہ بننے بارے ہے جیسے۔ پوکردار کیا تمہنکہ بھاگیں گے۔ اس کے لیے انتخاب کریں مارچ، اپریل کے ٹھارے کا۔ مارچ اپریل کا ٹھارہ خاص نمبر ہو گا۔ ”مراح نمبر“ کے لیے آپ کی تحریروں کا انتخاب رہے گا۔ اوارے کی طرف آپ سب کو نیا سال بہت مبارک ہو گوا کرے یہ نیا سال آپ سب کے لیے خوبی و برکت اور بھرپور خوشیوں والا رہے۔ آمين

والسلام

(اورا)

زیراہتمام: الف کتاب جملی کیشنز (رائجہ) لہجہ

تیکت

نی شمارہ:- 150 روپے | سالانہ (بذریعہ جلدی) :- 1000 روپے

لہجہ کے لیے دہنام الف گھر B-1، وائٹ ہاؤس ٹین 2، سندھ روڈ، روڈ، لاہور۔

فون نمبر 0306-6665360 | 042-36300351

فیس بک: alifnagarofficial | یوٹیوب: alifnagarofficial

ایمیل: submissions.alifnagar@alifkitab.com

# مُکعبِ حادثہ

جنوری، فروری 2022ء

صادر آصف

نعت

03

آخر سردار پو بدری

51

امید حمر

فائزہ ندیم

53

حج کے ساتھی

سیدہ اتراء عیاز

36

بیانگلوں

عائشاطبر

18

امید نوبھار

سمیع علی مسمن

04

دادا جان کی بیتک

حسن عمر

55

منافع کا سودا

هدیرہ

38

چچا خواہ مخواہ اور جتو میاں

سلمان یوسف سعیج

22

تمہین اور پرندے

قرۃ الصن فرم ہائی

06

امید کے درستچے

ارفع شاہد

58

منزل

الطف حسین حالی

40

انکاٹنگ

فرزین ابرا

24

روشن صحیح

آمنہ ارشد

09

گورنر نایاب

مریمہ وہاب

61

طلسرتی طوطا

قعدہ عکیل

43

ایک پوڈا اور غر

رخشندہ بیک

26

ذرافم ہوتا

قاڑیہ قاسم

11

امید کے دیجے جلاستے جاؤ

چو دید بسام

64

کون چھوٹا کون بڑا؟

امان اللہ غیر شوکت

45

پر اسرار ہاتھو

اعظم اعظم

29

وہ کون تھا؟

عرفان حیدر

13

مرخ سے آیا خط

نوید احمد

66

بھالو میاں نے شہد خریدا

عارف مجید عارف

48

اللہ کا دوست

بہت مسعود احمد

31

بھوری

آسی علی

15

لال محل

محنت کہانیاں

68

وجہہ مغیث

50

شیف ثانی

روہیہ کیر خان

33

گرتے ہیں شہسوار ہی

ارسان اللہ خان

17

نیا سال (نظم)

# گلہاے حقیقت بحضور سرور کو نہیں علیس اللہ

صالح آصف



آنکھ سے اٹھوں کے سباب نکل آتے ہیں  
تو دنیا سے کے وہ اسباب نکل آتے ہیں

ہم نے اک تواب میں دیکھا کہ میرے باگر  
ہم سے پار فناوب نکل آتے ہیں

جن کوں جائے حضوری کا شرف ان کے لیے  
پاس جینے کے لئے اسباب نکل آتے ہیں

مرے سرکار کی بھوپے ہے ٹاکہ کہ مجھ سے  
سچ بھی گمراہ ہیاب نکل آتے ہیں

پھر جاتے جو بھی ذکر نبی ﷺ سے تو  
زندگی میں ہے گراوب نکل آتے ہیں

جو طقاب کرتے ہیں رب اور رضا آنحضرتؐ کی  
آرامش سے وہ شاداب نکل آتے ہیں

جو درودوں کی سماون کی چائیں محل  
گر ہوں مکمل میں وہ غرائب نکل آتے ہیں

ان کی بخشش کے فرائیں ہو جائیں چاری  
تو خدار کا ر بھی کیا ب نکل آتے ہیں

دل یہ ترپے ہے بہت دو دنید یعنی  
وہ باتاتے ہیں تو اسbab نکل آتے ہیں

"اہمی وہ کشی کارے سے ہے کہو ہی وہ ملے پر تھی کہ حضرت مولیٰ علیہ السلام نے آزاد دی کا اے کشی والوں! اللہ کا حکم آئے والا ہے، ہوشیار ہے۔ کشی والوں نے جواب دیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو کوئی نال نہیں سکتا، ہم تو اس کے بعدے ہیں جو حکم الہی کے ہاند ہیں۔ کشی والے ابھی یہ بات کہہ رہے تھے کہ اچھے ایک موچ جھی اور کشی دے لے گی۔ کشی والے آپ کو پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔"

"دادا جان! کشی والے ادب گئے؟" مخاطنے پر ہمہری سے پوچھا۔  
"آجتے میں ایک اور زبردست موچ آئی اور کشی کو واپس ساختہ بنا کر سندھ کی تہ میں لے گئی۔ تمہاری دیر میں ایک اور کشی نظر آتی تو حضرت مولیٰ علیہ السلام نے اس کشی والوں کو بھی خوبی اور کیا اور کیا۔

"اور ہذا ہو کر آتا۔" انہوں نے بھی پہلے والوں کی طرح جواب دیا کہ جو کچھ ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے اور کشی کو کارے کی طرف لاتے رہے۔ یہاں تک کہ سائل کے قریب آتے آتے کشی بھی ادب گئی۔"

"ابوہ امبلی، ہوں کھتیں ادب گئیں تو تمہری کامیابی ہوادا جان؟" عطاں کو تھسیں ہوا حضرت مولیٰ علیہ السلام اللہ پاک کی محنت کے بعد سے میں ہوچکوں میں بخوبی کل اجیں

"السلام علیکم دادا جان! "بیٹھک میں واقع ہوتے ہی بچوں نے ایک ساتھ سلام کیا۔

"ویکھ مسلم بچوں! سچی سچ کیسے آتا ہوا؟"

"دادا جان! آج اتوار کا دن ہے سمجھیں اسکوں کی بھیتی ہوئی۔ سگھر منٹے ہی منٹے ہم سب پر ہو رہے تھے تو آپ سے کہانی سننے آگئے۔" عطاں نے مصوبہت سے کہا۔

"اچھا چلاؤ جاؤ شاہاں۔ سب نیچے ہائی واری سے دادا جان کے پاس بیٹھ گے۔"

"بیکھ آجتے میں آپ کو اللہ پاک کے خلیفہ حضرت مولیٰ علیہ السلام کی کہانی سناتا ہوں اور تمب جانتے ہو کر انہیں کلیمۃ الشیخی اللہ پاک سے کام (بات) کرنے والا کیا جاتا ہے۔"

"لیکن دادا جان! کیون کہ وہ طور پر جا کر اللہ پاک سے باشیں کرتے ہے۔" عطاں نے پیچک کر کر اتر دادا جان سے اسے شاہاں دری اور قصہ شروع کر دیا۔

"بیارے بچے! ایک دفعہ حضرت مولیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک نے حکم دیا کہ سندھ کی طرف جاؤ، وہاں تین کھنڈیاں ذوبے والی ہیں۔ حضرت مولیٰ علیہ السلام فوری حکم الہی فیں کرتے ہوئے سندھ کی جاپ بدل دیے۔ سائل پر سکون قاہدوں سے انہیں ایک کشی آتی رکھائی رہی جو آہست آہست سائل کی طرف بڑھ دی تھی۔"

"پھر کیا ہوا دادا جان؟" ارشٹ نے پوچھا۔

**دادا جان کی سیماں**

# اللہ کی رحمت

سید علی مسکن



آگی، یہ کیسے بیچ گئی؟ ”تو ارشاد پری تعالیٰ ہوا کہ ”اے مولیٰ! آپ نے سانچیں کہ تیری کشی والوں نے کیا کہا۔ انہوں نے یہ علم کو خلیم کیا تھا، یہ مری رحمت کو آواز دی تھی اور اس پر پورا بھروسہ بھی کیا تھا، تو اس لئے یہ کشی یہ مری رحمت کے خلیل بیچ گئی کیون کہ جو بھی یہ مری رحمت کے دروازے پر آ کر صد اڑا تھے، میں اسے نا اسید چھین کرتا۔“

”تو پیارے بیچا! آج کی کنجائی سے آپ نے کیا سمجھا؟ وادا بجان نے قدم فتح کرتے ہی بچوں سے بخشن پوچھا۔“

”یہی کہ میں کسی بھی مشکل میں کبھی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا تھا یہ کیون کہ اللہ اپنی رحمت پر بھروسہ کرنے والوں کو نا اسید چھین کرتا۔“ بچوں نے مل کر جواب دیا تو وادا بجان نے انہیں شاہزادی دی۔

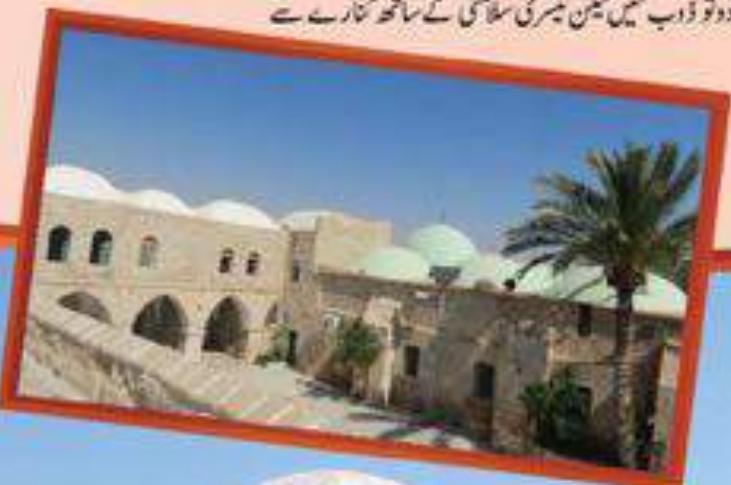
☆☆☆

ایک تیری کشی آتی دکھائی دی۔ آپ نے پہلے کی طرح اس کشی والوں کو بھی صحت کی کہ ”وَكَفُوا اللَّهُ بِأَكْبَرْ“ کا حکم آئے والا ہے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے درا جتکا ہو کر آؤ۔ ”انہوں نے جواب میں کہا کہ

”اے نبی! اب جس طرح آپ پے ہیں اسی طرح انہا کا کا حکم بھی اُمی ہے اس کوئی نہیں بدلتا، لیکن اللہ کی رحمت بھی تو ہے، یہ مس کی رحمت سے کہوں باہم ہوں، لہذا یہ مس کی رحمت پر بھروسہ کر کے آرہے ہیں اور وہ اپنی رحمت کے صدقے تھیں بھروسہ اسی دلدادی کے ساتھ کنارے تک پہنچ دے گا۔“ کشی والوں کا یہ جواب سن کر حضرت مولیٰ علیہ السلام نے بوش ہو گئے اور کشی پاٹھخت کر دیا گی۔

”لیکن وادا بجان احکم تو بچوں ہمیشہ کے دو بنتے کا تھا؟“ ”معاذ جہاں ہو۔“

”ہاں یہ مرے پئے! حضرت مولیٰ علیہ السلام بھی یہی سوچنے لگے کہ اللہ نے تمن کھنڈیاں دار بنے کا فرمایا تھا وہ تو ذوب گئیں لیکن تیری سعادتی کے ساتھ کنارے سے



# امیر کے دریکے

تقریب احمد بن خریبی

مرف روئی کو کاہر قوتی نے اگردن موز کرتے دیکھا۔

اس طلاقے میں آپدی اتنی زیادہ بھی کیونکہ سماں کرنے والی ایک

بھگل کے اس طرف پوچھا ہے۔ جسمیں کھاتا ہیں۔ ”روئی نے یہ جوش امداز میں کہا۔

”گردہاں تو کوئی نہیں جاتا۔“ عذان نے پریشانی سے کہا۔ گردہاں کے دشمنی پر الٹا

روئی برجیز سے بے پرواہ تجھی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

”بھدی کو وہ ایس گریگی جاتا ہے۔“ اسی نے یہی طرف گردن سمجھا کہ کہا تو صد

جھیز سے پاہں چالاے کا۔ کچھ دیر کے بعد وہ کھتی سے کافی۔۔۔ کئے بھگل میں بھی چکے۔

”یہ کتنی بیکاری ہے۔“ عذان نے خوفزدہ ہو کر کی کیونکہ عہدہ اپنے اور جرا

عذان گئے درختوں کے چڑھی گھاس اگی ہوئی تھی۔ عذان خوفزدہ تھا کہ کہیں کوئی بھی اس

کے پاہس پوچھ کا کاٹ لے۔

”جسمیں کو کھوئی دے رہا ہے؟“ روئی اپنے کافی دوستی کی آواری کا نکلے کی

کوشش میں عذان نے جڑائی سے پچھے رہی اور پھر وہ بھکیلی، ہریتی کی طرف دیکھا۔

”روئی! تم پاکی ہو گئے ہو؟“ بارہ سالہ عذان نے اپنی سائیل کے پیڈل زور

سے مارتے ہوئے، تجھی اور مہارت سے سائیکل چلاتے اپنے بھترین دوست رہیان

انداز میں کہا تو روئی نے لفٹی میں سر بلایا۔

آفت کے پارے میں اپنے علم کی بندی پر پہنچی تھی وہاں گولی کرو دیتے تھے۔ اسکے دونوں سر ایمن کے حرم کے معاشر سب لوگ خوفزدہ ہو کر گروہ میں بندھ ہو گئے۔ علاقے کے لوگوں کی عالت پہلی ہوتی تھی۔ غربت، بُری تھاتی، بیماری آتے روز آتے والی قدرتی آفات نے بُرتی سے بُری تھی، بُر خوشی کو خشم کر دیا تھا۔ لوگوں نے اپنی کھڑکوں سے اکثر پانچ ماہی، شرکری، جایی پھاتی خلاف کچروں والی وادیوں کو اور اور پھٹے پھترے دیکھا تھا۔ یعنی وہ کسی کی حاش میں ہوں۔ اس نے لوگوں کو ہمچین لکھا۔

”ماں اداوا بابا کی طبعیت حیثیت ہے اگر رہی۔“ رویت پہنچنی سے سائنس

لیتھوادا کی طرف دیکھ کر فرمادی تھے کہا۔

”آن کی دوستی ہاتھ کے لیے جان بوجان فتح ہو گیں ہیں۔ باہر خود یہ طوفان ہے۔ میں کیا کروں؟ انہاں نے پوچھتی سے کہا۔

”میں بھگل سے لے آتا ہوں۔“ رویت نے جلدی سے کہا۔

”خیروار اگر سے باہر مت چاہا۔ سرایمن نے کیا کہا تھا؟ باہر خطرہ ہے۔“ میں

لے ڈر جو ہوئے کیا تو رویت نے تکفیل میں ڈھانا پہنچا کر دادا بابا بچا کی طرف دیکھا۔

جن کی آنکھوں کی بھتی اسے، اس سے بھتی بھیں چاری چھپی۔ اس نے اپنے ہاتھے اس دیبا کے قصے سے جو چپٹا بادھی۔ جہاں زندگی کے سب رنگ اور خوشیاں جیسے جیسے مددی

لے جب سے آنکھ کھوئی، اس نے باہر طرف سے یہی ساتھا کر ایک قدرتی آفت میں

ساری دنیا ختم ہو گئی تھی۔ سرایمن نے اپنے ہمکو دوئے کا دلا کریں تھیں بسا۔ جس کے دو

عکر ان تھے۔ یہاں سب ایمن کی بات نہ تھے تھے، انہی کی منظہ تھے۔ وہ بھر جہر جہر ان

نکھ آئے۔ اسے سخت دل انہاں نے جس کے اپنے اصول تھے، ان کی مردمی کے بخوبی

یہاں کوئی پکننکیں کر سکتا تھا۔ رویت نے ہاتھا پہنچا کر دادا بابا سے شاخ تھا، اسے گلنا تھا کر جسے

”وہ اب کی قدر میں سائنس لے رہے ہیں۔“ ساری راست رویت نے جاؤ کر اپنے

دادا بابا کے یاں پہنچ کر گردی۔ دادا بابا پر کچھ کہنے کی کوشش کر رہے تھے، وہی نے اسی

ہونے سے بکھر دی پہنچے۔ اس کو گرفتار نہیں دیکھا تو دادا بابا کے کان میں سرگوشی کر

کے ناموٹی سے گرستے باہر بھل گیا۔ اس کا دل بھگل کے ہی ہٹے کی طرف تھا جہاں سے

وہ جزوی بیٹیں لا سکتا تھا۔ رویت جزوی سے سائیکل چلا کر، بھگل کے یاں پہنچا تو یہ کہ دم وہ

پوچھ گیا۔ اسے کچھ بھی سماں احساس ہوا۔ اس کی بھتی میں بوجوڑا کا خوفناک تھا۔ بھگل

کے پاس بالکل خاموشی اور سکون تھا۔

”یہ کیسے ملک ہے؟“ سرایمن نے تو کہا تھا کہ یہ طوفان باہر طرف جاہی چاٹے کا مگر

یہاں تو کچھ نہیں ہے۔“ رویت نے خود کا ہی کیا اور پھر جزوی بیٹیاں دھوڑھا بھا بھگل کے

ای کوئنے میں بھتی گیا جہاں سے اسے کسی میتیں کی تیز آوازیں آتی تھیں۔ رویت تیزی سے

چلتا ہوا جزوی بیٹیاں دھوڈھرا تھا جب اچاک اسے لوہے کی باذ نظر آئی جس کے پاس جانا

”نچھ لگائے بھیتے رہاں اس پاں کیجھ بہت بھیت ہے۔ کیا جھیں کسی محروم نہیں جا کر ہم جیں۔“ جس پیچکے بھیت بھیت ہے۔“ لعلتے سر اٹھا کر جاہل طرف دیکھا۔

”تم خضول سوچ رہے ہو۔ پڑو رہا ہے۔“ عدان نے مدد جا کر کہا تو رویت گرفتی سائنس نے کروائیں مدد جا کیا۔ مددوں نے خاموشی سے بھگل کا یہ حصہ پار کیا اور اپنی بھتی کے قرب تھی کہ آنکھی سے سائیکل چلات ہوئے ہمیں کرنے لگے۔

”کل سرایمن کا خطاب ہے۔ تم بڑے عدان میں کیوں گے؟“ عدان نے پر جوش اندھا میں پیچا تو رویت نے بھی سے سارے سائنس

”سرایمن کے پار ہاتھ کے لیے کوئی نہیں ہے۔ تھیں؟“ وہی قسم کے پیچے والی دیکھ

ڈھتہ ہو گئی تھی۔ سرایمن نے اپنی جان بوجیل کر دیا اس وقت، جانتے ہوئے پھر لوگوں کی جان بچانی اور یہ چھوٹی سے بُرتی بیانی ہے۔ میں ان کا احشان مدد رہنا چاہیے۔“ اور یہو۔“ رویت نے مدد کی کہا تو عدان نے جو اپنی سے اس کی طرف دیکھا۔

”سرایمن ہمارے گھن ہیں۔“ عدان نے دلکش اور بھگل کے لئے دن دات کا مگر رہب ہیں تو یہاں کوئی سرایمن کی طرح جوں گا۔“ عدان نے زیر محمد امداد میں کہا۔

”وہ بھیک ہے کہ جھیک ہائی ہمارے ہر بھے اپنیں بناتے ہیں، ایسی تو کوئی رتی بیان کھرچن آتی ہے۔ یہاں توہر طرف آؤ اسی پر یہلکی، ہادیہ کی کاروان ہے۔“ رویت نے بے بھتی سے کہا۔ اس کی ذمہات سے جھکتی آنکھیں ہر رہت کی سوچ میں کم رہتی تھیں۔“ تمہارے دلو جان کیجے ہیں؟“ عدان نے جلدی سے پوچھا کیا کہ اس کا مگر

قریب تھا۔ رویت کے دادا کو ایک سال پہلے ہائی بونکیا جس کی وجہ سے وہ بھل جئیں پاتے تھے جو گردہ بیان کی آنکھیں پکھ بولتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ رویت نے کی بارہ باتا بھی اپنی سے کہی جگہ وہ اسے ڈات کر چپ کر دیتی۔ رویت کا ہاپ ڈین سائنس وہ ان قتوہو کو کھ سال پہلے سرایمن کے پاس کام کر رہے ہوئے ایک حدادی میں بھل ہوا۔

”بھیک ہیں، اچھا کہیں گے۔“ رویت نے عدان کو خدا جانہ کی تھا۔ اگلے دن وہ اپنی دادا اور بھتی کے دہر سے لوگوں کے ساتھ بڑے میدان میں سو بھوڑا تھا جہاں سرایمن نے خطاب کر رہا تھا۔ سرایمن کا تقدیم ہوتا تھا، سر اٹھا کر دادا بھل سٹید تھے۔ انہوں نے نظر کا چھٹا لگایا ہوتا۔ ان کی تاک کافی بڑی اور جھکی تھی۔ سرایمن کی آواز دہت پاریک تھی اور یہ جو چھوٹی آنکھوں میں بھیبھی چلک تھی۔ سرایمن نے ہرگز سمجھ پڑا تھا۔“ دو میز پر کھرے ہو کر بھتی میں بول رہے تھے۔

”نکھرے پر اسے لوگوں ایم ایم جاتا ہے کہ آئے والے پھر دن ہم پر بھاری گزروں کے کیونکہ شدید طوفان کا خدا ہے۔ اس طوفان میں بہت سی قدرتی بائیکیں ہوئی ہیں۔ اس لیے اپنے کھروں کے اندر رہنا۔“

سرایمن نے کہا تو سب لوگ پریشان ہو گئے۔ سرایمن آنے والی ہر مصیبت اور

کے لیے بہت ہے کیونکہ یہ بھائیوں کی بہت حساس اور اہم سُلٹ سے متعلق ہے۔ جاہل لوگ ادغ ہو جاؤ؟" ایمن چیخا تو وہ آدمی نورا وابس چلا گیا۔ ایمن نے تاہمی کمزوری کی طرف دیکھا۔

"بے بھری دن تاہم ہے۔ بھائی کا دشمن ہیں ہوں۔ کبھی سال پہلے کہہ سائنس دانوں کی مدد سے امریکا کے گذام اور درود راز کے دلتے میں یہ جگہ بھائی جس میں کئی سال پہلے اسی دلتے سے باہر جائے کا صرف ایک ہی راست ہے جو بھری مریضی سے کھلا اور جس کی مدد سے ہم کوئی بھی خدا کے بارے کا ایک طرح کا قید خانہ ہے۔ ہم نے ایسی بھائیوں کی کا استعمال کیا ہے جو دن ہے۔ تھی یہ مذاق ایک طرح کا قید خانہ ہے۔ ہم نے ایسی بھائیوں کی کا استعمال کیا ہے جس کی مدد سے ہم کوئی بھی خدا کے بارے کا ایک طرح پڑھا بھرو، دیکھا سکتے ہیں۔ ان سکریوں پر ہم اپنی مریض کا سارم، اپنی مریض کا دن بحثاتے۔ جب ہم نے سارا کام ختم کر لیا تو ہم نے لوگوں کو مختلف راستے سے کہیاں آؤ کیا، مختلف دو دنیوں کے استعمال سے ان کے ہو پئے، کھنے، میں کرنے کی صلاحیت کو اپنے کھروں میں کیا ہے۔ صحیح یہ جوں کی بتوں وہی گرم تھے تھیں لیں۔ اگر پیچے تو اپنے باپ، دادا کی طرح یہیں کے لیے ڈھنی مذہدوں کی بھریے خام ہیں جائے۔ تمہارا باپ بھی ایک ڈھنی سائنس دان تھا جو بھریے راز کو یا کیا تھا۔ اس نے جب بھریے خلاف بخوات کی توشیں نے اسے راست سے بنا دیا بالکل ان سائنس دانوں کی طرح جن کے ساتھ میں نے یہ بھائیوں کی تمہارے دلاتے بھی بھریے راز جائے کی کوشش کی اور ان کا غال تمہارے سامنے ہے۔ اب تمہاری باری ہے۔" ایمن نے ایک بہن دیبا تو وہی مذہم بندی سے اندر دھل جوا۔

"اس پیچے کو ماڑ کرہیں کے جسم کے سب اعضا نکال کر جھوٹا کر لیں۔ یہ پیچرہ مذہد کی سی بھرت کے بعد تھا اسے نئے تجویزات میں کام آئے گا۔"

ایمن نے سکرا کر کبھی تو وہ آدمی نورا اگے بڑھا۔ روی نے اسی سے سر جھکایا اور دھرے سے قدم اٹھایا آگے بڑھنے لگا۔ ایمن اپنے سُلٹ کے ساتھ پیچا کر رہا تھا۔ "دعا شا آپ ایک چاہا کہ سائنس دان ہیں گھر میں نے اپنے باپ اور دادا سے سکھا ہے۔ اس پیچے کے بھائیوں کے بھائیے، کبھی امیدت پھر جاؤ۔" روی نے سر اٹھا کر دم لجھوٹیں کیا تو ایمن مذہد پر ادراز میں سکرا دیا۔

"تمہارے پیسے بھی اسی خوش بھی میں مارے گے اور تم بھی۔" ایمن نے غارت سے کہا تو روی نے فتحی میں سر بدلاؤ۔

"کم از کم میں ایسے تو تکس مرس کا۔ اگر مرا تو یہ سب کی کچھ جو کہ کر کے مرس کا تاکر بھرے ہو گئی کے سب لوگ بھائی سے آزاد ہو گئیں۔" روی نے مظہرہ بیٹھے میں کہا۔

"جاوے پیچے اسیرا ادمغ غراب مت کرو۔" ایمن نے غارت سے کہا تو روی سکرا دیا اور پھر اس نے بھلی کی تیزی سے پیچے کھڑے آدمی کو دھکا دیا جو لذکھرا کیا۔ روی

ایک طرف بھاگا۔ ایمن اور وہ آدمی اس کے پیچے تھے۔

مخفی تحریکی کو اپنے دادا بھائی کے لیے بھال میں جزوی بھلی پائیے تھی۔ روی زمین پر بیٹ کر تھا جو اسداروں کو جھوٹے بھائیوں کے پیچے پیچے کھیل کر کھوئے تھے۔ فکل کر جیسے ہی وہ سری طرف پہنچا تو ایک دن پہنچ کیا۔

اپنے سامنے جگب دیشٹھ کی دیواری ہوئی تھی جو سری طرف پہنچا کر اس کے پیچے جھیل جھیل۔ ایک دن پہنچ کی دیواری کے پیچے کھائی میں کی دیوار کو جیسے ہی قرب آکر جھکا گیا تو اسے ایک جھکا کا۔ دیشٹھ کی دیواری کے پیچے سارے سائز کی سکر بنیں تھیں۔

"یہ بھائی کیوں کی جعلی ہیں؟" روی پوچھتا۔ اسے شدید سے کسی خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔ پاک دادا کے اور روی کو کہا کہ سری ایمن کے پیچے اور عالمیان گریں لے گئے۔ سری ایمن کو جب سارے سا جرے کا چڑا دو دب انتشار پڑتے گے۔

"یورس پیچے اسیم دھاں کیوں گے کہے؟" جگہ جھکنے کے لیے تھیں ہے۔ "سری ایمن نے غور سے روی کو دیکھتے ہوئے کہا جس کے پیچے پر خوف نہیں تھا بالکل اس کے پاپ اور دادا کی طرح۔

"سری ایمن ایمان پکھا تو جیب سا ہے۔ روہے کی یار کے اس طرف بڑی سکر بنن کا کیا مقصود ہے؟" روی نے جمالی سے موال کیا۔

"تم بھی اپنے باپ، دادا کی طرح بہت ذہین اور بیمار ہو کر خیر یہ جوں ہو گے؟" سری ایمن نے اشارة کی تو اس کے خاذم نے جوں کی بھری ہوئی بتوں روی کی طرف بڑھا۔ بتوں پا تھیں کیسا کہ روی کے موش کھزارہاں ایمان سکر لیا۔

"چالاک ہے۔ بیرون پیچے آؤ ایمان نے روی کو دیکھتے چھپے آئے کا اشارة کیا۔" ایمن روی کو ایک جاکر کرے میں لے گیا جوں جوں اس طرف اتھاد بھائی جھوٹی سکرین گی بھی تھیں۔ وہ سب سکر بنیں ایک سُلٹ سے مسلک تھیں۔ ایمن نے چھڑھن دیا تھے تو وہ سکر بنیں رہن ہو گئیں۔ روی جمالی سے دیکھنے لگا۔ وہ ساری سکرین اس ملاتے کے چاروں طرف اور چھت کی طرح اپنے بھی نسب تھیں جیسی آسان کی طرح۔ ایمن نے چھڈھن دیا تو سکر بنیں رہن ہو گئیں۔ سکرین پر ٹھانے کے کندھے ہر ٹھر کرے تھے۔

"اٹے جیران مدت ہوئی پیچے اصل کھیل تو کھوارہ ہے۔" ایمن سکریو اور اس نے پھٹھن دیا تو سکر بنی پیاس کی بھری دوڑ پنڈ کے موسم۔ وقت بیٹھنے لگے۔ بھی وہ کوئی خودا ک پھرے دیکھنا کو چیخنا اور اسی کی مدد سے بھائیوں سے بھائیوں کے کر جاہا۔ بھی کسی ہڈھان کا سخت سکر بنی پیا آئے تھا۔ بھتی میں مستغل اور جرا بھی اسی جوہ سے تھا۔ اس نے سوچن کی روشنی کا یہاں پک کھلپتے کا ہر راستہ بند کر دیا تھا۔

"سر آپ کی کافی تھا رہے۔ بھائی لے آؤ؟" اچاک ایک باوب مذہم اور آر پوچھنے کا تو ایمن غصے میں آ کیا۔

"احمق! یہ حساس ترین جگہ ہے۔ بھائی پانی کا قفلہ بھی سارے سُلٹ کو جاہ کرنے

لیکن اس کے والدین کی پریشانیاں بھی شتم نہ ہوئی تھیں۔ البرٹ تین سال کا ہوا  
چکا تھا لیکن ابھی تک دو ایک لفڑی بھی نہیں بول سکتا تھا۔ اسے پھر ڈاکٹر کو دکھایا گیا۔ اس کے  
والدین کو ذرا تھا کہ کہیں وہ ڈنی طور پر مطلوب نہ تھیں۔ دوسرے بچوں کی نسبت اس نے  
بہت دری سے بولا شروع کیا۔ کچھ بھی کہنے سے پہلے وہ بہت دری سے چکارہتا اور ہمارے رک  
کر ایک ایک جملہ ادا کرتا اور یہ بھی کچھ بھماری ہوتا تھا۔

اپنے تمام تر تھیات کے باوجود البرٹ کے ماں باپ نے اسے بھی ایسا حسوس  
تھیں ہوتے دیا کہ وہ تھی بچوں سے الگ ہے۔ انہوں نے اسے اپنی کمری سے  
یہ اپنے کام خود کرنے کی تربیت دیا شروع کر دی۔ وہ پاچتھی تھے کہ البرٹ کسی کسی  
جن جد ہو۔ البرٹ چار سال کا تھا جب اسے گر کے آس پاس کی گھویں پا کر رہا تھا  
تھیں۔ شروع شروع میں تو اس کے والدین اپنی بگرانی میں اسے سڑک پار کر رہے تھے جن  
بہت جلد وہ خود اس کا مل ہو گیا کہ بخیر کسی کی مدد کے خود مجھے مشکوم ہر سکتا تھا۔

وہ کوئی عام پچھلیں تھا۔ جب وہ یہاں تو اس کا سرخا صباڈا تھا۔ وزن بھی ایک  
ناش بیچے کے وزن سے کافی زیاد تھا۔  
”یہ تو بہت مونا ہے کوئی مسئلہ تو ضرور ہے۔“ پیچے کی ہاتی نے اس کی یہاں پر  
کہا۔

ایسے میں اس کے والدین کا پریشان ہونا پہنچی تھا۔ انہوں نے وقت شائع کیے بغیر  
اسے ڈاکٹر کو دکھایا۔

ڈاکٹر نے اہمی تسلی دیجئے ہوئے کہا  
”ڈاکٹر کوئی بات نہیں۔ وہ اس کے ساتھ سا ہمیں بھیک ہو جائے گا۔“  
ڈاکٹر کا کہنا تھا جو بہت ہوا۔ پندرہ ماہ کے اندر انہوں پیچے کا جسم ڈال ہو گیا۔ وہ  
اس کے سر کے۔ اس کا سائز ہمیشہ غیر معمولی صدک ہے اسی وجہ پر۔

آمنہ ارشد

# کوہر نایاب



اگرچہ ماہ میں البرٹ کے گروالوں کو اس میں حجت اگھیز تبدیلیاں نہ رہیں۔ وہ خاموش اور اگر تھنک رہنے والا ایک اپ سب کے ساتھ فتنی مذاق کرنے کا تھا۔ اب گھر مہماںوں کے آنے پر وہ اپنے کمرے میں بند ہو جانے کی بجائے اپنی فوت بک اور قلم لے کرس کے ساتھ جو جانچتا۔

ایک دن وہ کاروباری معاملات میں اپنے والد اور انکل کی مدد کر رہا تھا۔ اس کے انکل اور ایک استاذ انجینئر ایک عجیل مسئلے کو حل کرنے میں لگا تھا۔ کمی کی وجہ سے اس کے ساتھ ان سے وہ حساب کتاب نہ ہوا جو اس مسئلے کے حل کے لیے ضروری تھا۔ البرٹ نے انہیں مدد کی وجہ کش کی اور پھر وہ صحت کے اخراج اور وہ مسئلہ حل کر دیا۔ وہ کچھ کہاں کے انکل نے قیش گوئی کی کہ وہ زندگی میں خوب رکوئی تو کہا کہا کرے گا۔

پھر تھی سے وہ کائنات کے انتزاعی نیتیں میں ملک ہو گیا۔ فریض کے ایک پرہیز میں ریاضی اور سائنس میں اس کے ایکھے نہروں کو دیکھتے ہوئے اسے اپنا استاذ کہا جائے۔ اسی کائنات کے پرہیز کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایک سول سال کا لڑکا اپنے سے ہری عمر کے طبا کے لیے پھر زیادت کرتے ہیں پرہیز کی مدد کر رہا ہے، تو انہوں نے اس کی قابلیت کو دیکھتے ہوئے اسے اسی کائنات میں واپس دینے کی وجہ کش کر دی۔ یہاں البرٹ کو کہی لیتے میں کامیاب ہو گیا۔ آئے ہال کر اس نے سائنس کے شعبے میں اپنے اپنے کارناتے کے کو دیکھنے والے بگڑ دے گئے۔

اب تک تو آپ جان یقین کے ہوں گے کہ کس کی بات ہو رہی ہے۔ تھی بات، یہ کہانی ہے میہور سائنسدان البرٹ آئن سائنس کی۔ ایک اندازے کے مطابق اس دیجن فلین ٹھیک 10 نیول + 160 نیول اسے فریض میں تو پہلی بار ایکی مانع تھا۔ اس کی Theory of Relativity کے حقیقتی کی وجہ کی وجہ کش کر دی جو اس کو بھی جو جان کر دیا۔ ایک مرتبہ اس تھیڈری سے حقیقت کی جواب دیتے ہوئے اس نے کہا۔

ایک عام انسان اس بات پر پر زیادہ غور نہیں کر سکتا اس کے اور اگر کون ہی جس کیے ہو رہی ہے۔ پھر وہ لگھن میں کر رہا ہے۔ لیکن چونکہ میں بہت سرہنی سے سوچتا تھا۔ اس لیے ہب تک میں سے ان پیچے دن پر غور کرنا شروع کی، میں بڑا ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام انسان کی نسبت کسی گھی پیچے میں زیادہ غور کر رہا ہو۔

مگر وہوں نے تو آئن سائنس کے دناغ پر بھی ریسرچ کی کہ آخریک اندھی دماغ احاذہ جن کیے ہو سکتا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ ایک پچھے سے صرف اس وجہ سے "ست" اور "ناؤں" چھے اتفاق ہے کیونکہ وہ میرے پھوٹو جیسا نہیں تھا۔ آج کیسے پوچھی دیتا اس کی قابلیت کو، تھی۔ اگر وہ اس وقت لوکوں کی باتوں میں آ کر ہماراں لیتا تو کیا آج آپ اس کو ہر نیا باب سے واقف ہوتے جو آج آئن سائنس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔☆

اپنے ہم مریضوں کے ساتھ گھنے شنکی بجاے وہ اکتوبر میں تھاچا سا اور خاموش رہتا تھا۔ البتہ اس کی مچھی بین کو البرٹ کا دوسرا اردو پر دیکھنے کو ملتا۔ اس کے والدین کو بھی جلدی اندزادہ ہو گیا تھا کہ وہ مام بیویوں کی نسبت ہر چیز پر زیادہ غور و غفر کر رہا ہے۔ ایک مرتبہ وہ یہاں ہو گی تو اس کے والدے اسے صرف رکھنے کے لئے ایک ہدھی بھی کہا جا دیا۔ کچھ ہی دن وہ یہ سوچتا رہا کہ کہس کی سہی کارخانے میں ہڈیاں کی طرف ہی کہوں ہوتا ہے؟ سات سال کی عمر تک البرٹ کو پھر یہ تعلیم دی گئی۔ اس کے بعد کام کی تھی اس کے پچھے زکی اس کے پچھے ہوتے ہیں ہے۔ لیکن پر اپنی سکول میں والٹلے کے بعد اس کے پیچھے زکی اس کے پارے میں پھر اور ہر پر کھیکھتی ہے۔ وہ اصل بات یہ تھی کہ اتنا حصہ گھر پر چھٹے کی وجہ سے وہ کھول کے باہل ہے اور اسی وجہ سے اس کے پارے کا ہر وہ بیکھر لیں۔ کامیابی کے ساتھ اس کی وجہ سے پارے کے پارے کی وجہ سے باقی طلباء اکلا اسے "پڑھا کوئا" کہ کر پہنچاتے ہے۔ پیچھے زکی اس سے زیادہ خوش بھیں ہیں۔ وہ دوسرے طلباء کی طرح فوراً راجا جاہ جواب نہیں دیتا تھا بلکہ کوئی سال پر چھٹے جانے پر کافی دیر سوچتا رہتا۔ وہ ریاضی ایک سائنس کا مضمون تھا جس میں وہ بہت دلچسپی رکھتا تھا۔ باقی سکول قیچتے ہی اسے جو بیکھری پر حاصل گئی جس میں وہ بہت اچھا تاثر ہوا۔ لیکن باقی مظاہر میں اس کی کارکردگی مصروفی۔

البرٹ کو پرہیزی کا پیغام ہاںکل پسند نہیں تھا جس میں صرف حقیقی یاد کر کے خانے کو تعلیم حاصل کرنا کہتے ہے۔ وہ ہر چیز خوب و گل کر کے والی کرنے کا کامیاب اور اس اکادمیہ کوں کا یہ دیگر لگاتا تھا۔ وہ ساتوں بھاگت میں تھا جب اس کے ایک استاد نے اسے کہ کہ وہ زندگی میں پکھنیں کر سکے گا۔ اپنے استاد کے روپے اور ساتھیوں کی بھئی کے باعث اسے سکول سے نلات ہونے لگی تھی۔

"وہ کسی حد تک باقی بھی نہیں۔ ایک بارے یہ کہ کسکول سے نالہ یا گلی اس کے پڑھنے کا کوئی کرہ نہیں ہے۔ اس کی بارے اسے یہ بات ہے تھی ایک دوسرے سکول میں اس کا داٹکر رہا دیتا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ البرٹ میں جو ملکیت ہو۔ وہ دوسرے سکول میں اس نے خوب مخت لی۔ اب فریض اور ریاضی اس کے پسندیدہ مظاہر میں بن پکھے تھے۔"

اس دوران البرٹ کے والد کا کاروبار کی مشکلات سے گزر رہا تھا۔ وہ اسے اگھیز بنا چکی تھے کیونکہ ان کا ملیاں تھا کہ یہ ایک پوشرہ ہے جس میں اچھی آمدی ہوتی ہے۔ البتہ البرٹ کو اس میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ پیچھے بنا چکا تھا لیکن اس کے لیے یونیورسٹی کی ذکری ہونا ضروری تھا جس کا امکان کم تھا۔ آخر کاراپنے والدی پریشانی کو دیکھتے ہوئے اس نے ان کے تباہ ہوتے کاروبار میں باتحفہ بنا شروع کر دیا۔

دینے اور پھر من بھر لیتے کہ کہ ان کی مدد سے وہ کسی اچھی جگہ تو کری پر نہ گک جائے اور ان سے آگئے نہ کل جائے۔

احمد تو کسی خلاش کرتے کرتے مدت ہر چاہ تھا۔ خوش ہوا ان احمد اب بہت چڑچاہو گیا تھا۔

اس کے دوست نے سال کی آمد پر ایک تقریب منعقد کرنے والے تھے جس میں کافی کے بھرپور خالق اعلیٰ اور جان مخلص ہو گئی رسمیتی تھی اور تھا کہ اپنی سوچوں میں یقیناً گمراہ ہوا تھا۔ وہ خود اپنے دل پر کھل کر اپنے لئے کھلتا تھا۔ اب اسے ہر نگک پر یقین کھلتا تھا۔ ہر طرف وہ اپنی اور وہ اپنی نظر آتی۔ گمراہ کے علاوہ اخیر ہو پچھے تھے۔ جو بھائی تھی کہ آج ان کو چھوڑتی تھی۔ اور اب بھ پاش دھونے کی وجہ سے فصل کی کاشت کی بھی مکان انکھوں کی تھی۔

احمدادت بھر جس سوچتا تھا۔ مجھ اذان سے پہلے ہی سبھ جا کر تجدید ادا کرتا اور پرستی نہ لازم ہی باقاعدگی سے پڑھتا تھا۔ اللہ سے ما رس مانگا گمراہ نزقِ حلال کی را و نظرت آتی۔

ایک شام بیوں ہی سوچوں میں گم تھا کہ اس کے دوست آگئے رہوں نے جب احمد اور گمراہ کے علاوات دیکھتے تھیں کہ کوہاں اور وہ اس کے لیے پکو کر جس سکتے تھے۔

ماں پر دس میں کچی ہوئی تھیں اسی لیے احمد نے خود ہی دوستوں کے لیے بھجوئے

سال نو کی آمد آتی۔ وہ سب کی رات تھیں طویل اور دن مختصر ہو پچھے تھے۔ بارش تھوئے کی وجہ سے کھیت خالی ہوا رہا مگر بھرپور بھی کافی صنک خذل محسوس ہونے لگی تھی۔ پیازی علاقوں میں لوگوں نے سر شام ہی کروں میں آگیٹھی جانا شروع کر دی تھی۔

احمد بھی ایک خوبصورت پیازی ملاٹے کا بائی تھا۔ وہ بی اپنی کا مچھان اٹھے نہ بروں سے پاس کر پکا تھا۔ اس کے والداب اسے جریج نہیں پڑھا سکتے تھے۔ کیونکہ ان پر دوسرے پچھوں کی پڑھائی کا ہدیہ بھی تھا اور گمراہ کا خڑچا اگل تھا۔ اگر جو ہے گے پڑھتے تو گمراہ اور بھائیوں کی تعلیم رک جاتی۔ سب اس پر یقین فریج ہونے لگتا اسی لیے اس نے جریج پر ٹھنڈا کا ادھر تک کر دیا اور گمراہ کی جھانش شروع کر دی۔

وہ علی اگر کی بیل ٹھیر جاتا اور شام کو ناکام رہا جس دو تھا۔ جو بچہ دھوت سفارش کا دو دوڑھ تھا۔ اپنی اسناڈ کی قائل جس میں اس کی محنت اور والدین کا خون پسند شاہی تھا، اُسیں دیکھ کر وہ آبدیدہ ہو جاتا۔ اس کے والد مولیٰ پانے اور کاشکھاری کرتے تھے۔ حاصل شدہ آمدن سے اپنے پچھوں کی تعلیم اور گمراہ کی سیکھی کر رہے تھے۔

احمد کسی پر ایک بیس فرم میں جاتا توہاں بھی سفارش مانگتے تھے جس کا کوئی ایسا تعلق نہیں تھا جو اس کی مدد کرتا اور اسے فو کر دیتا۔ جو کوئی تھے اسی تو وہ صرف سلیمان

فائز و نسیم

# اُمید کے دیے جلاتے جاؤ



وہ سچ نہ ادا کر کے جیسے ہی شر جانے کے لیے باہر نکلا تو سامنے اپنے دوستوں کو واپس  
کھڑا پایا۔ وہ جر ان تھا کہ یہ سب بیساں کیوں؟ اور وہ بھی اتنی سمجھ کیجئے؟  
اسنے میں ایک دوست آگے بڑھا جس کے ہاتھ میں ایک پوچھی۔ اس نے دو  
تھیں احمد کی طرف بڑھائی۔

"لو ای سے سال کی پارٹی کے لیے ہم سب دستوں نے اکٹھے کیے تھے۔ یہ رکاوٹ اور سامان خریدنے سے ہم سب جگہ کا انتظام کر لیں گے۔"

وہ سوت کی بات ان کراس نے با تھا ایک دم جیچے کیے۔  
”جیسی پارا میں یہ بھیں لے سکا۔ میں اپنی محنت سے کہاں گا۔ یہ تم لوگ اپنی پارافی  
کے لیے بیٹھ کر تے رہے ہو۔ ان پر تم لوگوں کا حق ہے۔ میں تم لوگوں کی پارافی خراب بھیں  
کر کرنا چاہتا۔“

مہر کے پاہر سب بخڑے تھے۔ اور سب نمازوی ایک ایک کر کے پاہر ٹکل کر  
بخڑے ہوتے گے ایک میں سالگ گیا۔

”ہماری پارٹی عرب نہیں ہوگی بلکہ پارٹی کا تمہرے ہی اب آئے گا۔ گل میں سال  
کا آنا ہو رہا ہے۔ جلد ہم نے منتخب کرنی ہے۔ باقی سب چار ہے ہم تم اپنے سماں خرچ کر  
لاؤ جو پکوڑ سے، سو سے اور چائے وغیرہ بناٹنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔“  
دست کی ہاتھ سن کر احمد کی آنکھوں میں خوشی کے آنسا آگئے۔  
سے کافی، دلسلی نہ اڑ جو کہ جو ہے کچھ ہے جو گئے۔

"کل ہم آپ سب کو ایک دعوت میں بلا رہے ہیں جو گاؤں کے مشہور چوک میں

سب گاؤں والے خوشی سے ہانیاں بجاتے ہوئے وہاں سے جگل دیئے۔  
دوسرا دن جب گاؤں والے لگائے تھے اور طرف شور شربیاں تھیں خوب بنا گاہوں پر ہاتھ  
مکر جب پچھ کی میں پہنچی تو احمد اور اس کے دوستوں کو سو سے بکاؤ سے اور چائے کی چھپتی  
کی دکان پر کام میں صرف پڑا۔ ہماری صورت کریں گا ان کی حکیمی اور سامنے کوڑی ہے۔  
دوسرے حروف میں اُنہیں احمد کی وجہ اس سوچ پر چاہئے کہ اُنہیں کہیں نہ احتیا۔ قیمت بھی کم کافی گی  
تمحیم گرچہ کچھ یہ دن سال کے آغاز اور دکان کے افتتاح کا تڑاہی لیے آج کے دن سب  
فری مل رہا تھا۔

ام کے پاھوئیں واقعی بہت ڈاکٹر تھا سب نے بہت تحریف کی اور دعاوں سے  
تو ازا۔ احمد آج بہت خوش تھا اور اپنے دوست ملے پر اپنے رب کا ٹھکرنا رہی۔ ہر طرف  
تھے سال کی سہارک ہاؤں کی صدائیں بلند ہو رہیں تھیں اور احمد سہب کی طرف چارہ تھی  
اپنے رب کا ٹھکردا اکرنے جو اسے مایوسیوں کے اندر ہرے سے نکال کر امیدی کی روشنی شمع  
تک لاما تھا۔ ☆

اور چائے ہائی۔ تسلیم سرسوں کا تھا جوان کے اپنے کھتوں سے حاصل کیا گیا تھا۔ لام  
قدامت پرندھیں اسی لیے گرم میں الائی چڑھی جلدی ٹھرم نہیں ہوتی تھیں۔ احمد نے تین میں  
آلام پیارڈا لے اور سرسوں کے تسلیم میں عالی کر دوستوں کے سامنے رکھ دیئے۔ دوستوں نے  
جب پکجڑے کھاتے تو بہت تعریف کی۔

"یار! احمد! اس کا سارے باتیں تھیں میں بہت زیاد انتہا کر دے۔"

-10-

”اگر تم تو بت اچھے کہنے سے ملا سکتے ہو۔“

تھے کہ غم اکی جگہ

۱۷۰

www.english-test.net

”اب ہر امنا نے کوچھ ای کیا ہے میری زندگی میں۔“ وہ نامیدہ سماجی اب دے کر دوست کو دیکھنے لگا۔

دستیاری:

رشت اور سفارش والے ملازم ہو جاتے ہیں اور تم ابھی بھی ذکری ہی ذمہ دار ہے ہو۔ تم اپنا کام کیوں نہیں شروع کرتے؟“

”باد سے ہمارے کان کے ہمراں ایک ایسا غل والا لڑکا جسے بیٹا بنا کر جو اکر رہا تھا۔ اب

ما شَاءَ اللَّهُ سِيرًا كَمَا أَنْجَلَ لَنَا مُحَمَّدٌ بَعْدَهُ۔

”خدا بھی ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔“  
 ”تم کب سے نوکری کی جاتی ہیں؟“ ہرگز بھی اپنے کاروبار کا کوئی لگن سوچا؟ کوئی بھی کام چھوڑنا بنا اگلی ہوٹا جاری سوق پھوٹی ہوئی ہوتی ہے۔ تم اتنا کام لے لے کر چاہتے، کوئے۔ پہکڑا کاروبار کو خود پر بھرو سکو۔ ہم سب بھی تجارتی مدد کرنے کے لئے خدا کی مدد بھی شامل ہو گی۔“

دوسٹ گی بات سن کر جہاں سب کے پھرے محل ائمہ دیس احمد کے پھرے اور  
دل میں سکون سا اڑ آپ۔

نئے سال کے آغاز میں ہی اتنی پہلے امید ہات پر الحمد کا دل خوشی سے بھر گیا اور وہ اپنے رب کے حضور بجھدہ رہنے پہل دیا جس نے اسے راستہ دکھایا تھا اور ہر وقت گی ماہی سے نیا ل کر امید کی کرن رہن کی تھی۔

# مرخ سے آیا خط

عزیزان خیر



چاند پر ایک سرہنگہ شاداب تھا تھا۔ یہ قصبہ کافی پھوٹھا تھا اس لیے بہاں صرف بیس بھیگیں گے آباد تھے۔ اس جیسے کی ملڑی سوت میں جس سے آخری گمراہ، اس میں سے ائمہ، ہم مر پچھے لے کر جگل کی طرف رہا تو ہو گئے۔ طاہر، فراز اور دو بیس بھیجن بہت افکارے دست تھے۔ یا پانہ اور کاون جگل میں مل کر زار تھے۔ وہ تجویں پچھے ہوئے مختلف مذہبی عادات پر باحتجاج کرتے رہے اور چند ہی مذہبیں بھروسہ، جگل میں بھی کئے۔ جب سعوں والے ایک رہلت کے پیچے ہیچکے، پر نہت ان تجویں کا پرانا دوست تھا، اس لیے وہ تجویں جب بھی جگل آتے۔ اپنے اس دوست کے ساتھ چڑھ لے خداوندگزار تھے۔ وہ تجویں درخت کے ساتھ یہیکی کے پیشے تھے کہ انہیں عسوں ہوا کہ درخت کے اوپر کافی موجود ہے کیونکہ رہلت کی تباہیں بدباریں رہی تھیں انہوں نے خداوند اور کوشاں کیا۔ پھر یہی یکجنتہ ایک جیون درخت سے پہنچ گئی تھی اور تجویں پہنچ گئے۔

چون تھا۔ کچھ دیر وہ تجویں "چون" کو بہت فور سے یکھتھ رہا اور چون انہیں۔ "تم کون، ہو؟" اُنہیں کافی بھی جوں آواز میں ہوا۔ وہ تجویں کھڑے، ہے گے اس کا کھدا جو کہ چون وہ تم پیچھے ہت گی، جسے اس کا سوکھہ اسے لائیں گے۔

"یہ تجویں ہے اور کسی دوسرے سیارے سے آیا ہے، ہماری زمین کی پاسوں کے لیے۔" ظاہر سے چون کو فور سدید کھتھتے ہوئے کہا۔ یہ سنتھی چون جس انہوں کی کوکہ کو دے دیں کے بارے میں ایسا کوں ہوچ رہے ہیں۔

"یہراہم چون ہے۔ میں تمہارے پر وہی سیارے سے مرخ سے تہاری زمین کی سر کے لیے ہیا تھا، مگر رہلت کو جب میں زمین کی حدود میں داخل ہوا تو میری اُزیں علٹھتی خراب ہو گئی اور میں اس جگل میں گر کیا۔ جسیں مجھ سے دارے کی ضرورت نہیں۔" چون سے لایا تو وہ تجویں جماعتی سے اسے ہی کھتھ کے۔

"اوہ! چون ہم معافی چاہتے ہیں کہم نے تمہارے بارے میں غلط سوچا۔" فراز نے شرمدی سے کہا۔

زمین کے پر وہی سیارے سے مرخ کے کروہوں میں اپاٹک ایک چندار ازان علٹھتی تجویں اور جوئی۔ دو بیکل کی رفتار سے زمین کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اُزیں علٹھتی کے اندر مرخ کا ایک پاشندہ رہا تھا تھا۔ وہ زمین کی سر کے لیے جا رہا تھا۔ اب تک مرخ کا کافی بھی اٹھیں زمین پر بیکس گیا تھا۔ "چون" وہ پرستا اٹھیں تھا جو انسانوں کی دنیا میں جا رہا تھا۔ وہ اُن نوں کو کیسے دران سے بھٹک کے لیے تھیں بھی تھا اور اسے تھوڑا خوف اگی تھا کہ کہنے والے کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔

چون کا قد تقریباً تین فٹ تھا اور اس کا سر کافی زیادہ لمبا تھا۔ اس کی دو کمل بڑی یہی آنکھیں اور ایک پھولی تھی ہاں تھی۔ اس کے کافی کافی لے اور چڑھتے تھے۔ اس کے دوست اندر کی طرف تھے اور دوست تھے ہی نہیں۔ اس کے پھر نے جھٹلے دوپازو اور دوچھوٹی چھوٹی اٹھیں جس۔ اس کی چادر وہ سدی کی اور میڈی اور چند رہتی۔

چون کی آنکھوں کی چمک بڑھ کی تھی کیونکہ وہ زمین کے کروہوں میں ہائل ہونے کا تقدیز میں کیشش تھل کی وجہ سے اُزیں علٹھتی کی رفتار بڑھ گئی تھی۔ اُزیں علٹھتی ایک دو کم کلویزدی کی سرخی کی رفتار سے ہوتے ہوئے تھیں اُزیں کی صدھار میں داخل ہو گئی۔ زمینی رہت کے مطابق رات کے کیارہ دنچا پیچے تھے۔ زمین پر رہنے والے انسانوں نے جب آسمان پر ایک پھٹکی ہوئی جیسے کہ کھانا انسانوں نے اسے نوڑا ہوا اڑا کیوں کہر دھوکہ لے کر دے۔

چون بھیزے ہی زمین کی صدھار میں داخل ہوا تو جو اسے دیا اور کھشش تھل کی وجہ سے اُزیں علٹھتی کی رفتار کا دے باہر ہو گئی۔ چون اُزیں علٹھتی کو کھشش تھل کی سر کیا تھا۔ مسلسل، واکے دوڑ کی وجہ سے اُزیں علٹھتی کے پچھے ہٹھے ہیں آگ لگ گئی تھی۔ تقریباً پچھی سو سو بھت اس کی بیان علٹھتی زمین کے کی حصے میں کر کیں اس کے کرے کی وجہ سے جو آواز پیدا ہوئی وہ کسی دھماکے سے کہر تھی۔ وہ ایک گھنے جگل میں کرنی تھی، اس لیے کسی انسان نکل اس کی آواز نہ پہنچ سکی۔



جیں۔ اس پارست کی جو سب سے خاص بات ہے وہ یہ کہ یہاں تمہارے پیشے مددگار لوگ  
رہتے ہیں۔ چنان نے پیارا گھر سے لپٹے میں کہا۔

"چنان" ہماری زمین پر خوش آمدید، "ظاہر لے چکار کرے بلے میں کہا۔ اس کے بعد ان تینوں نے ہماری باری چنان سے باختصار ہمارا یاد تحریف بھی کر دیا۔

”چون! کیا مرد نہیں یہ سب بھیں ہو؟“ تراز نے پوچھا۔ ”مرد نہیں درست جیسے نہ افراد میں پولی اور نی خوبصورت تھا راستے، وہاں رات میں خستہ سرہنگی اور دن میں خفت کرنی ہوتی ہے۔ اس سلیمانی میں مرد نے کہکشان نہیں تھا خوبصورت ہے۔“ چون سے جانلو۔

”چون! تمہارا جذبہ دل ٹاپے تم سہاں آکتے ہو۔ ہم تمہارے لفڑر ہیں گے۔“

"کیا تم بھری اور ملٹھری کو تھیک کرنے بھری مدد کرو گے؟" چون بولا۔  
"ہاں کہاں نہیں۔" مجھوں نے ایک سارا تھوڑا کہا۔  
"بچوں بھری اور ملٹھری کے پاس پہنچتے ہیں۔" چون نے کہا اور اس کے بعد وہ تھوڑا  
اُن کے پیچے پیچے پہنچ لے گے۔ کچھ بھوپون بعد وہ اُن ملٹھری کے پاس موجود تھے۔

۹۰ ازانِ خشنی میں سرکر کندہ میں کے کئی خواصورت مثلاً کوڈ کچھ پچھے تھے، اب اوس پانچ بارہ بارہ تھے۔ پرانے نگل میں ازانِ خشنی کو پہنچا را درود  
داروں اسی میں سے لگلے گے۔

"اُس کو تجھ کرنے کے لیے مجھے بکھر پائی، پاٹک اور ایک ششہ کا دراگھن  
چاہیے۔" یون سے اڑن ملکھری کو دیکھتے ہوئے کہا۔  
"میں بھری سے پانی ڈالتا ہوں۔" اور میں ڈالا۔  
"بکھر سے گزر فاتح ملک عکس موجود ہے میں وہ دیکھا ہوں۔" قراز نے کہا۔

”یہ سر بری زندگی کا سب سے اچھا سفر ہے۔ اب وقت آپکا ہے کہ میں اپنے  
سارے بڑے ماہیں جاؤں۔ تم سب اپنا بہت خوب رکھنا۔“ یون نے کہا تو اس کی آنکھیں بڑے  
اکٹے۔

"میرے بھر میں شش کا ایک براہ کھرا ہو ہو دے، جس کی کھر میں کوئی خود رست بھی  
ہے۔ تک دولا تا ہوں۔" خالیہ بولا۔

"ایک سے قریب چھوٹے لے کر آؤ، وہی میں میں کھوں۔ سلم کی مرمت کر لیجیں

”بہم بھی جسمیں اور تبارے سا تھیں جانے لھوں کو کبھی جسمیں بھول پا سکیں کے۔“ تھا ہر لئے کہا تو اولیں دو فراز نے اٹاٹت میں سر بلاد بولے۔ اس کے بعد یون ان طفتری میں بھی اور راوان کچھ بولو آسان کی بھروس میں گم ہو گئے۔

ہوں۔ جگان سے کپا اور دو تھوڑی دلچسپی ہوئے چلے گئے۔  
.....  
کچھی دبر دد دو تھوڑی سا بہن لا بھے چھے۔ اگر جون اسکے ہی ادن طغیری کو لے لے

اگے اتوار جب طاہر، فراز اور ایک بچھل میں کے 7 ماہ ایک خانہ لائف پردازی میں اس کو ملنا اور کون سانے میں ایک بخا، ایک تصور اور تمہاری یہ سرخ نمیں تھی۔ طاہر نے سب سے پہلے علاحدہ کا اور اسے اپنی آواز میں پڑھنا شروع کیا۔ ”دوستہ میں اسے سارے رنجیں بجا ہوں اور میں لے ائے دوست کو اپنی

لیک کرنے میں اس کی مدد کی حاجی تھی۔ چون نے ان سجنوں کو سمجھا، یا تھا کہ کوئی جی  
کیاں پر اور کسے بھلی ہے۔ اب ۱۵ چاروں اجنبی خون پیسہ بنا کر ازانِ ملٹری کو نیک کر  
رہے تھے۔ چاروں کے قل کر کام کرنے سے کام بہت جلدی ختم ہو گیا۔ ازانِ ملٹری پہلے  
کی طرح تھک دک رہی تھی۔ چون اسے دکھ کر بہت خوش ہوا۔

تاریخ سے ہمارے میں تباہ ہے۔ میں تم سب کو بیان دہست باور کرتا ہوں۔ میں صحیح اپنی یک تصور بھیگ رہا ہوں جس میں میرے ساتھ میرے دوست بھی ہیں، اور میں تمہارے لئے ایک چھوٹا سا تجذبی بھی نہیں رہا ہوں۔ امیں ہے صحیح پیدا آئے گا۔ میں جلد اپنے دوستوں کے ساتھ تم سب ملے اور کہا۔ اینا خالی رکھتا۔

"نچے بکھر جس آرہی میں تمہارا کیسے ٹھیریا ہوا کروں؟ میں ساری زندگی تمہارا یہ احسان نہیں بھول پا دیں گا۔" چون نے مودہن اور اونٹھیں کیا۔  
"یہ تاریخ فرض تھا چون ا!" ظاہر نے کیا۔  
"چلودہستہ اب میں کر رہیں کی سیر کرتے ہیں۔" چون نے ادن طعنگی کی طرف

ان تینوں کے پیغمروں پر خوشی کے اثرات واضح ہو رہے تھے۔ ظاہر نے مخدود پر کار  
فوراً، وہ تصویری لکائی اور اسے دیکھنے لگا۔ فراز اور اداں بھی اس تصویر کو دیکھنے لگے۔ انہیں وہ  
تصویر بہت پسند آئی اور اسے دیکھنے کے بعد انہوں نے اس انبوح سُنی کو انداختے سے پہر  
کھال کر دیکھا۔ یہ سُنی مرنی سے بارے کی جگی۔ وہ تینوں بہت خوش تھے اور انہیں وہ حسنہ بھی

"اُرپے اور بہت حیرہ آئے گا۔" اولیں نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد وہ بھاروں از ان مظہری میں پیدا گئے اور پچون نے از ان مظہری کو از ادا شروع کر دیا۔ یہاں کے ساتھ ساتھ وہ تین سو بھی زمین کے خواصیں از کاروں سے لفڑیا رہے تھے۔

کہ ان سے یہ حیز م کبھیں گم ہو جائیں۔ جو

جگل میں اتنی خنکی ہوا اور بزرگ کی روشنی کپاں سے آری ہے؟ ابھی اسد ہے  
جہاں دپر جان ہو کر ہر یہ سوچتا ہے اسے ایک آواز سنائی دی۔

”مگر ایسے جگل خنکا ہے، یہ روشنی بزرگ کی آمد پر اپنا جلوہ دکھارتی ہے۔“  
اسد نے آواز کی سوت چڑھو ہو گز کرو یکجا چاہا جان دیاں کسی بھی ای رون کوں پا کر  
حیثاں ہیں؟

”آپ کون ہیں؟ سامنے آ کر بات کریں۔“ اسد نے اپنے ٹوکرے پر قہوہ پا کر کہا  
”میں سامنے نہیں آ سکتی اور کوئی نہیں آ سکتی یہ آپ کا جلد پہنچ جائے گا، آپ  
اس بزرگ روشنی تک پہنچ جائیں، ہاتھ کی بھروسہ دیں سمجھائی جائے گی۔“

اتھاں کا اسد نے اہدا ہام لے کر قدم آگے بڑھا ہے۔ راتے میں اسے بہت  
سے درخت بھی دکھائی دیے جو بہار کا موسم ہوئے کے باہم جو اپنی شادابی کو ٹوکرے تھے۔ ایسا  
گلہ قابی ہے جو ان ہی نڑاں ہوئے ناکام ہنانے کے لیے روشنی کی بزرگی دکھار بھادی گئی ہو۔  
اسد ہب بزرگ روشنی کے سرے پر پہنچا تو یکدم ہو روشنی سرگزگ کی روشنی میں داخل گئی۔

”اوی! تھا کیا ہوا؟ ناکس ہا کہا تی؟“ اسد جو بہت جے سے اوی کی گود میں سر  
رکھ کر لینا پر جس کی کہانی سن رہا تھا، اوی اماں کو چپ، کچھ کر بے قراری سے بولتا۔

”آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ کل ہم یہاں سے یہ شروع کریں گے،“ اسی  
بھرپری دہلی کا نام ہو گیا ہے۔ ”اوی اماں نے پیارے اسد کو کہا تی، وہ کتنے کی وجہ تھا! اس  
کا مریضی پر رکھ کر لاٹھی لیتھے ہے اپنے کمرے میں جائے گی۔  
اسد بھی دہلی کو چاہتے، دیکھتے من ب سوراہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے  
آکھیں بد کیں تو فراہی سا بھی گی۔

\* \* \*

”رکور کو اسدارک جاؤ۔“

اسد کا دوست احمد اسے زور زور سے آوازیں دے کر وہ کتنے کی کوشش کر رہا تھا تھا  
اسد اس کی آواز فراموش کیے اندھا ہند بھاگنا ہوا جگل کی طرف جا رہا تھا۔

”آج میں اس جگل کا راز ہاں کر رہی رہوں گا، جو نگھر روز خواب میں اپنی طرف  
بدلتا ہے۔“ اسد نے خود سے کہا اور پہلے سے زیادہ تیز رفتاری سے بھاگنے لگا۔ مگر یہ کیا

آئیں!

# لال محل

کری اور سائنس رکھا بیرون جس پر لفٹ قسم کے کھانے پینے کی اشیا پڑی ہوئی تھیں۔ کری پر پیغمبیر ایک لڑکی پرے اپنی کام سے کھانا کھاری تھی۔ اسد نے اس کے پاس جا کر سلام کیا جس کے جواب میں لڑکی پڑی۔

”تو تم ہو وہ شہزادے جو آزاد اور اے لال مل کی تھی بننے والی ملکہ؟“

”ہوں!“ اسد نے جواب دینے کی وجہے بخرا بھرنے پر اکٹھا کیا تو جن کی ہمیں بولی۔

”ایک سال اور ایک ہی موقع بے تدارے پاس اگر تم مجھ کے جواب دے سے پانے تو کوئی بھی لال مل کی ملکہ کو آزاد نہیں کرو پا سے گا۔ تو تم چارہو؟“

”ہاں میں چارہوں۔“

اسد نے کہا۔

”وہ کون کی حقوق ہے؟ بوس سے پہلے چارہوں پر چلتی ہے، بڑے ہو کر وہ بیجوں پر اور بڑے ہو کر تین بیجوں پر۔“

”انسان بیچن میں چارہوں سے بیچن کے بعد وہ تینوں پر اور بڑے عابروں کر تین دو تینوں اور ایک لاٹھی سے پڑتا ہے۔“

ایک دن کے وقق کے بعد اسد نے جواب دیا تو ایک گھنٹا کا ہوا اور سب صاف ہو گیا۔ اسد پیاز پر بنے خدا کے سے کھر کی طرف میل دیا۔ وہاں ہو جو دن جو جان پا کاتا اس کی خوبی بیٹھل کا گنج جواب سن کر بنا سے باخوبی دوستی ہے اور مفتریب پر امام بھی آئے والا ہے انھوں کر بابر کو بجا گا۔ اس نے اپنے بائیں ہاتھ کو من کے آگے لا کر پکھنے پر حا اور اسد کی طرف آگ کا گولہ پھینکا۔ اسد نے جلدی سے سورہ الناس کا درود کرنا شروع کر دیا جس سے جن کے کسی جادو کا اسد پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسد سورہ کا درود کر جاتا آگے پڑھتا کیا اور جن کی پیشہ بنتا ہوا اپنے ہی ہاتھے آگ کے خول میں گز کرنا ہو گیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے شاہزاد پری سے بھی چادر کا اڑھٹم ہوا اور وہ بھی اپنی اصلی حالت میں آگئی۔ تبہت بہت سکر پر شہزادے اہم آپ کا یا احسان بھی نہیں جو ہنس گے۔ ”پری نے سکر کر کیا۔ اور دو توں لال مل کی جانب روشن ہو گئے۔ جہاں ان کے آنے پہلے ہی لال مل کو بیکن کی طرح سہا گی تھا۔ سب پر یاں ان کی آمد پر پھولوں کی ملٹیں ہاتھ میں پکارتے ہو گئے کے لئے کمزی تھیں۔ سب نے اسکا شکریہ ادا کیا اور ملک پری زادے نے اسد کو ایک چھوڑی دی جس پر تین سوچوں سے ستارے ہنے ہوتے تھے۔ اسد کی خوشی کا کوئی نہ کاٹنے تھا۔ اس نے لال مل کی غوشیاں ہو جو دی تھیں۔

”اٹھا اس نے ایک دوست ہو گیا ہے۔“ اسی کی آزاد پر اسد کی آنکھ کھل گئی۔

”کیا وہ خواب تھا؟“ اس نے سوچا گمراہ پنے سائٹہ بھل پر پڑی وہ سنہری چھوڑی دیکھ کر اسے یقین آگیا وہ خواب نہیں تھا بلکہ وہ حقیقت میں لال مل کی یہ کر آیا تھا۔☆

”لال مل میں خوش آمدی ہے شہزادے۔ آئے آپ کا ہی انتظار تھا۔“ ایک بہت فوٹو صورت پری لال رنگ کا ہی بس زریب تھی کیے، سرپر لال اور سنہری رنگ کا تاثر پتے۔ باخوبی جاہوںی پر کھڑے چھیڑا اسکے آگے جمع کر بولی۔

”پری کی آمد ہو گئی ہے۔“ پلٹلی پری نے آن کی آن میں یہ خبر پرے لال مل میں پھیلا دی۔ نیکی پری نے جب یہ سنا تو اپنی کھلے گھیر والی فراں سنبھاتی اپنی دیرتی بھانے کے لیے جنت کی جانب بھاگی جہاں تک پری زادیکے لگائے آجھیں بند کیے ہاں کے مالا تھے کچھری تھی۔

”کوئی نیکی پری ایکیے آجھے ۹۷“ ملک پری زادے نہ ہے اگھوں سے ہی سال کیا۔ ”مرست مل بات آپ آپ ہر قربان ماری بیماری ملکہ اشیزادے کی آمد کی خوبی اُتھی ہوں۔“ نیکی پری اپنی گردان جھکا کر ہلہ ملک پری زادے کہا۔

”وہت شانع کیے بغیر شہزادے کو ہمارے سامنے لا جائے۔“ جب اسد کو ملک پری زادے کے سامنے لایا گیا تو اس کے جسم سے پھوٹن روشنی دیکھ کر اسد کی آجھیں پھر صاف ہیں۔ ”آپ کو بیساں ہلانے کے لیکھتے ہمارا بہت بڑا معتقد تھا پر اس، جو آپ کے عادہ اور کوئی پہر انہیں کر سکتا تھا۔ ہماری بیٹی جو اس جنت کی اگلی جانشی ہے، اس کی گشتنی کے سلسلہ میں آپ کو بیساں لایا گیا ہے، وہ ایک شیخانی جن کی قید میں ہے۔“

ملک پری زادی کی بات سن کر اسد نے پوچھا:

”مگر میں تو بہت مچھوڑا ہوں جن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔“

”بات چھوٹے بڑے کی نہیں ہے شہزادے۔ جن کی قید سے ہمارے جگہ گوئے کوںس دی رہا کہ سکتا ہے جو شادی کے دس سال بعد یہاں آہو اور اس کے دس سال بعد بھی کوئی بہن بھائی یہاں نہیں ہوا ہو۔ ہم بہت حر سے سایہ پیچے کوڑھوڑ رہتے تھے۔ آپ کی آمد کے بعد یہ دس سال ہم نے کیسے گزارے جس پر یہاں جانتے ہیں جاہدا خدا دبیں ہنچتے سے پہلے راستے میں ایک لاری سے آپ کی ملاقات ہو گئی جس کے سوال کا بھی جواب دینے پر یہ آپ اپنی مزدیں کی تھیں سمجھے جیسے تو آپ رست بھک جائیں گے۔ وہاں کی بھی اسی شیخان جن کی سماحتی ہے۔ یہ شرط ہے، پہنچنے کے لیے۔“ بتاتے ہوئے ملک پری زادی کا اذار نہ ہے مگر اس نے جلدی خود پر قابو پایا اور اسکو جن کے مل کر اس راستے سمجھا گئی۔

.....

اسد نے اٹھا کا نام لے کر اجازت چاہی اور سفر پر روانہ ہوا۔ جھلک کی وہ بجداتی حسین تھی کہ کسی جنت کا گمان ہوا تھا۔ آسمان کو پھوٹے ہوئے ہوئے درخت اور زمین پر بھی رنگ بر گئے پھولوں کی نیٹیں بھری ہی تھیں۔ منکے منکے پھٹے پھٹل اور پھول ان درختوں پر لگے ہوئے تھے۔ اسدا کے بڑھتا کیا گہر پھر جھلک کے پھٹوں نیچے اسے ایک عجیب و غریب قسم کا نظارہ دیکھنے کو ملا۔ درخت کے ایک تنے میں بڑا ساراخ تھا۔ ایک



ہر آک نہ داری سے تھے بخوبی  
کریں گے وہ کپڑوں پر اب اختری

جو اٹھے لگے تھے بہت دیر سے  
سوئے ۵۰ آنکھیں میں خیر سے

بخوبی کھیں جیں تو ناتی کھیں  
کریں اب نہ ایاں پناہی کھیں

سوئے نی ہوتا ہے بیدار اب  
ای وفات ہوتا ہے چار اب

امگی کوفت کے کما کرم کو فتح  
پکھوئی روز میں پھر کرو گے حربے

نکش روز و شب کو زد ابھی ثبات  
بھی کے جس دن تو کبھی کی بہرات

اگر تم کو ہے خوب نزارِ زکام  
تو بہر ہے گمراہ میں کرو تم آرام

سو پھر تم ماسک پہنو ضرور  
تب ہی سب کھیں کے جھینیں ہشوار

رکھو اپنے ہاتھوں کو تم اتنا صاف  
جزاائم تم سے کرس انحوں

محنت کی ہے رکھی جھینیں دیکھے بھال  
کردا ہے بے شکن ہذا اک دبال

اگر پھر ہے معمول پر اب حیات  
گمراہی نوا ارسلان کی یہ بات

عقلی میں محنت ہے اور جان ہے  
عقلی سنوا نصف ایمان ہے

نیا سال آیا ہے لے کر نوید  
ہر آک روز کو مولا کر دے تو حمید

نیا سال امید کی ہے کرن  
ہو خوبیوں میں ہر ایک یا رب تکنی

سو پھر تم خوب آگے بھو  
تجھ سے پنجیں لگن سے پھو

خدا کا کریں حضر کیسے ادا  
کردا ہے کی چانتے کو ہے اب دبا

کہا دوسرستی کا آرام کا  
کہ آیا ہے اب وفات پھر کام کا

پھر پھر آجا معمول ہے  
تو کرتے جس ہم ہات اسکل پر

بھجوں سے گمراہیں رہے جس دنام  
بہت بھجوں کا رہا احتمام

ہوا لاک ڈاں میں بس بھیں کوڑ  
بہت زندگانی میں آیا جھوڑ

ہوئی صاف اسکل کی دھول ہے  
کہ پھر کھل گی پھر اسکل ہے

کے جلاں ہانے کی وجہ سمجھنیں آرہی؟ دعا کرو کہ ان کا جوان اچھا ہو وہ فتحی میں نہ ہوں  
ورنہ تم سب کی شامت ہے؟" زین پری، مسکان پری اور شہری پری سے حاصل تھی۔  
"چھ نجیں کس کی نظر لگ گئی ہمارے یادے پر جان و چند دن میں تی دیران سا  
لگنے لگا ہے" شہری پری افسوسگی سے بولی۔

"مجھے تو لگتا ہے یہ ہیں کے جہات کی کوئی شарат ہے۔ ضرور انہوں نے کوئی  
جادو کیا ہے۔ کوئی ایسا ستر یا جو لگا ہے کہ سارا پر جان بے راقی ہو گیا ہے" مسکان پری نے  
اپنے خدشات کا انطباق کیا۔

"باں شاید ایسا ہی کہہ ہو۔ جہات کی شarat ہو سکتی ہے۔ حد تھی تو برت کرتے  
ہیں وہ ہمارے پر جان سے۔ اتنی خوبصورت، سرسرزہ شاداب بجکہ اور کچھ ہے بھی تو  
نہیں۔" شہری پری بولی:

"چلو بھی میں چلتی ہوں تیار ہو جاؤں وہ ہمارے قلبے میں تھوڑا ہی وقت ہے۔" زین  
پری شہری پری کی ہاتھ میں ہوتے کے بعد بولی۔  
"بس، ہم لوک بھی جلدی سے تیار ہوتے ہیں۔ تھوڑا ہی وقت ہے" مسکان پری بھی  
یہ کہتے ہوئے اٹھ گئی۔

پر جان میں بھی بھاگی تھی۔ جو کوئی بھاگ مدد میں لگا تھا۔ ملکہ پری نے بھائی  
ٹھوڑے سب ہیں اُنگیں میں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔ جو کوئی ایک دھرے سے پوچھ رہا  
تھا کہ آخڑاں بھائی اجلاں کا اچا کچ متصدی کیا ہے؟ پوچھ پریاں تو ذرا بھی رہی تھی کہ ٹھایہ  
کوئی غلطی ہو گئی ہے جس وجہ سے ملکہ پری نے سب کو ان میں فوراً حاضر ہونے کا حکم دیا  
ہے۔ مسکان پری کی مکاراٹت نا اس تھی۔

"الگ ہے کوئی بہت ہوئی ہاتھ ہے، وہ اس طرح ملکہ پری نے بھی بھیں ہیں ہیں۔"  
شہری پری مسکان پری کو فخر مددی سے کہہ رہی تھی۔ پر جان کے ملاحت سب کے مامے  
جیں بھر بھی تم لوگ سوتھے ہو کر ملکہ مالیہ نے کہیں کہس ہا ہا ہے؟" زین پری نے کہا۔  
"اجھی طرف تو جانتے ہیں سب کہ پر جان میں چھپتے پورہ دن سے ہائل کیا رہا  
ہے۔ سارے بامات دیران ہاور ہے جیں پھر ہوں کی رنگت بھلکی پر رہی ہے۔ آشادوں کا  
پانی پسے جس شفاف نہیں رہا۔ پانی کی رہا ہی اور بہادر میں بھی کی آگی ہے جیسے پانی کم ہو رہا  
ہے پاٹھم ہونے والا ہے۔ پھر سوکھ رہے ہیں۔ بزرگیاں پہلے کی طرح اُنگیں رہی جو  
اُنگ رہی جیں وہ ذات سے گردہ ہیں۔ آسان ہر بھی ٹکا جاساندھرا ہے جیسے سورج لٹکنے کو  
چیز نہ ہو۔ پھول مر جمار ہے ہیں۔ پرندے بھی جوچھا نہ بھول گئے جیں اور تم لوگوں کو ملکہ پری

حاکم اطہر

# اُمید نو بہار



سہر پرپی نے ملکہ پرپی سے کہا۔ ”طلسماتی آئینہ حاضر کیا جائے اور بھول گر دکھایا جائے“  
ملکہ پرپی نے جانلی بجا کر حکم دیا۔ اسی لئے ایک پرپی طلسماںی آئینے کر حاضر ہو گئی۔ یہ سے  
درہار کی نظریں طلسماںی آئینے پر جمعی تھی۔ طلسماںی آئینے میں بھول گر دکھائی دے رہا تھا۔  
ہر سے بھرے ہائے کام کا مظہر تھی جس میں ایک لاکھا درخت کے پیچے کھڑا تھا جس میں ایک نوکری  
نکلوے اور درخت کے اوپر ایک لاکھی چڑھ کر سب تو زور کرو کری میں پیچک رہی تھی۔

”شانزے گل احمدی کوہرہ بوری ہے“ امیر حمزہ بولا۔

”بس بھائی اور سب اور“ شانزے گل و جس سے چلائی۔ سارا درہار طلسماںی آئینے  
میں یہ مظہر دکھر دکھا تھا۔ لڑکی کو کری میں دو آخوندی سبب ڈال کر چھڑا گکہ مار کر درخت سے  
آٹھی اور اسہرہ صرہ سے تباہوں کی توکری کر دی۔

ہائے کام کا مظہر بہت ہی کافی تھا۔ ہر اجرا ہائے کام رنگ کے پھول اور رنگ بر گی  
آٹھی تھیں جو پورے ہائے میں آٹھی پھر رہی تھی۔ سب پر باں پوری دلچسپی سے طلسماںی  
آئینے میں دکھردی تھی۔

”کیا یہ دونوں اس سے کام و خود میں کے اور پرستان آنے کے لئے تیار  
ہو گئیں کے“ ملکہ پرپی نے فرمادی سے پوچھا۔

”تھی ہاں ایسے دونوں بیچھے ہی پکام کر سکتے ہیں اور دونوں پرستان ضرور میں گئے“  
ڈیجن پرپی نے یقین دہانی کروالی۔ ”لٹک کے پھر انہیں پرستان لایا جائے اور خیال دے  
کر یہ ہمارے سہمنا ہیں ان کی عاطرہ دارت میں کوئی کمی نہیں ہوتی چاہیے“ ملکہ پرپی  
سارے درہار سے خاص تھی۔

اجراں تھم ہون کا تھا۔ ازان والین دنی میں بکھارا دعا قاہرہ اور زمرہ جمیعی خود جاری تھی  
شانزے گل اور امیر حمزہ کو لینے کے لیے۔ زمرہ پرپی بھبھ پھول گر دکھنی رات کا اندر ہوا  
محفل کا تھا۔ یہ نہ سے اپنے اپنے گروہوں کو اوت رہے تھے خندی ہو گئی ہلکی ہلکی تھی۔  
زمرہ پرپی نے امیر حمزہ اور شانزے گل کے دروازے پر دکھ دی، دونوں نے زمرہ پرپی  
کی ساری باتیں بہت توبہ سے سنی اور پرستان جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ امیر حمزہ اور  
شانزے گل نے اپنی اپنی سے پرستان جانے کی ایجادتی اور زمرہ پرپی کے ساتھ ازان  
حالیں پر دیتے گئے۔ چالین ہوا میں بلند ہوا، آہان پر چکتے ہمارے دور میں پرچھوٹے  
چھوٹے نظر آتے گرے۔ دونوں ہی چالین پر یعنی اور گرد کے مظہر سے لطف انداز ہو رہے  
تھے۔ زمرہ پرپی و دونوں کوائف بھروسے کے بارے میں یقینی بھی جاری تھی۔ پرستان سے  
کچھ پہلے بحث کا علاقہ تھی آیا جو انہیں تھے میں ذرا باہم تھا۔ امیر حمزہ نے بہت خور سے

بحث کے شرکوں کی کھا اتھی ہرے میں ہر چیز سیاہ چادر میں جبکی ہوئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر  
میں پرستان آگیا۔ ازان قائم زمین پر اتر اتو بہت سی پریاں دا میں، با میں قطار بنائے  
ہاتھوں میں پھولوں کی پیسوں کے قبال اٹھائے کھڑی تھی جیسے ہی امیر حمزہ اور شانزے گل

ملکہ پرپی کے درہار میں سب سرگوشیاں کر رہے تھے۔ پرے درہار میں بھکی بھکی  
آوازیں گوئی غریبی تھی۔ سب اپنے خدشات کا اٹھکر ایک درہرے کے کاؤن میں مند  
ویچے کر رہے تھے، کہ اعلان ہو امکنہ عالیہ درہار تحریف اوری ہے۔ ایک دم سے سارے  
درہار میں سنا ہا چھا گیا۔ سب پریاں ہمودب ہو کر جنہے گیس۔ جیسے ہی ملکہ پرپی درہار میں  
ڈھل ہو گئی سب تھیما کھڑی ہو گئی۔ ملکہ پرپی بڑی شان سے پہنچی ہوئی اپنے شاندار  
تحت لکھ پہنچی۔ تحنت بے حد غریبیوں سے اور شاندار تھا۔ تحنت پر جنگ جنگ ہیرے جلے تھے  
جس سے رہشیاں پھوٹ رہی تھی۔ ملکہ پرپی بڑی دنیا کوست سے تحنت پر رہشان ہوئی۔  
تحنت پر ڈھنڈ کر انہوں نے پرے درہار پر ایک نظر دہائی سب ہم سادھے ہیں تھے تھے۔  
ملکہ پرپی کی نظریں چیز کی کوچھیں کر رہی تھیں۔ یہ ملکہ پرپی کی نظر و ہیں پرپی پر ہو کر نظر گئی۔  
”ڈیجن پرپی اپنے شان کے حالات آپ کے سامنے ہیں“ ملکہ پرپی ڈیجن پرپی سے  
ٹھاکر تھی۔ ڈیجن پرپی اپنی کری سے انکھ کھڑی ہوئی۔

”آپ سب جانتے ہیں کہ آہنہ آہن سب کچھ جسی کی طرف جا رہا ہے۔ کوئی  
بھی جنگ جسی نہیں۔ زمین بھر ہو رہی ہے۔ پھل سزیاں اکنے کم ہوتے جا رہے ہیں۔  
آہنی روں اور بھیلوں کا پانی بہت کم ہو گیا ہے اور دیکھ کر لکھا ہے بہت جلد ستم ہو جائے گا۔  
اگر یہی حالات رہے تو بہت جلد پرستان کا وہ ختم ہو جائے گا اور ہمارے اس لحاظے کا  
ہام و شان بھی ٹھیک ہے۔ ڈیجن پرپی آپ بتائیے یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟“ ملکہ پرپی  
نے ڈیجن پرپی سے پوچھا۔

”مجھے لگتا ہے یہ جہات کی ساری اسی سے اور انہوں نے اسی کوئی پادا دیا ہے۔“ ڈیجن  
پرپی با ادب کھڑی اپنے خیالات کا اٹھکار کر رہی تھی۔

”ٹھیک ڈیجن پرپی اپنی اسی جا سوسی زمبا سے ساری تھیں کروائیں ہوں جہات کا اس  
میں کوئی بھی نہیں“ ملکہ پرپی نے بتایا۔

”اس میں کام کیا ہے؟ جو کچھ پرستان میں ہو رہا ہے اس کا پہ کیسے چلے گا؟“  
ملکہ پرپی درہار میں موجود سب پریوں سے پوچھ رہی تھی۔

”ہمارے جا سوسی اس میں کام ہو چکے ہیں۔“ دنہنک جانے  
کر پرستان میں یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔“ ڈیجن پرپی بولی۔

”میں ایک ایسی جنگ جاتی ہوں جہاں کے لوگ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔“ سہر پرپی  
کھڑے ہو کر بولی۔

”پہنچا ڈیجن پرپی! جلدی بتاؤ، دیکھی؟“ ملکہ پرپی بہت جنگی سے بولی۔

”ملکہ“ عالیہ ادیا میں ایک سرہنہ دشاہ اپنے گاہی سے پھول گر جس کی ہوا میں ہازگی  
ہے۔ پھول لکھے ہیں۔ جھرنے بہر رہے ہیں۔ دہان دو، بہن بھانی ہیں، امیر حمزہ اور  
شانزے گل وہ ہمارے اس میں کام ہتا کتے ہیں۔ میں ان پھوٹوں کو پرستان لانا چاہیے۔“

کانے کے بعد وہ ملک پری کے دربار کی طرف روانہ ہوئے کہ ان کو بتائیں وہ عمل  
اوسمی نے میں ناکام ہر ہے ہیں۔

راستے میں ایک بول کوئی ان کے سروں پر آزدی تھی۔

سرمیلی کوں تم بہت اچھا کاتی ہو۔ شائزے ملے کوئی کسر میلی آزادی تعریف کی۔

”پاہے پنجاب جو نظر آتا ہے وہ بہت آنکھیں“ کوئی ان کے کام کے قریب گلکھانی۔

اوہ نظر سے اگئی۔ امیر حمزہ اور شائزے ملے سرمیلی کوئی بات پر خود کرنے لگے اور ملک  
پری کے دربار میں داخل ہوئے۔

”کوئی تو خوبی؟“ ملک پری بے عینی سے کفری ہو کر پوچھ دی تھی۔

”ہم عمل وحدت نے میں ناکام ہے ہیں۔ مگر انہیں بھیج دے اگر آپ  
میں اجازت دیں تو ایک تجویز ہے خارے پاس“ امیر حمزہ نے بات عمل کی۔

”باہجت ہاتھیار سے بخوبی ملک پری ہوئی۔

”آپ پر سماں میں اعلان کر دیں کے ہم اپنی دیانتیں والیں پڑے گئے ہیں، اور ہم  
ناکام ہوئے ہیں۔“ میں اجازت دے دیں کہ ہر طبقاتی انگوٹھی یعنی کرنا سب ہو چکیں  
سب کی نکروں سے اوچھل ہو جائیں میں کوئی دیکھنے نکے۔ پھر زخمیتے ہیں اس کا عمل“  
امیر حمزہ نے ساری بات تائی۔

”پاکل کی گئے، میں انہیں اعلان کر دیتی ہوں کہ امیر حمزہ اور شائزے ملے کوں وہاں  
جادہ ہے جس ملک پری نے ہتھیار کر کر شاید وزیر کو بلا یا اور حکم نامہ باری کیا۔

تحویلی ہی دیر میں پورے پر سماں میں یہ خبر بکال کی آگ کی طرح بھل گئی کے  
امیر حمزہ اور شائزے ملے والیں جادے ہیں پر سماں میں ہونے والے واقعات کا عمل  
اوسمی نے میں ناکام ہوئے ہیں۔ اور امیر حمزہ اور شائزے ملے نے ملکی انگوٹھیاں  
اپنے اپنے ہاتھوں میں ہمکاری اور سب کی نکروں سے اوچھل ہو گئے۔ دلوں والیاں دے  
پر سماں میں گھونٹنے لگے۔ اچاک ان کی تھریزی تو بزری پری باخوبی میں کھرے کا ڈاکٹلے  
انکی رہنماد ہو کر اور سارا گمراہ سارہ بھری کے گھر کے ساتھ پیٹکے دیا۔

”سارہ پری کی سمجھی دیکھ دیتے ہیں۔“

”شاید نیم پری نے“ سبز پری پھی دیا۔

پہنچیں کیا مدد ہے نیم پری کو؟“ سارہ پری اپنی جادوئی چھڑی سے کھڑا اس  
کرتے ہوئے بولی۔ شائزے ملے اور امیر حمزہ ہیں پری کے گھر داخل ہوئے۔

ذیں پری کے گھر طبقاتی انگوٹھی پہنچنے کی وجہ سے وہ سب کی نکروں سے اوچھل ہے  
اور کوئی انہیں مبنیں دیکھ سکتا تھا۔

لنشیں پری میٹھی تھی اور کھردی تھی کہ:

ازن ہالیں سے آتے۔ پریاں ان پر پھلوں کی پیچاں پچھاڑ کرنے لگی۔ نیم پری نے  
آگے بڑاہ کر شائزے ملے کو گلے لکھا۔ اور دلوں کو ملک پری کے دربار میں لے کر حاضر  
ہوئی۔ ملک پری نے مسکراتے ہوئے ان کا استھان کیا۔ امیر حمزہ اور شائزے ملے دربار  
میں ہوئے۔

امیر حمزہ نے تھال سے ایک انگور انداخا دہ آدھا سیاہ قابض بچل یا تو آدمی سے یاہ تھا  
تحویلے ملے ہوئے۔ ملک پری نے امیر حمزہ کو بکھار دیا۔

”ایسے ہی بچل اگ رہے ہیں۔ یا اسے یا آدمی سے یاہ ہو جاتے ہیں یا انہیں  
چلتے ہیں۔“

”کیا اسیں پر سماں میں سب مجذب جانے کی اجازت ہے؟“ شائزے ملے جانے جاں  
کیا۔

”آپ سب مجذب جانکتے ہیں۔ میں اپنی حکم ہندو باری کر دیتی ہوں کہ امیر حمزہ اور  
شائزے ملے پر سماں میں سب مجذب آزاد حکم کرتے ہیں۔ جس چیز بکار کے بارے میں انہیں  
معلومات دکار ہوں ان کو منیا کی جائیں۔“ ملک پری نے حکم ہندو باری کر دیا۔ تھوڑی بھی دریں  
دلوں پر سماں میں بکال کے ایک گھر کے باہر سے گزرتے ہوئے پہنچاواڑیں سنائی ہیں۔

وہ چھاپری کا کمر تھا۔ دروازے پر دھک دے کر دلوں بھن بھانی گھر کے اندر  
والیں ہوئے چھاپری بہت ہی پیارا ایک باری تھی۔

”یہ کیک کس کے لئے ہے؟“ شائزے ملے پر چھا۔ نیم پری کی بھی کی ساگرہ  
ہے اسی کے لیے ہے۔

”وہ اور یکھنے میں تھری دلگہ ہے۔“ شائزے ملے کے کہ۔

”کھانے میں بھی تھری دلگہ ہے پیاری لڑکی“ چھاپری سکرتے ہوئے ہوئی۔  
”دلوں بھن بھانی“ میں سے لگتے سامنے تھارہ پری کی طرفی پاہوں پنگھ باری تھی۔

”یہ کیس لئے ہیں۔“ امیر حمزہ نے پوچھا۔

”نیم پری کی سمجھی شہزادی کے لیے۔“ تھارہ پری نے جواب دی۔

”پریاں تو سب بہوت پورا محبت سے رہتے ہیں بھانی وقت پر چھو دلوں کو پانی دیتے  
ہیں۔ تھوڑے سے محبت بڑھتی ہے ایک دوسرے کو تھاں بھی دیتے ہیں۔“ پھر پر سماں  
کے حالات دیتے کیوں ہیں؟“

”وہ بھج سے باہر ہے، جادو بھی جیں، جذات کا بھی، تھوڑیں بھرا بیسا کیا ہے؟“  
ہمہ نکروں سے اوچھل ہے۔ امیر حمزہ سوچ رہا تھا پر کوئی سر اپاٹھوں لگ، بھاٹا۔ رات  
کو سب نیم پری کی بھی کی ساگرہ میں شامل ہے سب بہت خوش تھے۔ دھوم دھام سے

سالکرہ منانی گئی اور امیر حمزہ اور شائزے ملے بالکل ناکام تھے انہیں بالکل سمجھنیں آرہا تھا  
پرستان کے حالات دن بدن خراب کیوں ہوتے جا رہے ہیں۔ پورے پرستان کا چکر

رسے تو چندی دن میں نہم ہو جائے گا اور ہمارا کوئی لحکا نہیں پہنچے گا۔ اب سب مل کر فیصلہ کر لیں کہ اپنے دلوں کو بھوت کیسے حسد بخش سے پاک کرنا ہے اور اپنے اس پرستی کو بچانا ہے یا ان راتیوں کے ساتھ ہی نہم ہو جائے گے۔ ملک پری بے حد کہ سے بول رہی تھی۔ سب پر یاں خاموش اور شرمدہ تھیں اور نظریں جھلی جھلی پرے دربار میں بنادیں تھیں۔ اخڑا جن پری نے اس خاموشی کو توڑا۔

”ملکہ“ عالیہ ہم سب تجارتیں ان تمام راتیوں کو بچوڑانے کے لیے ہم اپنے پرستی کو کچھ نہیں ہونے دیں گے۔ ”ذین پری ایک عزم سے بولی اور ہاتھی پر یہیں نے بھی ذین پری کی ہاں میں ہاں ملائی۔ اگلی ساری بہت راشن اور پھر دھرمی سب پرستی کے ہے باغ میں شیش تھے۔ اخیر حزہ اور شائزے ملک نے اپنی اپنی زندگی سے ”اسید“ لے براہ کے چیز“ کاٹا اور سب پر یہیں کے ہاتھوں میں دے دیئے۔ مکان پری نے مسکرات کا جی ہوا۔ زمرہ پری نے قی کا سارا جو ہی نے روشنی کا ذین پری نے احساس اور طمیث کا ایک بھت کا شائزے ملک نے آن کا اور ملک پری نے سماں کا جی ہوا۔ جیسے ہے اخیر حزہ نے بھت کا اسے پڑھا کر کے اسے پاٹی دیا۔ جی ایک ہم پڑے کی کل احتیار کر کیا اور پوہا ایک دم دھوت اور چاہو اور ہر ایک دم کا درد دلت ہیں گیا۔ پرستی کے پھول وہ بارہ ملک گئے۔ سارے مظہر ایک لئے میں ہل گیا۔ سب پر یہیں نے اخیر حزہ اور شائزے ملک کا حصہ ادا کیا۔ ملک پری نے اخیر حزہ اور شائزے ملک کو بہت سے تھاںک سے نوازا اور وہ دلوں مسکراتے ہوئے ازان قلنی پر یہیں کراچی دیباکی طرف روانہ ہو گئے۔

خوب یہیں چڑیاں  
خوب یہیں چڑیاں

بھاگے آئیں سب نجھے پچے  
لیکن باجھو ن آئیں چڑیاں

اخیر اُھر اُکر پچا  
یاں اپنی جان چاہیں چڑیاں

جیسے ہی ہو جائے شام  
وہیں سکر آجھائیں چڑیاں

سُن سویرے انھوں گر اترف  
حمد اللہ کے گائیں چڑیاں

## چڑیاں

سید اشرف تھیوں

”میں تو ساگرہ میں جاتی ہیں اس لیے جھلی گئی کہ ملک پری کی سکھ بات گئی تو اچھا نہیں ہو گا۔ میں بالکل پرندگیں کرتی دلوں میں جی کو مفرود ہیں دلوں۔“ ذہشیں پری نظرت سے بھرے بچے میں بول رہی تھی۔ اخیر حزہ اور شائزے ملک نے ایک دھرم سے طرف دیکھا معاشر اب ان کی سمجھو میں آئے تھا تھا۔ وہاں سے لکل کر دوہر پرستی کے باعث میں آئیں۔ باعث میں کوئی کوک رہی تھی۔ تھلیاں مر جائے پھولوں کے کروڑا دس ٹھنڈی تھی۔ ایک تھی اور کوئی نہ تھی۔ ملک کے ہاتھ پر آجھی تھی۔ کہوں کے طبقاتی انجمنوں پہنچ کی وجہ سے صرف پرندے ہی انہیں دیکھ سکتے تھے اور کوئی نہیں۔

”پاری لاکی جب دل صاف نہ ہوں تو سب کوہ میلا ہو جاتا ہے۔“ تھی بات کر کے اڑاگی۔ دلوں بہن بہانی ملک پری کے دہار میں حاضر ہے۔ ملک پری نے پڑھوں اور اسیں ان کا مقابلہ کیا۔

”کچھ پڑھ پڑھ پڑھ پڑھ“ ملک پری انہیں نیٹھنے کا انتہا کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ ”تھی ہاں اسہ پڑھ پڑھ ملک پری۔ پرستی میں لئے نہیں والے سب لوگوں کے دل سیاہ ہو چکے ہیں۔ سب بظاہر ایک دھرم سے بھت کا دم بھرتے ہیں لیکن اصل میں ایک دھرم سے ناصرف نظرت کرتے ہیں بلکہ حسد بھی کرتے ہیں، جھوٹ بھی کہلتے ہیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی برائیاں جو بھاہر نظر نہیں آتی بہت ہی صیاف ہوئی جو اور زوال کا ہامٹ بھی ہیں۔ جب پرستی میں پاری بھت اور احساس تھا سب کوہ قاب پی سب نہیں تو آہستہ آہستہ سب چیزیں بھی نہم ہو رہی ہیں۔“ اخیر حزہ نے تفصیل دی۔

”اس سب کو لیک کرنے کے لیے ہم کی کر سکتے ہیں اخیر حزہ؟“ ملک پری نے سوچل کیا۔

”ہمارے پاس جادوئی“ آہستہ آہستہ کے چیزیں۔“ اخیر حزہ نے اور شائزے ملک نے اپنے بھت پر بندگی جادوئی زندگی سے وہیں نکال کر ملک پری کو کھاتے۔

”ان یہوں کا کامہ دھبی ہے جب پرستی میں لئے نہیں والے سب لوگ اپنے دل سال کر لیں اور پوری سچائی اور ایمانداری سے اپنے ہاتھوں سے دھچکوئیں۔“ اخیر حزہ نے بات کھل کی۔ ملک پری گہری سوچ میں تھی۔ ہاتھ بھاکر ملک پری نے دھر کو جانا اور بیکاہی اجلاس طلب کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ملک پری کے دہار میں سب ماطرستے۔

”یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ اسے کام کا تجربہ بھی بیٹھا اچھا ہوتا ہے اور ہرے کام کا بڑا پرستی میں کچھ ایسی برائیاں گھر کر بھلی ہیں جو بھاہر نظر نہیں آتی لیکن دل کو ساہ کرتی ہیں رون کو آؤ دہ کرتی ہیں دھیں جس بھوت حسد بخش، کینہ، احساس اور طمیث کی کی۔“ سب پر یہیں کے رنگ قفقاز ہو چکے تھے۔

”میں کسی کا نام نہیں اوسی کی لیکن آپ سب خودا چھی طرح جانتے ہیں کہ میں کس کس کی بات کر رہی ہوں۔ پرستان آہستہ آہستہ جاہی کی طرف جا رہا ہے یہی حالات



”اُس لیے کہ پرندے میرے دوست ہیں، وہ مجھ سے خطرہ محسوس نہیں کرتے۔“  
ہا جس نے کہا۔

”اوے! اوے!“ تحریر میاں بولے۔

”خیر، میں تو تم سے ملتے آیا ہوں، تم نے پرسوں اسکول میں بتا تھا ان کو تمہارے پاس بہت ساری کہانیوں کی کہاںیں موجود ہیں۔ میں بھی پڑھوں گا، مجھے کہاںیں ہیں میں بہت شوق ہے۔“ تحریر میاں خوشی سے بولے۔

”ہاا! آؤ! میرے کمرے میں بچتے ہیں۔“ ہا جس نے اس کا ٹھوٹھا۔  
.....

”مجھے بھی ہا جس کی طرح پر محسوس سے سے کرنی پا ہے۔“ ہا جس کے کمرے والیں آکر تحریر میاں کر کے گئیں میں بھی چاہی پڑھاں پڑھتے رہا رہے تھے۔

”کتنا اچھا گئے گا، جب میں پرندوں سے دوستی کروں گا، ان کے ساتھ کھلیوں گا۔“ تحریر میاں نہ ڈالا۔

”مگر ان سے دوستی دیتی ہو گی کیسے؟“ انہوں نے سوچتے ہوئے سر کھوایا۔  
”نہیں، نہیں، نہیں“ انہوں نے سر اٹھا کر دوار پر بیٹھی اور گیت گا تی پڑھوایا کو دیکھا تو انہیں بے پناہ سرست محسوس ہوئی۔

آج اتوار کی بھٹکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تحریر میاں اپنے دوست ہا جس کے کمرے کے تھے، میسے انہوں نے انہوں کو دیکھا، کیا وہ بکھت ہیں کہ ہا جس مگر کے گھن میں کھڑا تھا۔ ہا جس کے آس پاس بہت سی چیزیں، الیاف زینتیں پڑھیں، ہاچانچے میں صرف ہیں اور ہا جس ان سب کو داد دئیا تو اسیں رہا ہے۔ تحریر میاں کے لیے یہ تحریر جیسے تھی۔ انہیں یہ کچھ کہا اور بھی زیادہ جیسے تھے ہوئی کہ چیزیں، الیاف پھر کسی خوف کے لئے نہیں ہیں، انہیں ہا جس سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو گا۔

”اوے تحریر! آؤ! بھی ادھر آؤ!“ ہا جس نے دروازے کے پاس نہ کے تحریر میاں کو دیکھا تو خونگوار جیسے سماں تھا سے کامائے لگا۔ تحریر میاں چھرے پر چھائی جیسے کھڑا ہوت میں جھوٹیں کرتے ہوئے ہا جس نے پاس پہنچا۔ آسے پرندے دیکھتے ہی اڑ گے۔

”چاڑ کیوں گئے؟“ تحریر نے پوچھا۔

”کیونکہ انہوں نے جھیس دیکھ لیا تھا اور تم سے خطرہ محسوس کر کے اڑ گئے ہیں۔“  
ہا جس نے نہ کر رکھا۔

”تو تم بھی تو کب سے ان کے پاس ظہرے تھے جھیس دیکھ کر وہ کیوں نہیں اڑے؟ تم سے انہیں کوئی خطرہ محسوس کیوں نہیں ہوا؟“ تحریر میاں نے بھوجپن سے ایک ساتھ کہیں سوال کر دیے۔

# تیر میزا اور پرندے

سلمان یوسف سعید

"پاری بڑا!" وہ بڑا کی طرف بڑھے۔

"بھوئے دیکھیں!" اور پھر پیغمبر سے ازگی ان کے سوال کا جواب دیے گھر۔  
تحریز میاں دیکھتے رہ گئے۔

اب ایک لالی گھنی سے ازگی ہوئی اسی دلدار بھائی۔

"پاری لالی اونچے تم سے دوستی کرتی ہے۔" مجھے ہی وہ آگے بڑھے، لالی خطرہ  
محسوس کرتے ہوئے بڑا کر گئی کوئی بندہ ان سے دوستی کرنے پر خامد نہیں تھا۔

"بھوئے تو کوئی بھی پرندوں سے دوستی نہیں کر دے۔" تحریز میاں رنجیدہ ہوتے گئے۔ فر  
جھے چھے انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور زور سے دن ٹھیک سورے ہاس کے گرد پڑتے

ہے۔ سب مہول ہاس اپنے "دوخوں" کے آگے دادا دادا لے میں مسرور تھا۔  
تحریز کو دیکھتے ہی تمام پرندے دادا کا پھر ڈکڑا راستے ہے۔ تحریز میاں منہانے لگے۔

"لو بھی! تمہارے یہ دوست تمہارے اس دوست کو دیکھتے ہی ازگے۔" تحریز  
میاں نے ہاس کو دیکھا۔

"بھا!" ہاس نہ کر پش دیا اور بولا:

"بھی، وہ کسی غیر ماوس غص سے اڑتے ہیں۔"

تحریز میاں بنکارہ ہم کر کبھی نہیں۔

"اچھا، میں تمہارے پاس ایک کام سے آیا ہوں۔"

"ہاں ہاں اتنا تو۔"

میں نے کل کوشش کی کہ ان سے دوستی ہو جائے مگر نہ ہو سکی۔

"کیسے کوشش کی جی؟"

تحریز میاں نے کل ول ساری بات ہادی ہنسنے شروع ہاں کوٹھی کا درود ہے۔

"ایسے دوستیں کرتے پرندوں سے!" ہاس بولا۔

"میر کس طرح کرتے ہیں؟" پوچھا گیا۔

"میں دوستیں سے آجی روشنی لے آں۔" ہاس مکن کی بات ہوئے تھی۔

"کیوں، کیا ابھی ناٹھیں کی تم نے؟ رکو پلے نجھے تم پرندوں سے دوستی کرنا  
سکتا ہے، بھر بھرے گر بھیں کے، وہاں صحیں آجی روشنی نہیں بلکہ پوری روزی دوں گا،  
ہر سے کھانا۔" تحریز میاں ایک سانس میں کہرا گئے۔

مکن کی جانب پڑھتا ہے جس زکما، اُسے دیکھا اور زور سے بٹھے گا۔

"میں آجی روشنی اپنے لیے نہیں لیتے چاہدے۔" ہاس نے بتایا۔

"میر کس کے لیے؟"

"تم دیکھتے جاؤ۔"

"اچھا!"

اور ہاں آجی روشنی لے آیا، پھر اس کے پھونے بھوئے کھوئے کیے اور تحریز  
سے کہا۔

"تم اس کمرے میں پلے جاؤ اور کمرے کی کھڑکی سے خلاڑ کرو۔" تحریز میاں  
کمرے میں پلے گئے اور کھڑکی سے جھانکنے لگے۔

ہاں ان کے پھونے بھوئے کھوئے اور دانے نئے دال رہا تھا۔ دلیاں آئے  
لگیں اور ہاس پلے لگیں۔

"اچھا تو ایسے کرتے ہیں پرندوں سے دوستی۔" کھڑکی سے باہر کا خلاڑ کرتے  
تحریز میاں کو پہ چاکیا تھا۔

ہاس نے سکراتے ہوئے کھڑکی سے جھانکنے تحریز میاں کو دیکھا اور اشارے  
سے کھانا۔ تحریز میاں کے باہر آتے ہی پرندے اڑا گئے۔

"پرندوں کو دانہ دلانا کھلایا کرو، پانی پانی کرو تو وہ تمہارے دوست بن جائیں  
گے۔" ہاس کی بات پر تحریز نے سر برداری۔

☆.....☆

اگے اواریج ہوتے ہی ہاس تحریز میاں کے گھر ان سے مٹے چلا آیا۔ دیکھا کہ  
تحریز میاں گھنی میں کھڑے پرندوں کو دانہ دلانا اور روشنی کے پھونے بھوئے کھوئے دال  
رہے ہیں، پرندے ہرے سے چک رہے ہیں۔ مجھے ہی ہاس ان کے قریب آیا، سب  
کے سب پرندے اڑا گئے۔

"اوے، یہ تو اڑ گے!" ہاس بولا۔

"ہاں، کیونکہ یہ ہر سے دوست ہیں، تمہارے نہیں!"  
تحریز میاں اور ہاس ایک ساتھ قہقہے کانے لگے۔

☆.....☆

**خانہ کے عجیب**

خانہ کوپری ہاس نے لٹک کے رکھا تو ہر بہن "اے ہاں! ہاں!" دارے دیتے۔

خانہ کوپری کے لیے سب سے پہلے ہادی، سوہنہ، دادا اسے حشری کی تھیں اسی تھیں۔

آٹیلی سے پہلے ہادی کوپری حشری کی تھیں۔

خانہ کوپری سب سے پہلے دل خانہ کوپری حشری کی تھیں۔

خانہ کوپری حشری سے پہلے دل خانہ کوپری حشری کی تھیں۔

خانہ کوپری کوپری حشری سے پہلے دل خانہ کوپری حشری کی تھیں۔

خانہ کوپری دل خانہ کوپری حشری کی تھیں۔

(ابوالاس)

# روشن صبح

فرزین لہرا

سے اسلام آباد کا فرمازی میں مٹے کرنا ہے۔ کچھ احمدزادہ بھی بے جسم اُنہوں نہیں ہو گئی تھیں جو کیسے ہے کا؟ پچھ کر کے سوچا۔ ”خود نے ڈپٹ کر کیل اپنے ڈپٹ بک لے لی، فخر نے ماہی سے خود کو بکھار دیکھا اور مگر کارخ کیا نہ ڈال کا پکت لکالا اور جھٹ پٹ پٹ ہو کر شوہدیت سے ہٹ کے پیاسے ہیں انہیں کراپنے اور خود کے مشترک کر کے کارہ کیا، کرے میں، مال ہوتے ہی نہ اڑکی خوشبو مرے میں بھیل گئی، فخر نہ ڈال سے گھر ایسا اپنی لکھنے کی میر پر رکھا اور خود کری سمجھ کر بیٹھ گیا۔ آہت سن کر خود نے کیل سے سر پاہ کیا، نہ اڑکی جان لیا خوشبو اس کے تھنوں سے لگ رانی اور اگلے ہی لمحے وہ اپنی ندیوی آنکھیں فخر کے نہ ڈال پر ہمایے اس کے پاکل بہادری کری پر ٹھنڈی ہوئی کہہ دی جو۔

”میں کب ہو گی؟“ خود نے بے ہالی سے سوچا اور کیل میں مدد پھیلایا، خود ادھر دیکھ کر اس کے بھائی فخر نے پوچھا۔ ”نہیں اسی آرہی“۔ ”خود نے کیل کے اندر سے ہی جا بہد عالماب سمجھا۔ ”نہیں تو بہت آرہی ہے تھیں مال کا سوچ سوچ کر غصی کے ہارے آنکھیں لگ رہی۔“ فخر اپنے بچک سے اخراج کر اس کے پاس آ کری اور کیل سمجھا۔ ”بھائی اخراج تو مجھے بھی نہیں آرہی، اور اب بھوک بھی لگ کر شروع ہو گئی ہے۔“ ایک قدم کیل سمجھنے اور بہر بہت بھوک کی راگئی سن کر خود حملہ ہی تو گئی۔ ”خدا تم تو رہنے ہی دو، مجھ چیز یہی الحنا ہے اور ساز سے سات بے میں کریں۔



دوی چاہنے سے گپٹ کرنے سڑکے کر رہے تھے جوڑی در بعده بھوک سے خفر کی آنکھ مل گئی۔

"ابو احمد کھانا کب کھائیں گے؟" خفر نے عالیٰ لینے ہوئے سوال کیا، آواز سے خور کی آنکھیں مکمل گئی اور اس کو بھی بھوک سانے لگی۔ ابوی نے بڑی صبر سے مود کا نتے ہوئے جواب دیا۔

"میرا بھی تو من چار سوکھ کھیں رکے کہ سال ہی بیٹھاں ہوتا۔" خول در خفر نے پستھے پر اپنا سینکس کا چینا کھول لایا اور بھیں لٹک کر نگے چھپے ہی پیکٹ ٹانیں دیتا۔ دلوں کا زری کی کھڑکی کا چیڈ یعنی کرتے اور پاہر سڑک پر پھیٹ دیجے، اسی طرح کھاتے چھپے ہاتا پاپنے پیاس انجیں رات کر رہی تھی۔ ابوی نے پیڈھی ہٹلیں میں بیٹھ کر رہا تھا، ہوئی تھی، ہٹلی کے کروں میں پنچھے ہی سب تھے ہارے خروں پر فٹے گئے۔ اگلی سچھان سے اسلام آباد کے لیے ہونا تھا، سب نے پھر سے خوبی کرنا شروع کیا اور کاڑی میں جا چکے۔ پھر بار کی طرح اس بار بھی جب خفر در خول پکھ کھاتے، راتے میں پکرا پکھتے جاتے۔ ایک دن بار دادی چاہنے میں بھلی کی سر زبان بھی کی تھیں دلوں کے کافر پر بھوک نہ رکھی، سوتے چاگئے کھاتے پیچے پو پو، انہوں ان آنحضر کا راستا مسلم آباد کی حدود میں واٹل ہوا جہاں بچوں کے پیچے خوشی سے دمک اٹھے ہیں اُنی ایسا دادی چاہنے میں بھی سکون کا سامنے لیا۔ اسلام آباد میں خوب رہا بھر اور صاف سخرا و کھانی دے رہا چاہنے میں بھی بھیں اور سکون کے کاروں پر لگے قہار در قہار درخت الگ بھی پھیپھکار ہے تھے، خفر نے چاکیت کا پیکٹ کھول کر پیکیت من رکھا اور غافلی پیکٹ کو ہوا دوں میں ازتے کے لیے کھڑکی کے باہر پھیٹ دیا۔ اچاکھی ایک کاڑی جیزی سے ان کی کاڑی کا راستہ کاٹ کر کھڑی ہو گئی، ابو نے جیزی سے ریکھ لگائے، ہزار جچ جائے اور کاڑی ایک پھٹک سے رک گئی، سب کے سب سم سے گئے، آگے ادائی کاڑی سے ایک فونی اتر اور سیدھا ان کی کاڑی کے پاس آ کر شیش، ہملا، ابوی نے کاڑی کا شیش یعنی کا تو، فونی پیچ کر سا گیا۔

"احم! کیا یہ تم ہی ہو؟" ابو نیا زام من کر جوان سے رو گئے اور یا کیک ان کی آنکھیں بھی شہ سائی دو گئی۔

"لیوچ! اور تم تو یہ ہی ہو ہا؟" ابوجوزی سے در دارہ کھول کر پاہر کل آئے اور دلوں میں آپس میں خل کر رہے گے دلوں بھیں کے دوست تھے۔ پیچے بھی یہ خفر کچ کر کاڑی سے پاہر کل آئے، فونی ایک نیچلی گھرے اور اڑیں ابوی سے کہا

"احم! تم سے یہ امید نہیں تھی، تمہاری کاڑی سے یہ چاکیت کا ریچ اڑا کھاںدا ملتا ہے۔" کاڑی میں آن پہنچا۔ بچو! کیا آپ لوگ یہ پکھرا سڑک پر پھیٹتے آرہے ہو؟ آپ سکون جاتے ہیں کیا سکوں کو بھی ایسے ہی گذا کرتے ہیں؟ آپ کے انہوں تو ایسا نہیں کرتے تھے۔"

"وہا کیا خوشبو ہے، بھوک تو بھی بھی لگ رہی ہے، ذرا بچھا ہا۔" خفر نے بے تھاں جا رہی بھرے ہاتھ سے خول کو گھوڑا۔

"ہمی! آپ تھے جس مد کرتی ہیں، جس پر جھاڑا من کر دیا اور اپ پچھا نے کو کہدی ہیں، آپ کا پچھا نے اچھے سے ہے ہے۔"

خول نے خوشابدی سکراہت پھرے پر سچاتے ہوئے کہا:

"بس ایک سے دلچسپی لوں گی پاک،" یہ کہ کرس سے پہلے کہ خفر کو کی جواب دے پاتا خول نے پیالا اپنے قفسیں لے لیا اور جسے بڑے تھے بھر کر دوڑا من میں بھر نے گی، خفر نے باغی سے جیزی سے خالی ہوتے پیالے کو دیکھا اور خود خفر سے ہو کر ہیئت سے جیس کا پیکٹ اضافت ہوئے فیصلہ کی اور اسیں کیا۔

"جب پیالا خالی ہو جائے تو خود بھی بھی میں رکھو دیا، میں بھی جاؤں گا رکھے۔" خود نے اٹھت میں سر جلا یا دروازہ کھانے میں آگی رہی، پیالا خالی کر کے خود نے سکون کا سانس لیا اور کارچ کیا، پیالا کا تھار دوچکہ کرے سے ساختہ دانت پیٹے گی۔

"یہ خفر بھی ہے، ذرا بیکل جیس اس کو دوڑا خالی پیکٹ بھی سمجھیں چاہوڑ دیا ہے اور تو اور پانی کا تھا اگر یا ہوا ہے۔" وہ بڑھاتے ہوئے پکن صاف کر کے کمرے میں واٹل ہوئی تو جیسیں کا خالی پیکٹ فرش پر پڑا وکھ کرنے سے بہت خصد آیا۔

"خفر جھیسیں ہے، واٹل بھی صاف سفناقی کا خیال نہیں، خالی پیکٹ کوڑے دان میں کیوں نہیں؛ انتے؟" خفر نے باتی کی بات سن کر لاپرواہی سے جواب دیا۔

"چھاڑا! آکھہ وہ جیان رکھوں گا۔" خول نے اپنے خسر پر ختم دراز ہوتے ہوئے کہا "تمہرے باری یہ کہنے ہو تھا را پکھن جیس ہو سکتے۔" پکھنی دیں دلوں بھیں بھائی پاڑا خرسوی گئے اور کمرے میں خاموشی چھاکی۔

چیل پانچ بجے سے ہی خفر میں کہاں بھی شروع ہو گئی، اُنی اُنہوں خفر اور دادی چاہنے کی پانچ بجے سے ہی خفر میں کہاں بھی شروع ہو گئی، اُنی اُنہوں خفر اور دادی چاہنے کی پانچ بجے سے ہی خفر میں کہاں بھی شروع ہو گئی، اُنی اُنہوں خفر اور دادی کے سارے سیست س کے سب ہی کراچی سے اسلام آباد کے لیے نکلنے والے تھے، سب سے زادہ خوشی اور باتھوڑے نکھلاتے دافی ہاتھ گی کہ پس سر سڑک کاڑی میں ہی میں ہی میں ہوئی تھی، اُنہوں نے کہا کہ وہ کاڑی پاچا بھیں گے، اُنی اُنہوں نے اپنے کمان پیٹنے کی ساری پیچیں لی تھیں۔ خفر کا رہو دقت آئی کیا ہب سب نے دھان تھا لیکن لٹکے سے پہلے سب نے پورا گھر سینہ دھانکے سے سفناقی کی تاک کہ جب گھر واپس آئیں تو گھر پہنچا ملتا ہے۔

کاڑی ہموار راستوں پر تیزی سے بھاگی جاری تھی، پہلے تو خول اور خفر پھپسی سے باہر تیزی سے بدلتے مناظر کو دیکھتے رہے لیکن پھر جلدی انہیں نیند نے آیا۔ اُنی اُنہوں

# ذرانم ہولو

رخشدہ بیک



"کیون مجھ سے دے گئے اچھش اور درود۔"

مالیہ بھنی میں تھی۔ غرمان اور شایان کے لڑنے کی آوازیں کراور بھوں کے کمرے میں راسی ہوتی۔ کمرے کا حال اتر تھا، دھوں بھائی ایک درمرے سے حکم کھا لازمی میں کھلتے۔ جبکہ اب اس نامہ بگاتے سے بے پرواہ ہواں یہ لذت بھر بھیتیں میں صرف جی۔ مالیہ کا قرآن حکوم کر رہا کہا۔

"کس جا ایس کی تھا شکار کیا رہا ہے؟" مالیہ نے دستیں رکھ کر سخن لائے ہوئے دھوں کو ایک درمرے سے الگ کرتے ہوئے ایک نئے مکانی کا وہ اسہب پر دلی، ہوا بھی بھی لایا۔ اب وہ بھنی کا وہ سماں اور بھائیوں کو دیکھ رہی تھی۔

"اتی بھائی اتنے سبزی کا رلے لی اور مجھے دہنس مجھی دے رہے۔" شایان نے روٹے ہوئے سماں سے ٹکڑہ کیا۔

"غمان یہ کی طریقہ ہے جو ہے بھائی سے اس طرح کا سلسلہ کرتے ہیں؟ ایکہ آپ لے اس کا کھلوا لے پڑی اونی سے اس بری طرح لا رہے ہیں۔"

"اتی میں نے کھلیہ تھا تو ایس۔ اس میں ایس کیا ہوا کہ یہ اچھش رہنے پڑ گی؟" میں کھل کر وہ اس کو دیتا۔ "غمان نے بے پرواہی سے کامنے اپنائے اور شایان کی کار رہ سے زمین پر پھیک کر کے بارگل کیا۔ رہ رہے بھیکھنے کی وجہ سے ہو چکی۔

ہو چکی۔ شایان اس کی حالت دیکھ کر مزید زور سے روٹے گا۔ لائب دوبارہ اپنے موبائل

"اپ نہ رہے انہا یا لادنگ کا کیا حال ہا کہا ہے تم تو گوس نے؟"

مالیہ بھنی کمر میں داخل ہوئی تو کمر کی اہم بات نے اسے پکار کر کہا۔ پہلے سے کمر میں پچھلے بھنی، سمجھنے کا لامبی دیرہ پیشے پڑے تھے۔ جب کہ لادنگ کی حالت سب سے غربت چیز پاروس چاہب بھرے کھڑا اور کھانے کی تھیں، مالیہ نہیں بتا پہنچ کر پہنچنے سے بھرے ہوئے تھے۔ سماں تھیں پیچے بھی اسی طرح لیئے رکھوتا تھا جو میں لیئے تھی وہی کے سامنے قدر مگن خاکر نہ تو میں کے تھے۔ مالیہ کی اور دیکھ کر اسے ملام کیا۔

مالیہ کمرے میں بھی اور کپڑے پر بدل کر کمر کو سینے میں مشغول ہو گئی۔ اس وقت بھنی تھوڑے بھوٹ میں سے کسی نے بھنی اس کی مدد کر دی۔ اس نے اونٹ کرنی، اسی پر کروڑا اور انہیں وہنے کی تھیں کرتے ہوئے خود بھنی کھو دی رکے لئے اس تپر دلا دیا گئی۔

اونٹ کے تصور میں کچھ عرصہ پیشے کا مختصرہ ہوش ہو گی۔ جب کہ کمر میں داخل ہوئی تھی تو تھوڑے بھوٹے اسے اونٹ سے ملام کرتے تھے۔ غرمان بھنڈاں کے لیے بھاگ کر بانی اتا اور لائب بھائیوں کی پچھائی بے ترجیحی کو درست کرنے کی رہ گئیں اچھش کر کر۔ اگریں خال رہنا تھا کہ اسی بھنی آئیں گی، تو تم اس اپنے کھو دکریں جس سے وہ نادر اس ہوں۔ کمر اپ کے بھائیوں سے وہ کچھ تھی کہ تھیں میں سے وہ احساس فتح ہو چکا تھا، بلکہ ایک بے جس قسم ہے کہ دیکھا ہو چکے تھے۔

"یہ رابہ، میں تمہیں نہیں دوں گا۔"

میں تھن ہو جی تھی۔ حال کا تو سب دیکھ کر بدل کر کوئی نہ لگا۔ وہ حیرت زدہ کفری پہن کا روپیہ نکھل رکھی۔

”وہ کیون؟“ نعمان اور شایان نے تم آواز ہو کر سوال کیا۔

”ابس ایک سری ادا کے آپ کے لیے۔“

تمارہ نے کھوں میں ہی اندازہ کر لیا تھا کہ پہن کے دینے میں کجا کامب سی ہے۔ اسکوں مستحق بنتے اور پہن کے روزمرہ کے معموں میں بہت بڑی طرح جائز بنتا تھا۔ پہلے وہ پاندھی سے اٹکھل جاتے تھے، اس کے بعد شام میں بخشن۔ وہ پھر میں قرآن پاک پڑھانے کے لیے قری ساحب آتے تھے، تو پہن کے پاس وہ اتر، عائل کے لئے ہائی تکس پچھتا تھا، اس کے بعد اب جب سے کہہ دنے پہن ہیں جوں ہر چیز زندگی کو جاہل کیتی جائیں۔ کھوں کی بخشش نے پہن کی زندگیوں پر سب سے زیادہ اثر دالتا تھا۔ غالباً اور ماہد صاحب قرآن طرس اپنے دفعہ درودات بوجاتے تھے، بجھ پہن کو کوئی بھی ثابت سرگرمی پسند نہیں تھی۔ الا اُنہیں مہماں اور پھرور حمادیے کے تھے جس میں کم وہ دنی والوں کا فکار پئے اب بدتریز اور بے جس دھوستے چاہے تھے۔

وہ دھوستے ہالے اُن دیکھا کر رہی تھی، تارہ نے پھر دلوں میں بھاپ لی تھی۔  
مالی دیکھ رہی تھی کہ پہن پئے تارہ کے ساتھ بچکے رہا اسے میں صرف رہنے کے تھے۔  
دیکھا تو وہاں موجود بھی زمین میں کیا رہا اس بھلی باری تھیں جن میں تارہ نے کچھ مروی پڑے رہا تھا۔ اب پہن پئے اپنے لگائے ہوں کی تھیں جن سے دیکھ بھال میں مشغول تھے کیونکہ تارہ نے کہا تھا کہ جس کا پو اس سے پہلے انکے لفک آیا اسے انعام ملے گا۔ کہا وہ بھی کچھ تھا پچکے پچکے کیا چاہے تھا۔

ہاتھے کے ایک کمن میں لکھی کے تھے تھا اس کی وجہ سے اس کی وجہ تارہ کی مدد سے نعمان اور شایان نے مل کر بنا یا تھا۔ پہنے دن میں یک مکمل اور بانٹے وہت میں زمین سے ہری ہری کوئی جھاٹکتھی تھیں۔ اب تارہ نے پہن میں اس کے تھاں کے تھاں تھیم کیے جو کہ انھوں کے رہاں پر مشتمل تھے جن میں ذہن، جنکو، پہن کی دنیا، تھم و تذہب تھے۔ ہر ہم قرآن، پھول، اونکی کیاں پیش کیے تھے۔ اس کی معلومات معاشر کی کتابیں بھی شاہل تھیں۔ یہ سب رہا سے اور کتابیں پہن کے بناۓ تھیں جن میں جادوی تھیں۔ اب تارہ کا تھاں تھا۔ اس کے کچھ تھا پیچے بھی اس سرگرمی میں شریک ہو چکے تھے۔

اب طالب دیکھ رہی تھی کہ وہ پیچے ہو رہا تھا۔ سوت پیسے فی وہی اور موبائل میں کم زیادہ تر وقت یہ دوسوں اور کتابوں میں لکھن رہنے لگے تھے۔ وہ سختی اور کافی بھی ہو رہی تھی جاری تھی جو رہ وقت طاری رہنے لگی تھی۔ اس کے علاوہ تارہ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور پہن میں کہانی لکھنے کا ایک مقابلہ کر کھو دیا۔ جس میں ایک کوئی مقابلہ بھی شامل تھا۔ اب تو

میں تھن ہو جی۔ حال کا تو سب دیکھ کر بدل کر کوئی نہ لگا۔ وہ حیرت زدہ کفری پہن کا روپیہ نکھل رکھی۔

”کہہ اسکا مخفی سے کہاں کہتا ہے کہیں۔ یہاں سب کو کیا ہو گیا ہے؟ پہلے تو یا یہ نہ تھے۔“ وہ سرپاکے کمرے میں بیٹھی صورت حال پر لے جائی تھی۔

مالی کہ سے اس پوکا آوازیں دے رہی تھی۔ اسے تجزیہ خارجی اور بالکل بھی اسکی نگران چاہا تھا۔

”لا اپنے بھری جان! لگھا ایک کپ پاٹے بنادو، سرپاکے بھٹک دے۔“ وہ کی پدر اس پر سے کہ بھی تھی، بگرہو، اچھا اتنی بکر بھر سے اپنے فون میں لگن ہے جاتا۔ تارہ کے ساتھ پکھو اس پلے۔ ہلکا کوہہ گیا جب اس کی تیزیت غرب تھی تو پہن پیٹے تھیں ال جہدی سے اس کے پاس پہنچنے اس کا سرد ہاڑ ہے تھے۔ اپنے بھت چاہے بنا کر سے دی تھی اور جب بھک اس کا بخار اڑائیں گیا، وہ پہن کے قلمبند رہے تھے۔ یہ سب سوچ کر اور لائپک کارروائی کیتھے ہوئے اس کی آنکھیں بیک گئیں۔

پہن پئے بہت تجزیہوار تھے۔ بکرا بکرا ہوا تھا، وہ بکھر لگن پاری تھی۔ اس سے کو اسے ہی بھاندا تھا اور کیسے یہہ سوچیں گی۔

”لا اپنے نعمان، شایان! آپ کی دوست اور بیاری خالہ کھوں کے لئے ہمارے ساتھ چور بنے آرہی ہیں۔“

”یاچھی میں اتنی اکار و خال آرہی ہیں؟“ پہن نے تم آواز ہو کر بچھ جعل۔

”بالکل تارہ خال آرہی ہیں۔ مجھے ہندی ہے آپ پہن تجزیہ سے رہ جائیں گے۔“

”اوے، اوے! ہم تو خوب ہرے کریں گے۔“ نعمان نے بھڑک سے بچا بچا کیتے ہوئے شایان کو بیاں پیدا کیا دیا۔ ”نعمان اپنے بھر تجزیہ ہے؟“

”اوے اتنی پیش میں اس ایسے ہی ہر بات پر رہتا تھا۔“

”نعمان! چھوٹے بھائی سے بات کرنے کا کوئی سر طریقہ ہے اور پیش میں کیا ہے؟“ تارہ نے تھنے سے نعمان کو تھاں پر کھڑا کیا۔ بگرہو، وہی، بیکھنے میں لگن ہے کہا تھا۔  
مالی، تارہ کو صورت حال سے آگاہ کر بھی تھی اور جب اسے اعلیٰ دی تھی کہ وہ پہن کو ضرر بھائے گی۔ وہ سر اسی مالیہ بھڑک سے دیکھ ایک آنکھ پر تھیں اور تارہ پہن کے تھر سے میں بھی تھی اور پیچے سے صدمت تھی۔ تارہ سے دیکھ بھی تو خوب تھی۔ تارہ جب سے چاپ پر جانے کیتھی، اس کے اور پہن کے درمیان لاصلہ بڑھ سا گیا تھا۔ پہلے پیچے رہنی ہر بات اس سے کہتے اور اس کی بات مانتے تھے۔ بکر تارہ کے گرد اسی بھی دیکھ بھی دی گر بھی سے ہو جو تھے۔ یہ کچھ کر تارہ کو بہت خوبی ہوئی اور وہ ملکھنی کی تارہ کے گلک گلکی۔

”تارہ خال آپ ہمارے لیے کیا تھے لائی ہیں؟“ لائپکے لائے تارے کے میں باٹھنیں ڈالتے ہوئے سوال کیا۔

تھا۔ جس میں عالیہ کے بچوں بچوں کے ساتھ ساتھ تھے کہ انہی بہت سے پچھلے تھے تھا۔ بکھر ان کے ساتھ کافی بچوں کی تھیں بھی شریک تھیں۔ بچوں کا ذوق، شوق، لذت، لذت اور خواجم بچوں کے لئے تھا اسکی تھی اسی تھی۔ وہ عذر کرنے والے تھیں کہ تارہ کے اس اقدام نے ان کے بچوں میں کافی بچوں سے محبت اور انسیت کا خوبیہ پہ ایجاد رہے وہ بے حد شدت ہے۔ اس سے پچھے اپنے ماحول اور اقدار سے جزو ہے جس اور ان میں کتاب سے محبت کا خوبیہ پیدا ہو جائے۔

عالیہ نے بھی سکھلیا تھا کہ جو کام اس کی، اس کی کریں اسکی وہ جارہ کی قدر نے کر دیکھا۔ ان مخصوص ذہنوں کو درست رش پر دانے کی ضرورت تھی۔ لیکن "اور اتم ہو تو یہ میں یہی دوڑھا رجسٹر سے تارہ سے حوالہ کر دیا۔" آپا یہ چارہ ۲۳۷ آپ بھی کر سکتے ہیں۔ "تارہ میں خیر مکرم است سے بکان کو جواب دیا۔

### تارہ ایک پورا دادا مر

اب میرے پچھے اپنا رنگ بخرا کریں گے۔ میری دھنکی ٹھنڈیاں دوسرا پوچھل کی طرح خوب صورت ہو جائیں گے۔ پھر بھوپر بھی پچھل اکیس کے ہمراں نوشبو پھیلا دیں گا۔

.....

اسکول کا کام ٹھم کر کے اس نے کافی بھی چونھی اور پھر وہ سوکیا۔ آج عمر نے سونے سے پہلے بیلکث استعمال نہیں کیا۔ سچ اسکول جاتے ہوئے اس کی اندر ایک مردی پھر اس رنجھائے ہوئے پوچھے پڑی۔ پھر سونپتے ہو آگے بڑھ گیا۔ آج اس نے نیت اچھا دیا تھا۔ جس میں مارکس بھی پورے تھے۔

گھر جاتے ہوئے وہ خوش تھا کہ اب وہ نیب پر کھلے گا۔ اپاک اسے فاقہ بھائی سے کیا گیا وہ دوڑ آگیا۔

گھر آنے کے بعد اس نے کھانا کھا اور پانی کا بچک بھرتے ہی وہ بہرگی میں آگیا۔ بھاگتے ہوئے پوچھے کے پاس پہنچا اور اس پوچھے کو پانی دیا۔

بیلکث استعمال نہ کرنے کی وجہ سے اس کے پاس بہت سادت تھا۔ اب اسے کچھ نہیں آری تھی وہ کیا کرے۔ پونچھ کے لیے اس نے شام کا وقت طے کر دیا اس لیے وہ بکن میں اپنی ماں کے پاس آ گیا تاکہ ان کی مدد کر سکے۔

بیرون پڑھنے والے ساتھوں میں اس نے مادا کو فاقہ بھائی کے ساتھ یہ دعے سے تھلکا تھا۔ "تین اتم پوچھلے والے عمر بن جادے گے۔"

مالا دے۔ مگر اس نے اس سے پوچھا۔

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب تم دل سے پڑھو گے۔ مجھے بارہ حصیں کہنا نہیں چاہئے گا۔"

عمر اور ماں ایک ساتھ کرادیے۔ فاقہ بھائی نے جوتی امید اسے دی تھی وہ اس کی آنکھوں میں بھی جگدا تھا۔ نظر آری تھی۔ ☆

اب نھاں اور شایان کے ساتھ ساتھ آس پوچھل کے بچوں کا شوق بھی دیکھنے والا تھا۔ تمام پیچے نہایت لگن سے مطمئن تھا۔ لیکن پڑھ دے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ کہا یا ان لکھنے کے شوق میں کہا یا اس پڑھنے کے تھے۔ کہ اسکی تھیں بھی کہاں لکھنے۔

عالیہ یہ سب جھرتے سے دیکھ رہی تھی۔ بچوں کے مدیہ میں جھرتے اگلے جلدی آری تھی۔ اب پہلے کی طرح پیچے اس کے گردانے پر بھاگ کر اس کا استعمال کرتے اور اسے پانی لا کر دیتے۔ آجس کے لاریل بھجوے بھی نہ ہوتے کہ برادر وہ کیسے ہے۔

"بیدا اتم نے ان پر کیا چاہا۔ کر دیا کہ یہ کہہ توں میں یہ سحر کے؟ میں تو کہاں سمجھ کر کھکھ گئی تھی۔" پیچے پہنچنے والے میں مگر نہیں تھے۔ جب پانے پیتے ہوئے عالیہ نے دوڑھا رجسٹر سے تارہ سے حوالہ کر دیا۔ "آپا یہ چارہ ۲۳۷ آپ بھی کر سکتے ہیں۔" تارہ میں خیر مکرم است سے بکان کو جواب دیا۔

"وہ کیسے؟" عالیہ نے جھرتے سے حوالہ کیا۔

"میری بھی آپا یہ تارہ کیں آپ نہیں بھی سوچا کہ پیچے جو وفات اسکھل اور نہیں۔ پارہ دیگر بھوپر جس میں گزارتے تھے۔ اب اس وقت یا استعمال کر رہے ہیں؟" "اورے! یہ کیا بات کی تھی نہ؟ بھی بھی تو آن لائن پڑھ دے جسے بکھل پارے کی بھی آن لائن کا کسی سلے رہے ہیں۔"

"آپا! آپ نے آن لائن پڑھائی کے لیے بچوں کے باتوں میں ہوا اس فون کے دے دیے تھے۔ بھکھا بھی کر پیچے کھی دیجیے جو ہر دوسرے ہے جس اور ہاتھی سارے وقت، وہ اس فون کا کیا استعمال کرتے ہیں؟"

"میں مطلب چارہ ۲۳۷۔"

"بھکھیں آپا! امیں نے اتنے دن میں وقت کیے ہے کہ اسکول کی نئتھی میں وہاڑ آن لائن کا کسی ہوتی ہے۔ جن میں بچوں کو ہوم ورک دے دیا جاتا ہے۔ سارے کی کافی میں وہ وقت پڑھا کر جان پڑھ رہتی ہے۔ پیسی حال کو چلک کا کہے۔ آجے کھکھی کا کافی وہ بھکھی مسٹر ٹھلکیں۔ اب آپ سمجھیں۔ پہلے یہ آنکھ کھکھ پڑھتے تھے اور اس سے ملا کر گھنڈا اور جھکنڈ۔ باقی وقت وہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے تھوڑی گھنیں ہائے اس کے پاس کر لئے کہے۔ بھکھی بھکھی ہو گا تو پھر وہ توڑ زریں تھیں۔ وہ بکال، وہر کیوں بڑی تھیں اور جھکن دیتا کی طرف سمجھدے ہوں گے۔"

"تھم درست کہ رہی ہو، میں نے نہ تو بھی ان ہاتھوں پر بھوکیا اور نہیں اگلے کوئی ثابت اور دست مدد سرگرمی کی طرف رفت کیا۔ لانا ہر وقت کی ذات اپنے سے پیچے گھسے گئی وہ رہو گئے۔ وہ میں مددی تھا اس کی تھی۔" بیکھر جوچہ ساتھی میں موجود ہے۔

عالیہ نے ترندگی اور تاسف سے چھوٹی بہن کو دیکھ لے راضی کو تھا کہ اعتراف کیا۔ پھٹک برآمدے میں آج بچوں کے درمیان کافی سنانے اور معلومات عامہ کا مقابلہ

اس لیے کہ تمہارے بھوپتے اپنے دادا کے ساتھ مل کر اس نشست کا پروگرام مرجب کیا گواہ کیا۔ دادا لوہر نئی نئی کی رات کو زار و آنے والی تھات میں سے ایک اور نئی نایابی کریں گے۔ دادا کو بھت شکل و بھبھت کرنے والے تھے۔ وہ کہیے اپنے بیویوں پوتی کی بات دو کر سکتے تھے۔ وہ بیویوں سے یہ سلسلہ بیالیز اور بیویوں کا دادا ابو سمیت مجذوب دن بن گیا۔

جب تمام کریں آپس میں بات پھیلت کر رہے تھے تب تی دادا ابو کمرے میں داخل ہوئے اور سب بچوں کے چہرے پر مگر اب اتنی آگئی کہ اب انقدر کی گھنٹوں ختم ہوئے۔ دادا ابو درمیان میں رکھی اپنی کرسی پر جمع گئے تو پیچے بھی ان کے گرد اپنے اپنے گدے سمیت گول اڑا کر رہا تھا ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ دادا ابو بھیٹ پوچھا جائے، دادا دہراتے، دس سالا ہم نے فراہم کیا۔

"دادا ابو! ہم اپنے اپنے قام کا مکمل کر کر کرہ سمجھنے کے بعد وہ کرے آئیں ہیں۔ بس آپ جلدی سے کوئی سہرت ذرا و نا اور نہ سناویں۔"

دادا ابو بے ساند نہیں اور ہوئے:  
"پھر بھی، بغیر وقت شائع کیے اور ہدایت کرتے ہیں۔"

"یہ آن سے تقریباً اٹھاون سال پر آتا ہے اور ہم بھرے ہو جائیں گے۔ میں اس وقت تمہاری عمر کا پارہ سال کا پیچھا تھا۔ پھر ہم سے ہی میں کھوئی طبیعت رکھتا تھا۔ کسی بھی بات کا پسلاک سر اعلیٰ اس کے آخری سر سے پر پہنچ کر ہم دم بیٹھا تھا۔ کبھی بکھاراں میان کے ہاتھوں معمولی تھاتا تھا۔ بھی اخنا تپڑے یعنی کبھی یہ نہ سچا تھا کہ اس کھوئی طبیعت

میں نے جلدی جلدی اپنے اسکول بست میں جو کے ہم محل کے معاہدیں ہیں میں کا بیان رکھیں اور اپنے بستر کی چادر جہازی۔ اس کے ہاتھ جیجی سے ہل، سے چھوڑ کر بارہ رکھڑی کی طرف دوڑ رہی تھی۔ کمرہ سمجھنے کے فرائید اس نے مصل نانے کی طرف قدم بڑھائے۔ تین کافی کھوا اور سکون سے دھوکرے لگا۔ یہ دادا کا متحاب جو اس نے الہیان سے کیا تھا۔ مدد پوچھ کر لات اور پچھاہند کرنے کے بعد کرے پر ایک ابوالقیاض نظر؛ اسے دادا ابو جمیں بیچھے کرتے ہوئے دادا ابو نکل گیا۔

جب ملی کرے سے نکل کر کے دمیانی میں میں پہنچنے والے ہال میں پہنچا تو دہان پہلے سے ہی نشست گکھل گئی۔ ہالیں پر سونی چادر بھی ہوئی تھی، اس پر بھتے پھرے گدے، دکے ہوئے تھے اور کھل کا بھی اہتمام تھا۔ اس کے دمچھرے ہمالی میں اور ہم بھی اپنی جگہ پر پہنچے ہوئے تھے اور تایا زاد بہن بھائی ڈھل اور ہم بھی اپنے تھے۔ ملی جزو کے برادر ہیں بیٹھ گیا۔

"دادا ابو جمیں آئے ابھی تھک؟" ملی نے کھل پاؤں پر ڈالنے ہوئے جزو سے سوال کیا۔

"خیس افاظ ابھی دادا ابو کے کرے میں دکھپر کر آئی تھی، وہ نماز چڑھ رہے تھے۔" جزو نے علی کی ہات کا جواب دیا۔

آن بیٹھ کی رات تھی۔ تمام بچوں کی پسندیدہ رات۔ پڑا بہن خصوصاً اس رات کا انتظار رہتا تھا۔ بھاگ کیوں؟

اُن عظم

# وہ کون تھا؟



تھی پر بیٹھے ہوئے مجھ کا حقیقی بیاس لگ رہی تھی۔ لیکن اس پیچے پر نظر پڑتے ہی میں سب بھول کرنا تھا۔ ”باں؟“ میرے مذہب سے خود بخوبی دکھان۔

وہ پچھا اٹھا اور کمرے کے کوئے کی طرف چلا گیا۔ وہ کوئی بھری نظر میں کے سامنے نہیں تھا۔ میں نے آگے جوکر دیکھا تو پچھے میں سے پانی انکل رہا تھا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر بھینٹن لگیں آئی۔ شروع میں جب میں نے کمرے کو دیکھا تو وہ باں پکونیں تھا، میرا بھلکا کیاں سے تھی؟

”پڑھن لیجس ہو گو! میمِ احمدیں! بھی سب کھو آجائے گا۔“ اس نے پانی کا پوچھا۔ میرن چاہب بڑھاتے ہوئے کہا۔ پھر بھلکا کی طرف رہا تھا۔ یہ پچھے میری سوچ کیسے چڑھ رہا تھا۔ جو میرے سے ہیں میں جھٹکا دے دے ہو بھلکا تھا۔

”تم اس خالی کمرے میں کیسے رہتے ہو؟“ میں نے پانی کا پوچھا اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے پوچھا۔

”خالی کمرہ؟؟ کرو خالی کب ہے؟“ اس نے حیرت سے کہا۔ یہ دیکھو ریاں چاہر پانی ہے، یہاں الماری ہے، یہاں چھوٹا ڈیپاہ ہے اور یہ چھوٹا سا ہیٹ ہے جہاں میں اپنی کتابیں دیکھو رہ کھا ہوں۔“

میری آنکھیں حیرت سے پھکی کی پھکی رہ گئی۔ وہ پچھے جہاں اشارة کر رہا تھا، وہاں وہاں وہ چیزیں نظر آتی جا رہی تھیں۔ جیسے وہ پہلے سے موجود ہوں اور میں نے پہلے بند آنکھوں سے وہ کمرہ خالی دیکھا ہوا۔ اور اب اس کمرے میں جیسے زندگی آپدھ ہو گئی ہو۔ مجھے پہنچ گیجھ لگ رہا تھا، کچھ کڑبڑھر تھی اور پکھو نکھو ہو رہا تھا۔ میرا خوف بڑھتا چڑھ رہا تھا، میری بیاس ختم ہو چکی تھی اور دیکھ اب اس کے ہاتھ کا دایا ہوا پانی پینے کو دل کر رہا تھا۔

”لا دیپاہ، اپنی کردہ نگاہی کر رہا تھا۔“ اس نے بھکھ کی تھی۔

ایک بار بھر اس نے میرا دکن پر ٹھیک ہوا تھا۔

پوچھا، اپنی کرتے ہوئے میری انکھیں اس کی انکھوں سے مس ہوئی۔ جب آپ کے جسم کو کوئی بھرپوری بے ذریغہ تھی تو قدر تی خود پر اپ اس کا مدرس محسوس کرتے ہیں۔ لیکن مجھے اس پیچے کا مدرس محسوس نہ کر دیا، جیسے اس نے چھوٹا ہی نہ ہو۔ یہ دل تھا جب مجھے کہہ آگیا کہ میں بہت غلط جگہ کھرا ہوں۔ میرے قدم منوں بھادری ہو گئے تھے۔ میں وہاں سے بھاگ جانا پڑتا تھا لیکن یہرے پاؤں پر اساتھ نہیں دے رہے تھے۔ پانچھس کہاں سے ہر رہ لہوں سے آئت اکھری کی جگلی آیت ادا ہوئی اور اسی لئے میں نے اتنے قدموں پر چھٹا شروع کر دیا۔ ان پہلے پانچھس میں پانچا اور سیخی سے بھاگنے لگا۔ بھاگنے ہوئے لاٹھھوڑی خود پر پیچے پٹ کر رہا تھا اس بنا کا ساتھ تھا۔ نکوئی پیچے، نکوئی زندگی کے آپر۔ کروہ اسی طرح جائے لگے تالے سے بند تھا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ میں مغل سے میدان تک پہنچا اور لڑ کھڑا کر گر گیا۔ میں بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں۔

کے پانچھوں بہت بڑے ہوئے کے دہانے پر آکھڑا ہوں گا۔ جنوری کی خست مردی کا دن تھا۔ میں جس جھٹکتے ہوئے تھا تو وہ اسکھل پہنچا۔ مغل کا دن ہونے کی وجہ سے آج پر قضاہ یعنی قتل کا ہوتا تھا۔ میری ہی جماعت کو شروع کے تین چھٹے کے ختم ہوتے کا انتقال رہتا تھا۔ قدر انشاد کر کے تیسرے ہی ٹبلے کے ختم ہونے کی تھیں جیسی بھی اور اس پیچے برقراری کے ساتھ اسکھل کے دہمان بننے میدان کی طرف بھاگے۔ لیکن وہاں پہنچ کر رہا چلا کر اسے دروازے کے سر جوہر نہیں آئے۔ جوہری مایوسی ہوئی پھر یہ سوچ کر خوشی ہوئی کہ آزادی ہے، چلا جائی خوب کھلیں گے۔

پہنچا پانیا اپنا گردبہ، مکارا پانی پاندہ کا گیم بیٹھے گئے تھے۔ مردی کے پامٹ آپ فردا درست میں نہیں آتے، پاندہ سے ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے میں فراہی گیم سے آدت ہو گیا۔ فٹے سے تھی پر آ کر جو گیا، سانس بھول رہا تھا۔ خفتہ اڑاہاتھا کسی بھی باری میں بیت کر دکھا دیں گا۔ اسی فٹے اور گھن کی بھی بھلکیت میں بھری نظر گوام کے اس دروازے پر پڑی (جہ بیٹھ بذریتھا تھا) گم سے گم میں نے اسے بھٹک بند دکھا دیا تھا۔ اور میری نظر وہیں رک گئی۔ وہ گوام میدان کے ختم ہونے کے بعد باسیں باخوبی ایک چھوٹی سی راہداری پر چڑھتا تھا۔ وہاں صرف وہی ایک کرہ تھا جسے گوام کا نام دیا ہوا تھا۔ اس طرف کسی کا آنا جانا نہیں کہا۔ کیونکہ اس گوام کے پارے میں بہت ساری کیا جائیں مشہور تھی۔ وہاں سے کسی استاد کام کرنے والی آپیا گاڑ کا بھی بھی گز نہیں ہوتا تھا تو تم پہنچاہوں سے کیسے گزرتے۔

لیکن آپ اس گوام کا دروازہ مکھلا ہوا تھا۔ صرف مکھلا تھا بلکہ دروازے کے ساتھ کمرے کے اندر اسکھل یو چفارم میں ایک پیچے بھی بھینا ہوا تھا۔ جوں ہی میری نظر اس پیچے پر پڑی اسی وقت پیچے نے بھی مجھے سر اٹھ کر دیکھا۔ جیسے اسے پانچھا گیا ہو کوئی اسے دکھ کر دیا ہے۔ تھیس کے مارے میرے قدم خود بخون پیچے کی جانب بڑھ گئے۔ وہ پیچے بھی مجھے لٹکی ہادھے دکھ رہا تھا۔ ایک مٹا تھی تو تھی تو مجھے پیچے کی جانب بھکھ رہی تھی اور میں نے بھی پیچے کے پاؤں رک کر ہیدم لایا۔ کندہ اسیع نیکارم، بھگھا دیاں، بھکرے ہاں، چھرے پر بیگبی دی رہی۔ اس پیچے کی حالت دیکھ کر مجھے پکھو خوف آیا۔ میں نے کمرے کے اندر جا گئا پھر اپنے پیچے نے میرا دام لے کر جا ہب کیا۔

”میمِ احمدی! کچھ بھیں پہاں کرے میں۔“

میں نے پچھک کر اسے دیکھا۔ اس کمرے میں واقعی پکونیں تھیں۔ دروازے پر پانچالا ہو جاؤں سے اٹا ہوتا تھا، ناہب تھا۔ جیسے یہ کرہ کی بندی نہ ہو ہو۔

”جیسیں میرا دام کیسے پاہا؟“ میں پوچھنے لگیں تھے۔

”مِمِ کھیلتے کھیلتے تھک کئے ہو کے۔ پانی پیو کے؟“ اس نے میرے سوال کوئی ان سنی کرتے ہوئے پھر مجھے سے سوال کیا۔

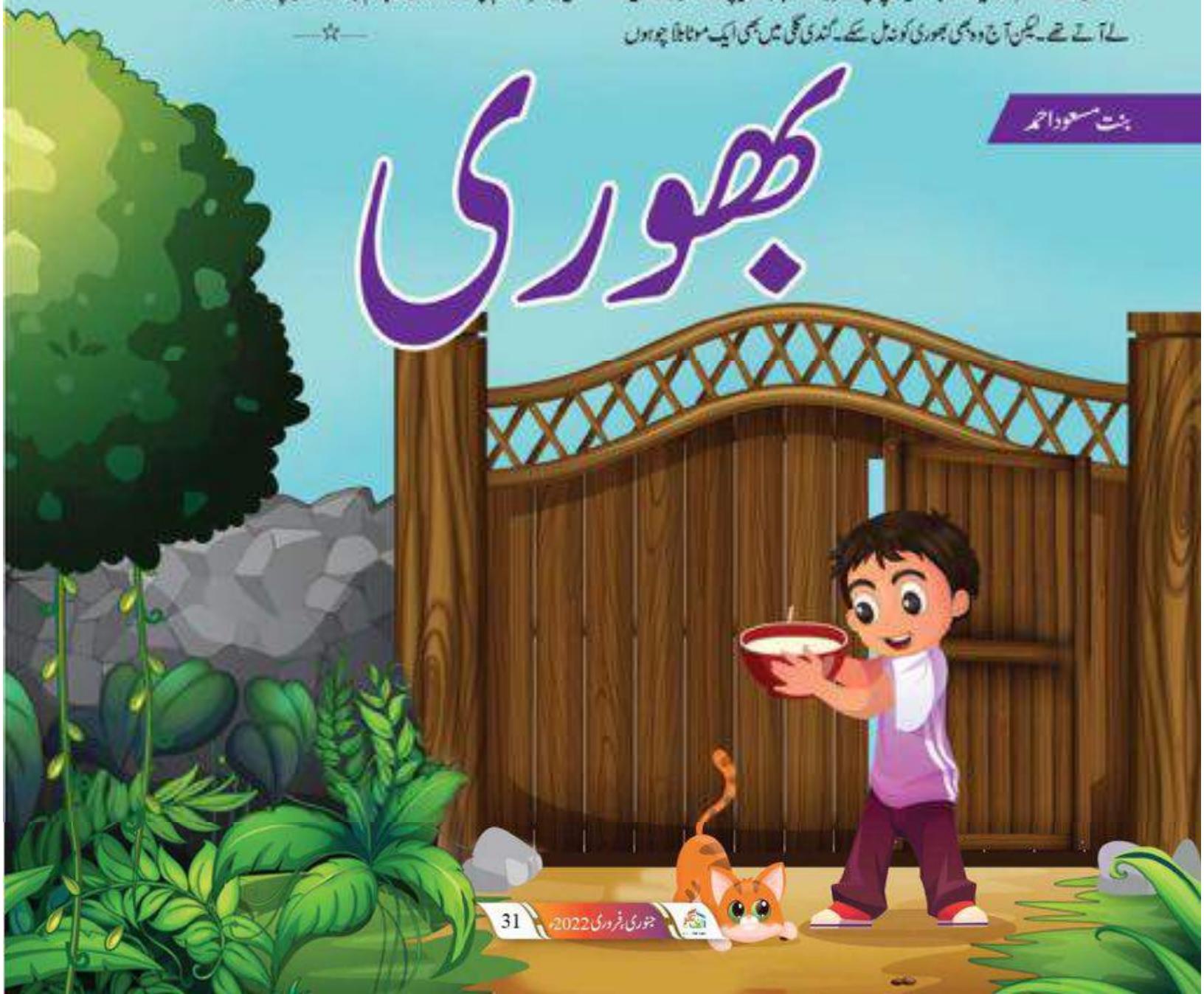
کی خاک می بینا تھا۔ انوچتے ہی گلی کے بخراں جاتا وہ موندا اس پر بھپٹنے کو تیر رہتا۔ بھوری افسر دہی باہر صفائی کے باہر آئے کا انداز کرنے لگی۔ تھوڑی دری بعد باہر جاتے باہر آ کر سامان بیٹ کیا اور کری رکھا کہ باہر ہی جائے گے۔ وہ جلدی سے ان کے ہی دن میں باکر بیٹھ گئی۔ وہ موہاں میں اتنے بکن تھے ایک سمجھی ہی جان کو باکل ہی تھکر انداز کر گئے۔ پھر گاہک آنے لگے تو وہ اپنے کام میں بخت گئے۔ شام و صبح گلی اور تار کی پر بھلا نے لگی، بھوری بایوسی ہو کر آنکھیں موندے بیٹ گئی۔ اپنے ایک ساری جذبی کے پاس آ کر بڑی زور سے جھوکا دوڑ کے مارے اچھل کر ہوا گی۔ کئے کو اپنے جیچھے آتے بخت کرنا تو کہ اوسان خطا ہو گئے۔ وہ اور جو بھائے گلی ساری سختی اور تھہست کیدم کا فور ہو گئی۔ کئے کو جانتے کیا آفت آگئی تھی جو۔ اس کے جیچھے ہی چڑیا تھا۔ وہ سختی دو کال آتی تھی۔ وہ بھائے بھائے آن درائی میں مطمئن ہو رہے تھے اور کان پیٹ سے آتی گلزاری آؤ اور پر اشہارت سے اسے دور کیا جلدی سے تالا کھول کر شتر اٹھایا۔ پھر گلی کا پچھا دوڑ اڑ کوکل کر اندر کھس گئے۔ انکو ہوتا ہے تھا کہ باہر جاتے ہی پچھے مری کے گلپڑے دیپے اس کے لیے لے آتے تھے۔ تھیں آج وہ بھوری کو دل لے کے۔ اندھی گلی میں ایک ایک موندا ہاپوں

بھوری اس ان بہت بھوکی تھی اس لیے وہ سرتی مڑک کتارے بیٹھی تھی۔ مجھ کی واحد گوشت کی دکان بند پری تھی اور مرغی والا بھی جانے کو ہر چاہی تھا۔ وہ آنکھیں موندے ڈھال بیٹھی تھی۔ وہ بار وادھ دالے کی دکان کے پاس صومعی صورت ہا کر چکر گاہکی مرجاں ہے جو ہندو دو دھارے کو زرابی ہیں اس پر ترس آتا ہو۔ بھوری کو باکل نظر انداز کر کے وہ ایک کے بعد ایک کا کب نشانہ اڑا۔ بھوری کا کوہرہ تو پیشا شاد بھکر رہی پھر تھک ہا کر دلکش اپنی چکر ہے آتی لمحی۔ وہ بکن سمجھ کی دکان بھٹکے کا انداز کرنے لگی۔ وہ پھر ڈھلانے والے دوڑ سے باہر بھیا نظر آیا۔ وہ خوشی سے انداز بھیج دی۔ اس کی نظر پر سے سے شاپ پر تھی جس میں مسالے و مرغی کے ٹکڑے تھے اور کان پیٹ سے آتی گلزاری آؤ اور پر۔ باہر بھیا آن درائی میں مطمئن ہو رہے تھے جب تک اس کو سخیر دیکھتے ہی پاؤں کے اشہارت سے اسے دور کیا جلدی سے تالا کھول کر شتر اٹھایا۔ پھر گلی کا پچھا دوڑ اڑ کوکل کر اندر کھس گئے۔ انکو ہوتا ہے تھا کہ باہر جاتے ہی پچھے مری کے گلپڑے دیپے اس کے لیے لے آتے تھے۔ تھیں آج وہ بھوری کو دل لے کے۔ اندھی گلی میں ایک ایک موندا ہاپوں

— ۲ —

بنت مسعوداً احمد

# بھوری



بڑی پیاری لگ رہی تھی۔ وہ اسے پانچا چاہتا تھا کہ مگر میں کی بات بھی نیک تھی کہ کسی کو تھی  
میں سمجھنا چاہتی تھیں۔

"انٹ کرے اس بھوری تھی کو ہمارا گھر پہنچا جائے خود وہ جمرے پاں ہی رک  
جائے۔" وہ دل ہی دل میں دعا کرتا اندر چلا آیا۔ مجھ انھوں کر بھوری اور فائز و فاس عی اپنی  
مراد پاپکے تھے۔ بھوری کو آنکھ کھلتے ہی وہ دیسرا آگی تھا جو وہ جمرے سے فتح فتح  
کر کے پی کی تھی۔ جب وہ اس کے لیے دسری ہاں پہنچی تو بھر کر کوئی تھکر سے "وہ  
اس کے ہمراہ ہانتے تھی۔ جوں فائز اور بھوری کے درمیان دوستی کا رشتہ ہیں اگر اور وہ فائز کے  
گھر رہتے گی۔

"امس ایں یہ نکھلیں۔" وہ ایک اپنے ساتھ بہرلان میں لے آیا تھا۔ اس کا کہنا تھا  
وہاں ایک بھی کاچھ مراہزا ہے۔ وہ ایک لافری چھوٹی تھی تھی۔ جو مری نہ تھی مگر شاید کہ بھری  
کے باعث ہے ہوشیزی تھی۔ وہ جلدی سے ایک پولی میں وہ دعا و دوستی میں یا نی لے  
آئیں۔ پھر وہ تھجھ کی مد سے انہوں نے تمہرا پانچی اور بھر کا لٹکھا کھڑی ہوئی۔  
گھر کا میاپ تھا سمجھیں۔ وہ دنہوں پیاپی وہیں رکھ کر انھوں کی خوبی ہوئی۔

"امس کیا پیر مرنگی ہے؟" فائز کو تھوڑی میش ہوتی۔  
"میں، یہ زندہ ہے میں شاید یہ غندہ ہیں ہے۔ جب اسکے قلبی سلسلی۔ جواب  
اندر چلو۔"

"لاؤ؟ کیا میں اس کو گھر کے اندر بھیں لا سکتا؟" فائز نے دل میں بھتی خواہیں  
انجام دیکھا۔

"میں بھری جان ایکی در بھر کرو، میں اسے اٹھنے دے۔ بھری پھوٹی لی غور، فیصلہ کرے  
گی کہ اسے بیجاں دہنا ہے یا پہلے جانا ہے۔ میٹا اسے زبان جانور کو ایسے باندھ کر رکھی  
ادیت ہے۔"

"نیک ہے اماں!" وہ من ایکا کر بولا۔ فائز کو یہ بھوری رنگت والی پھوٹی تھی  
آسٹنی کو پانچا تھکر پا گئے۔ جب

### فونی انکل نے کہا:

"پنجاچی ایک قبیلی رکھا لو پھرے کے لیے سارا کہدا اس میں بھیک،" کوئی انکی  
مشکل ہاتھیں۔ پھر انہوں نے ختم کا ہاتھ قٹھے ہوئے کہا:

"پنجا، قطرو، قطرہ دریا مٹا ہے، آپ نہ صرف خود کیڑاں پکھلیں بھک اپنے ہو۔  
حباب کو بھی اس کی تھنکن کریں، وہ وہت،" نہیں جب، "اٹن ساف ستر ایکتا ملکا دکھلی  
وے گا۔" یہ کہ کر فونی انکل انھوں کے ہوتے اور سب سے مصروف کرتے گاڑی میں جائیں۔  
باتی سب بھی گاڑی میں آئیں۔ شرمندگی اور پچھلہ اس سب کے چوریوں سے میاں تھا۔

اسلام آباد میں چار دن رہنے کے بعد ان اس سب کی کراچی رہائی تھی، بخول اور بخصر  
نے پہلے کی طرح بہت سا نائنچھے کا سامان اپنے اپنے تھیلوں میں بھر لیا تھاں اس پر انہوں  
نے یاد سے کچھ اٹھ کرنے کی بڑی تھیلیاں بھی رکھی تھیں۔ اب ان کی کھجھیں آگیا تھا  
صرف اپنا گھر کر کرہی صاف نہیں رکھا بلکہ اس ملک کو صاف رکھنے کی ذمہ داری بھی  
یہاں کے باسیوں کی ہی ہے۔ پفران کی زندگی میں ایک تھی "روشنیج" لے کر آیا تھا اور  
وہ بات سمجھا گیا تھا جو شاید یہ لوگ ساری زندگی نہ سمجھ پاتے۔☆

### بھتی روشن صبح

فونی انکل خود رکھ کر پانچھوں کے مل جانے کے اور زندگی سے کہنے لگے:

"یہاں آپ لوگ کہاں سے آ رہے ہو؟"

دنہوں نے کیک زبان ہو کر جواب دیا۔

"کراچی سے۔"

فونی انکل نے بے بینی سے یہ پچھا:

"کیا کراچی سے اسلام آباد تک آپ لوگ پکھرا سڑکوں پر بیکھنے آئے چیز؟"

دنہوں نے شرمندگی سے چھے پیچے کر لیے فونی انکل بڑے کھا سے گویا ہوئے۔

"پچھے ہلن ہم نے یہی تھیلوں اور قریباً نہیں سے حاصل کیا ہے، کیا اس ہن سے

آپ کو اتنی بھتی بھی نہیں کیا تھا صاف ستر ایکھیں؟"

خولنے گا صاف کرتے ہوئے کہا:

"لیکن انکل! ہم تو ابھی سفر میں تھے تو کپڑا اور کہاں پھیکھتے؟"

بیوں کا مکھاڑی بنا اور پاکستان کے لیے وہ کامنڈوں کا اعلیٰ خواب تھا۔ سیر کی زبان ایک سیخی گھر تھی۔ سالوں جس کمر میں وہ پہر کو کام کے لیے جایا کرتی تھی وہاں سیر کی  
ایک ہم مرلا کار دیان تھا۔ اس کمر کی تاریخیں ایک مریاں گھر تھیں جو توکردن کو کام کی میشیں  
تھیں انسان کچھی تھی۔ دیاں کے والدگھلے دل کے والد تھے۔ انکو نہروں سے زادہ  
جیزیں پھول کے لیے لاتے۔ دیاں اور اس کے بھائیوں کی صدر دلی ہوتی تھیں کمر  
جیزیں اکٹھان ساد کوہل جانا کرتی تھی۔ ایسے ہی ایک دن سکریں میں معمولی نقص  
ہونے کے بعد شہر سیر کوہل گیا۔ سیر ویسے ایک جو دل کی شفیعیں تھیں تھا۔ وہ تو کچھ  
کوئے اپنے تھا جو کہیں بھی کب کے جنمیں پا تھا۔ پکڑنے سے وہ اس کوشش میں  
جن کر گرسے کہو دیا رہی۔ فٹ بال کلب میں آئیں میں جائے۔ اس کے پھر اس  
کے لیے کافی کوشش کر کے اسے کپٹ میں داخل دیا وادیا تھا۔ سیر بہت خوش تھا مگر اس  
سال کو اس بات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اسے صرف پڑھا کے یہ افسر ہنا تھا تھا۔  
جی۔ افسر کار سیر پاندھی سے کلب جانے کا کوچ اس کے سکیل کے معیار سے بہت خوش

تھی جس سے میں کسی کو مند و کھانے کے لائق نہیں رہی۔ سالوں ماں کی خجل اور  
زبان ایک سیخی رہا۔ سے سیر کی خجل لے رہی تھی۔ اس پر وہ کے لوگ اپنی بھتوں سے  
چھاک کے سیر کی ذرا گستاخی دیکھ دے تھے۔ گستاخ کی بات یہ تھی کہ 15 سال سیر اپنے  
آپ کو ماں سے چانے کی کوئی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ وہ چپ چاپ کی وہی کی طرح دل  
سے مار کر اپنا تھا۔ اس کی آنکھوں میں البتہ آنسو تھا اور بے چینی۔

سیر بیوی میں، پہنچنے 1996 ایک بہت جیں اڑکا تھا اس کے استاد کچھ تھے کہ سیر کی  
ذرا گستاخی سے اس کا رُنگ بہتر، بہتر ہو جائے تھا۔ بات صرف عدم قبولی  
تھی۔ اس بات کی وجہ تھی کہ سیر کی تمام تر وجہ کھل کی طرف تھی اور کھل بھی کوئی مام کھل  
نہیں۔ فٹ بال۔ جس میں بہارت حاصل کرنے کے لیے شدید مہلت کرتی چلتی ہے۔ سیر  
کے والد کا اس کے بھین میں ہی انتقال ہو گیا تھا اور اس کی والدہ اپنے پھول کا پیٹ پاک  
کے لیے لوگوں کے گرد میں کام کرتی تھی۔ غربت کے باوجود سیر ایک بہت اچھا  
مکھاڑی تھا۔ سکول کے بعد وہ آنکھوں آراؤنڈ میں پر بھس کر رہتا۔ فٹ بال کا اندر بھض

روزینہ کیسر خان

# گرتے ہیں شہسوار، ہی



میں راج کر رہا تھا۔ ماں کے پار بڑ کئے کے بعد یہ مر نے بدھی سے پکڑوادے لیے اور جلدی سے سوتے کے لیے لیٹ گیا۔ سب گمراہے تھے، جلدی گپڑی میند میں پہنچے گے۔ اس نے دیوار کی طرف کوٹ لی اور چادر میں نیب آن کر لیا۔ کافی دری بھد جب اس کا باہمی اور دیاں کندھاں شامل ہوئے کوئا تھا اس نے میرا ادا کے بارے میں دھرمی معلومات شامل کرنی شروع کر دی۔ میرا ادا ایک غرب کھر میں پیٹھا ادا تھا یہاں کر کر یہ کہا کہ

خون اور ہر دوں کے حساب سے ڈھانا اگر وہ کامیابی کی اتنی بند جوں پر پہنچ سکا جائے تو میں کہاں کہس۔ ”انہی خیالات میں ایک بعد ایک مچھ دیکھتے رہتے ہیں۔ فرستے کوئی سکھنا ہر پہنچے ادا نے کی وجہ سے سکول کے لیے اتنا کسی مقابلے سے کم نہ تھا اس نے پوری کوشش کی کہ سکول نے جائے گر سکول کی جگہ کروانا اس صادقہ کو اس نے پورا کیا۔ مررتا کیا اس کرتا اسے جاؤ ہی پڑا۔ سکول میں سارا دن سر درہ اور سکتی چھانی رہی وہ پہنچ کر پہنچ کے دہ دہاں بھی یہ رکھنی تھا تو اس کو اس کی پار پار کی بھاڑ کے پار جو دو کمی خاص افٹھے۔ کم کا معابر وہ نہیں کر سکا۔ پہنچ کے بعد اس کا گھر واہیں جاتے کو دل نیکی کر رہا تھا۔ گھر واہیں آتے کے بعد اس نے سب سے پتھری کی۔ ماں صالحہ جنت سے یہ سرکی پھر اتی پہنچی رہ گئی۔

وہ برس دن، رایان کی آنکھی نے صالوں میں کی سوچی آنکھیں دیکھی تو احتفار کیا۔  
صالوں میں آنکھوں میں آنسو آگئے۔ رایان کی آنکھ تکڑا آگئی۔

۱۱۰ آگر ہوا کیا ہے۔ کچھ پڑھ جائے؟

”ایک باتی سیر نے پر بیان کر دیا ہے اتنے ہمتوں سے سکول بھی ہوں گراں کا درجہ بیان پر حاضر سے زیادہ فٹ بال میں لگتا ہے۔ اسی لئے اتنا ہدایت یعنی بھی ہو گیا ہے۔“ ”لماں سال تے بھکٹے، ان کا نام جراحتنامہ۔“

” توف بالکھنے میں کیا خرابی ہے اگر وہ اس میں کاملا بہ دیکھا تو تمہارے ان  
محل چاہیں گے۔ ” ریان کی ای تے جلدی سے کہا۔

"کامیاب کیسے ہوگا۔ کوچ کھاتا ہے دادا اور پھل کھاتا۔ ہمیں جو کافی کامیاب کے سامنے ہیں باقی بچے پاؤں یا اسے ابھی نہ کھا دیں؟" رایان کی اتنی نئے حسب عادت فوراً سیر کے لیے اساتھی تم اُسیں تھامی اور مسٹر سلمہ اور یمنہ اتنی جھوٹی ہاتھ پر جھوڑا ہواست کرہ۔ لہاں صادق نے تھکر بھری نظریوں سے اپنی ہمراں مالکی کو رکھا جس سیر کے کھانے کا مسئلہ قابل ہو گیا۔ کمر بجا نئے کیوں وہ پر پکش میں میرب ہاں بنا فی کامیاب ہارہ کرنے لگا۔ رایان کے نہ ہوئے انگلی اسٹے پیٹے گھوادیے تھے کہ نہ صرف سیر بلکہ پڑا گھر اپنچا کھانا کھا رہا تھا۔ سارے بچوں کی سخت بھر بھری تھی۔ سیر کا یہیے صرف دوزن گز ہدایہ۔ میدان میں کوچ، خوش قہار کا کاس میں استاد اتفاق صادق اپنے کام سے اتنا تھک کے کھر آتی تھی کہ جب کوچ نے کھر آ کے اس سے بات لی تو وہ اس کا مند و بھتی رہ گئی۔ کوچ سیر کو شیم سے نکال رہا تھا۔

تھے۔ اس ایک وقت تھی کہ پھر اس میں بچے کے لیے جنگل اپا ہے ہوتی ہے، بیر کے اس سے باہر تھی۔ لوگوں کے گمراہ کا بچا کھا کھانا کھا کے نٹ بال جسے بھل کے لیے ضروری تو زندگی حاصل کر رہا تھا، کوچ بیر کے گرتے وزن پر تشویش میں چلا ہونے لگا۔ قدیماً ہو رہا تھا اور وزن کم۔ ایک دبیر بھل کے بعد گمراہی کے بیر کا اسی کے عالم میں بوسیدہ دبیار سے بچک لگائے چڑائی کے شکنڈو پر رہا تھا کہا اپا اس کی کھرب برادری میں دخان کے رہا تھا اسے پر وادی سے، کھجور پہنچا۔ بے صفائی میں اس نے نیب اف کے کسی مخدود اچھے، کھجور کا خشکی۔ باہم گئے سے نیب آن ہو گیا۔ وہاں را یاں کا دا دن لوز کیا ہوا کوئی لگم (Pause) نہ ہوا تھا۔ بیر نے غائب دماغی سے پہنچ کر تو اسکے رنگ میں ایک ہا سر در در سے کو دن دن ٹھی مار لے لگا۔ بیر کی جزا اسی ہیسے ایک دن پھر ہو گی۔ اس نے درجن رفتاری سے ٹالاف کا دار بچاتے اس کے پھرے پر گھوٹر ریندی کی تو وہ رنگ میں گر پڑا۔ اور کہ کوئی انسان نہیں مل گئے۔ بیر کو ایک دم دی گیم، بہت اچھا لگا، اس کے اگے کئی سکھے اسی گیم کو کھینچتے گز، گئے دوسرے دن کاٹ بھی کے پہنچا کر کوچ کے گرد فوجی ہو گئی ہے۔ پر بکھس بکھس ہو گئی ہے بیر نے فوراً دیاں کے گھر جانے کی خلافی دیاں کے گھر

اس کے ۲۲ آئے ہوئے تھے۔ وہ جب بھی آتے رہا ان اور اس کے ساتھ بھائیوں کی مدد ہو جاتی۔ ناہ کی آمد کے ساتھ ہی رہیاں جو کہ یہی ہی ہے اول وہاں تک کہم ساتھی ہیں جاتا۔ سیرنے جب اس سے شیب میں ہر یہ آئے تو اون لوڈ کرنے کی خواہش غاہر کی تو اس نے دریا دلی کا مخاہرہ کرتے ہوئے کہم تو اون لوڈ کی ساتھ ہی یہیں کا لمحہ بھی آن کر رہا تھا۔

”اس کی شہزادی نہیں، سے رہیاں“ سیرنے کو تھکانہ۔

”ضرورت کیوں نہیں ہے؟ صالوں مام کو بھی بھی سمجھ کر رہا ہے اس پر  
ڈالوں لوٹو کر دیتا ہوں ضرورت کے وقت کام آئے گا۔“  
”ہاں، انکل پاس سے گزرتی مانیاں کی اسی نے تائید کی۔“

"صالح کا سوبائیکل کافی پارا ہو گیا ہے۔ اکتوبر میں دن بھر کے وہی طرف پڑھ لے گی۔ یہ میں ہم بھی ڈال دیاں۔" وہ یہ کہ کے اپنے والد کے کرنسے کی طرف پڑھ لے گی۔ "واب تم اس پر لی وی بھی دیکھ سکتے ہو۔ YouTube پر سارے مشہور ٹیکسٹ میں جائیں گے۔ تم ہارغ و دلت میں مشہور فٹ ہارز کی تحقیق یونگ کے اپنا کھلیل بہتر کر سکتے ہو۔" رایان نے خونگوار اندازو میں لیب سیر کو تمہارا۔ جاتے ہوئے اس کا پاپا جو بھی لے جائے میں جسیں دینے کھولے گا۔ "گریٹھ کے سب سے پہلے اس نے اور جن کے مشہور کھلاڑی بھرا دننا کا گیم چالا۔ بھرا دننا کا مداؤ کیں کھلیں، اس کی مذہر تحقیق اور لوگوں کی آسمان کو پھیلتی تھیں، سیر چیزے خود اس گراؤنڈ میں موجود تھے۔ بھرا دننا کا باہل پر کھروں اور اس کا باہل کو کوں پوسٹ کے پاس پیٹھ کے پیچھے ہٹ کے پلک بھیتے میں آ کے جا کے کوں کر دئے نے سیر کو محصور کر لے۔ مجہ اذونا اسے سازھے رائج نٹ کے قدر کے ساتھ گراؤنڈ

”بھوٹ بولار بائے روڈنگ ائھنے ہوئے۔“ نانا جان سالڈیلیش میں آگئی۔

”اے ہوتے دسادی۔ تم اپنی باتی کے پاس جاؤ۔“ نانا جان نے زمی سے صادر کو دہان سے بٹایا۔ وہ سیر کو بھوٹنی دہان سے بھی گئی۔

”مگر پہ کیا کرتے ہو؟“

”تجھوڑی دری پڑھائی کر رہا ہوں اور۔۔۔ بیب پرفت بال کے شارکھاڑیوں کے تھیں، بچتا ہوں، اس کے پارے میں مھلوٹ اکٹھی کر رہا ہوں۔“ نانا جان مکان کی جگہ تھی گئے۔

”کتنے کھنے؟“

”بھی دو۔ بھی تین اور بھی۔“ سیر ایسے بول رہا تھا قیمت نوادے کی آنکھی اندرا جھوڑا ہے کہ وہ بھگی دری سکریں پر نظریں بھانے بیٹھا رہتا تھا۔

”جیک ہے کل؟“ تھے ہوئے وہ بیب لے آئیں دیکھوں کا کونے تھیں دیکھتے ہو۔ سیر نے سر بلا یا اور دہان سے سر پر جو رنگ کے بھاگا۔ اس کے جانے کے بعد نانا جان نے صادر سے پا پچھ پکھی تپڑے پھاڑ کرفت بال بیڑا دیکھنے کے بعد وہ ساری رات کا رون دہ دھرمے گزد دیکھنے میں مشغول رہتا تھا۔ دھرمے دن بھر بیخ بیب کے جھب نانا جان کے سامنے چلتا ہوا تو انھوں نے بیب اس کے ہاتھ سے لے کے سامنے نکل پر رکھو۔

”سیر جانا ہرے پاس بھی بات کرنے کا وقت نہیں ہے اور تم بھی جلدی میں گئے ہو۔ تھاڑے پاس ہو راستے ہیں۔ تھاڑی ماں سے بھری بات ہو گئی ہے۔ درکشاپ والے راجو کو زکون کی ضرورت ہے۔ سکول اور فٹ بال دلوں اس وقت تمہارے لئے ہے کاراں۔ تم وہاں وہ رکے کام بکھوڑو ماں کے لئے ہو پہنچنے تھا۔“ سیر کا کہا نانا جان کو دیکھا رہا گیا۔ بے لٹک پڑھائی میں اس کا حصہ نہیں فاکٹری سکول چھوڑ دیا تو اس نے بھی سوچا بھی نہیں تھا اور فٹ بال تو اس کی زندگی تھی۔ وہ طبیوری تھے چھرے کے ساتھ بھی ہے۔ جان اور بھگی ماں کو دیکھا رہا۔

”مگر اور نہیں۔“ دھرمے راستے کے پارے میں بھی اُس لو۔ پھر فتحدا کر۔“ سیر نے نانا جان کی طرف دکھا دی۔

”دھرمے راستے ہے کہ یہ بیب تم سیرے پاس چھوڑ جاؤ ہے۔ کاس کا پہلا سماں نیست اور کلب کا بھی یہ طے کرے گا تم؟ سندھ درکشاپ جاؤ گے یا سکول؟“

”آپ بیب، کھلیں۔“ سیر نے بھوڑی سے ہواپ دیا۔

”شہزادی اسچھے پوری اسید جو کرم یہی فیصلہ کرو گے نانا جان نے الجینان سے کہا۔ آن سے آپ رات ۹ بجے سوچیں گے اور ۱۱ بجے اُجیں کے۔“ نانا جان یہ زندگی کہتے تو سیر جان چکا تھا زندگی کی زار نے کاطری قاب کیا ہوئے۔

شروع شروع میں تو کوچ آگے گراونڈ میں داخل بھی نہیں ہونے دے رہے تھے

”مگر اور میں تو اس کا بہت خیال رکھتی ہوں۔ اللہ بھولا کرے بھری باتی کا، اس کو میں دو دھمکن سب کھلانی ہوں۔“ کوچ جس ان سالاں صادر کی باقیں سکھا رہا۔

”میدان میں تو ماں کل قوج نہیں دے دے۔ ہر وقت ایچے انداز میں گم صدمہ کے بھاگتا ہے لگنا ہی نہیں یہ وہ پرداز سیرے“ سکول سے پرسوں ویکھتے آئی تھی تو میں نے سوچا کھلیل کی پر بکھس کی جس سے دھیان نہیں دے رہا۔ مگر آپ کہا ہے جس بھاگ بھی وہی حال ہے تو یہ وہ کا کر کیا رہا ہے آخر کوئی جوں، فیض وہ نہیں آگیا ہمہ سے پیچے ہے؟ ۱۷، ۱۸، ۱۹ ایک آخری موقع دیج دے؟ اماں سلطنتی منصب کرنے پر کوچ کا دل بھیج گیا۔ سلطنت اماں اور کوچ کی تھام تر کوٹھوں کے پاہ ہو دیکھ کر ساتھ دیدی اور کلب بزرگ کا بھی بد گیا۔ سیر کا کھلیل ایسا تھا تھے پاٹی میں بارکھلی بارکھلی رہا۔ باقی لمبے اچھا کیا لیا سیر کے ہاتھ بہبھی بال آئی۔ ہاتھ کھاری اسے دھمکن سے بالی ملٹن لال کے لے گئے۔ اماں صادر نے سوچا شاہزادہ وہ بھک تو پڑھائی میں لکھے کا گرجہ دی ان امیدوں پر بھی پانی پھر گیا۔ سیر کوٹھلی وہ کہا اس میں ملیں ہو کیا تھا۔ اماں صادر کو کہا اس کی ساری محرومی کمالی اٹ گئی ہو۔ سیر کی جنم کے پانچی ہوتی ہوئی دوسرا دن رایان کی امی کو درود کے ساری باتیں ناٹتے ہوئے کر رہے ہیں نانا جان آگئے۔

”سکول کے بعد سارا دن دیکھا کرتا ہے؟ کیا ملٹے کے لڑکوں کے ساتھ آوارہ کر دی کرتا ہے؟“ انہوں نے سمجھی گی سے سوال کیا۔

”بھک صاحب تھی، وہ تو مگر سے باہر قدہ میکن لکھا۔“

”اچھا“ نانا جان نے پہ سوچ انداز میں سطیدہ راقی دلائی میں الگیاں پھیڑیں۔ ”کل لے کر آنا ہرے پاس اُسے“ نانا جان کئے ہوئے نماز کے لیے انھوں کلارے ہوئے۔ دھرمے دن سیر ۲۰ آٹے کے لے بالکل راضی نہیں تھا وہ جانا تھا نانا جان بوساں پوچھیں گے ان کا جواب دو۔ لے لکھ پاے کا گمراں کے سامنے اس کی ایک سیلی۔ بھک کو حسون اور پنجی نظر کے ساتھ دو۔ نانا جان کے سامنے چھٹی ہوا۔

”کوں جیاں!“ ہم تو سوچ رہے تھے کہ اس دفعتہ تم ہمارا استھان رانی کے ساتھ کر دے گرتم نے تو ہمارا دل ہی تو زدیا۔“ سیر جو قفقی ٹھرپ ڈاٹ کے لیے تیر ہو کے آئی تھے نانا جان کے کرام لپھ پر تھا ان رہ گیا۔

”کھلیل سے دل اسکی اسی حق تو پڑھائی اچھی کر لیتے؟“ سیر کی آنکھوں میں آنسو آئے گے۔ ”میں نے منتکی تھی نانا جان۔“

”تو پھر نہیں پاری کیوں؟“

”پڑھنیں۔“

”روزانہ پر بکھس لئے کھنے کرتے تھے۔“ نانا جان نے سمجھی گی سے سوال کیا۔

”ترپیار ورزی کرتا تھا۔“



# نیل محلوں

سیدہ افراء ابیاز

زبان و انتکاں تک دبایا تھا۔ ڈاکٹر کامران رات شہر کے آسمان پر بیکھ پھیکھ تھا۔ ملک کے بڑے بڑے فیضی ویں سیکٹر ان کا انترویو کرنا چاہ رہے تھے۔ کچھ دنوں بعد وہ ایک بڑے فیضی میں محلوں کے ہاں خوشی موجود تھے۔

"وہ بھیں، یہ جو سبزی لے رہا ہے، یہ جس کی بروس کی صفت کا نتھیج ہے۔ یہ ایسا ہے سماں کی دیباں میں تبدیل چاہیجی ہے۔ بہت سے لوگوں کو تو اسی تجھنی کی لگی آرہا ہے کہ اپنا ہو سکتا ہے، لیکن یہ حق ہے ایسا ہو چکا ہے۔ تی بان ایسیں نے ایک ایسا مجب، غریب محلوں جو رکاب ہے جس کے پچھے قدرے اگر آپ تو ہو تو سے پانی میں ڈال کر پیلیں تو تھن کھنکے لیے عابر ہو جائیں گے اور کوئی آپ کو کچھ نہیں سکتا۔ بہت جلد ہم اس محلوں کو بڑے یوانتے پر بھی جو کر کریں گے، انکے لئے اور آج میں اس محلوں کا اپنے اور تجربہ کرنے والا ہوں۔" یہ کہتے ہی ڈاکٹر کامران نے لامی خون کے درون میں محلوں کے پچھوپا قطرے تھوڑے سے پانی میں ڈالے اور وہ محلوں تی دیا۔ محلوں پینتے ہی ڈاکٹر کامران سب کی ظروں سے ادھیس ہو کے۔ تھوڑی دری میں انہوں نے میرے رکھا کاس اٹھایا۔

کاس میں ہوا میں رکا ہوا تھا۔ سب ڈر گئے۔ ڈاکٹر کامران یوں:

یہ ایک بیبارڈی کا مظہر تھا۔ ہر طرف لائف ریگ کے محلوں رکھے تھے اور ہے تھے۔ کہنے پڑے جب غرب سے آلات بھی رکھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر کامران مانیکر، اسکے پر بیکھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے کام میں بہت محکم تھے جس کا اندازہ وہ ان کے چہرے سے بھی کیا جا سکتا تھا۔ اپنے ایک وزیر سے پہنچے۔

"آخراں آج وہ دن آئی گیا جس کا مجھے بے صبری سے انتکار تھا۔ میں نے بہت سال اس دن کا انتکار کیا ہے، اور آج یہ یہ مرے ہاتھوں میں ہے۔ یہ یہ مرے ہاتھوں کی بھت کا بھل ہے۔" پر غیر کامران کے ہاتھوں میں ٹیکے ریگ کا بھیب سا محلوں تھا جسے وہ غریب سے دیکھ دے تھے۔ یہ بچا دس سالیں کی دیباں میں تبدیل پا سکتی ہے۔ آج تجھ جو کوئی دیکھتا ہے آج انہیں نے کر دیا تھا۔ انہوں نے آج اپنی ٹاپیت ثابت کر دی تھی۔ ڈاکٹر کامران تو انہیسے ہواں میں ازر ہے تھے۔ خوشی ان سے سنجائیں سمجھل رہی تھی۔

انگے دن ملک کے تمام اخباروں میں ایک ہی خبر کا چچہ ہو رہا تھا۔ لوگوں کو کسی طرح یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ آخراں ربات ہی ایسی تھی۔ جو بھی سنتا

پڑے گا۔ ”پس کر ڈاکٹر کامران کا خون نکل ہو گیا۔ ان کا سارا ہجاد یا سب ہو گی۔ انہیں اپنا جانا جان سے زیادہ عزیز تھا۔ ان کے بیٹے کی جان سے زیادہ جنگی پکی بھی نہیں تھیں۔“

ہارے ہوئے لپچے میں ہے لے۔  
”میں جاتا ہوں جیسیں وہ محلوں کیاں ہے۔“ باس مسلسل۔

”یہ بھی ہات۔“ ڈاکٹر کامران کو باس نے سمجھوں سے آزاد کیا اور اپنے ساتھ کار میں مٹا دی۔ مجھوہ ان کے گرفتار طرف روان ہو گئے۔ ڈاکٹر کامران اور پاس ڈاکٹر صاحب کے پیارے میں واٹھ ہوئے۔ ڈاکٹر کامران نے پینڈ کے دبے سے سکریں اٹھایا تو ایک لال رنگ کا ہن نظر آنے لگا۔ اسیوں نے ٹھنڈا تو ایک منڈھوڑا رہ گیا۔ اس نے کے بعد یہاں ملول ہجہو تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے گلوول ہاں کے ہاتھ میں دست دیا۔ باس سکر دئے گئے۔ آخراں کا خواب ہو چکا ہو گیا تھا۔ اسی وقت ان کا آنحضرت سالہ چڑاں کر رہے ہیں واٹھ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔ تو وہ کر رہے سے چلا گیا۔ ہاں نے ڈاکٹر کامران کو پادری بھی خانے سے پانی لانے کا کہا جا کر وہ اسے پی کر جیک کر سکے۔ ڈاکٹر کامران پنک سے پانی لینے پڑے گئے۔ وہ فراہی پانی لے کر واٹھ آ کرے۔ باس پیتے ہی محلوں کے قدر سے پانی میں ڈالنے لگا تو ڈاکٹر کامران نے زور سے ہاتھ ناکار۔ جنکی پوچھا چور ہو گئی سارا محلول زین پر گر کیا۔ ہاں پہاڑ کا کرہ گیا۔ اسی وقت پوچھی جنکی ہاں نے ڈاکٹر کامران پر کوئی چادری تھی۔ ڈاکٹر کامران نہ ہب تک در ہو چکی تھی ہاں نے ڈاکٹر کامران پر کوئی چادری تھی۔ ڈاکٹر کامران نہ اکر رہیں پڑے کے۔ پوچھیں نے ڈاکٹر کامران کو اپنیں پہنچا دیا اور ہاں کو حضری آگاہی۔ ڈاکٹر کامران نے اپنیں بجائے کی بہت کوشش کی تھیں وہ جان کی بازی مبارکے۔ آنحضرت اڑاں زور زور سے دنے لگا۔ ڈاکٹر کامران کا اشارہ مٹے ہاں نے پوچھیں کو کمال کر دی تھی۔ تھاں ان کے گرفتار کرتے قریب تھا اس لے پوچھیں فرما کر کی تھی۔ اب اڑاں کی آنکھوں میں ایک چاہو نہیں تھا۔

## چھپیں سال بعد

اڑاں نے ہماری میں کام کرنے میں مصروف تھا۔ اپنے باپ کی موت کے بعد اس نے ملزم کر لیا تھا کہ جس ایجاد کو چاہتے چھاتے اس کے باپ نے جان کی بازی باری تھی، وہ اس کو اپنے ہی رائیگاں نہیں جانے۔ مگر اس نے بہت محنت کے بعد اس نئی محلوں کا غار مول ڈھونڈ لیا تھا۔ وہ اس نئی محلوں کو مت سے بنا کر ملک کی بھائی کے لیے کام کر رہا تھا۔ وہ اتنی آسانی سے باریگیں مان لکھا تھا۔ وہ ایک بار پھر اسی نے اس کام کو پاٹھکیل بک پہنچانا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ کامیابی اس کے قدم پر چوئے گی۔

”میں ہوں ڈاکٹر کامران!“ اپنے لوگوں کی نظر میں سے اس جملے میں کوئی بھی سکھ بھون۔ ”ڈاکٹر کامران نے اسی بیوی میں اپنی ایجاد کا کام میاں تحریر کیا۔ محلوں کے گھون دوبارہ پیٹھے رہے وہ سکھ کے سامنے ظاہر ہو گئے تھے۔ ان کی ایجاد نے تمہدک بجاہ یا تھا۔

”ہاں ایسا ہم کا ماہیں کب سر اچھا ہو ہے؟“ بیوی نے ہاں سے بیچھا تو ہاں ہلا۔ ”بیچ کا مہم ہمگل سر اچھا ہو ہے۔“ بارہ رکھنے سب پکیں ہیں چاں کے طبق سر اچھا ہو ہے۔ ذرا ہی مطلیب بکھر پڑ کر سکھی ہے۔ ”ہاں کی بات سن کر بیوی نے اپنے میں گردان پلاڑی۔

## بریکنگ نیوز:

”اہم آپ کو آج کی ہزار اور اہم خبر دے رہے ہیں۔ ملک کے مایباڑ سامنے میں ڈاکٹر کامران کو خواہ کر رہا گیا ہے۔ ان کو اپنے گرفتار کے اندر سے خواہ کیا گیا ہے۔ پوچھیں جعل انجین ڈھونڈنے میں مصروف ہے۔ پوچھیں کا اندازہ ہے کہ ان کی ایجاد کی وجہ سے شاید انہیں ملک و خان ڈھونڈنے خواہ کر رہا ہے۔“

یہ خبر اس کرپارستہ ملک میں محلی پیغامی تھی۔ ظاہر ہے ڈاکٹر کامران کا افواہ کی مہموں بات تھوڑی تھی۔

”میں کہاں ہوں۔“ ڈاکٹر کامران کو ہوش آیا تو وہ ایک بڑے ہاں نما کمرے میں ایک کری پر بھٹے میٹھے تھے۔ ان کے سامنے کروڑ پھرے والا ہاں بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر کامران کو سارا معاشرہ ایک ہی لئے ہی بھجا گیا۔

”جبار اے لے سی بھتر ہو گا کہ میں ہتا دو کہ وہ محلوں تم نے کہاں رکھا ہے، ورنہ تم تھبادا وہ جڑ کریں گے کہ جباری روچ کا کاپ جائے گی۔“ ہاں نے گرفتار اندھے سے مکراتے ہوئے کہاں اس کے دھرے ہاٹھ میں پہنچا تھا۔

”تم لوگ چاہے بھے ماری کیوں نہ ڈالوں ہیں جیسیں بھی نہیں ہیاں ہوں گا کہ وہ محلوں کہاں رکھا ہے۔ میں اسے اپنے ملک کی بھائی کی لیے استعمال کر رہا چاہتا ہوں۔ میں اسے تم بھی ملک و خان حاضر کے ہوں گے۔“ ڈاکٹر کامران نے چھاں چھے مٹھوڑا بچھے میں کہا۔

ہاں سکریا اور پوچھا:

”جبار ایک آنحضرت سالہ بیٹا تھا۔ کیا ہام بے اس کا؟ یاں اڑاں، وہ بر اس اسکل میں پڑھتا ہے۔ کیوں نہ ہم اسے اغوا کر لیں؟ پھر تو تمہیں اس ایجاد کا پتہ بتانا ہے۔

چچا خواہ خواہ اور جگو میاں

# چچا خواہ خواہ نے جھگڑا چھڑ روایا

عائشہ اطہر

وہ سرہ شام میں چچا خواہ کو اولیاف میں سمجھے کرم لفاف کے ہرے لے رہے تھے اور باہر گئیں میاں چلا رہا تھا۔

"چچا خواہ پر جگو میاں کے قیچیت کی آواز پر چچا خواہ کو اور زور سے پہنچ کر لفاف میں ہرید دیکھ گئے۔ جگو میاں مسلسل چلا رہا تھا۔

"چچا خواہ پر جگو میاں جاتا تھا کہ چچا جاکہ ہے جس اور جان و جھگڑیں انھوں نے۔ چچا خواہ کو اتنی خذل میں لفاف سے نکلے پر کسی قیمت تیند بھی نہ تھے۔"



تحویلی ہی دری میں پورے گھر میں طلوے کی خوبیوں کیلی ہوئی تھی۔

"چچا طلوہ!" جگو میاں بھر سے چلا یا اور اپنی بیٹھتی سے اڑتا ہوا سیدھا چچا خواہ کو اکے لفاف پر آیا۔

"اُھ چچا طلوہ کماں!" جگو بھر سے بولا اب کے پیچائے اپنا سرگھی لفاف میں گھسالیا۔ بہر چارہ آپا بھیں۔

"جگو میاں اٹھو کھالو،" جگو میاں واپس اڑتا ہوا گھن میں آیا۔ اور مزرے سے حوا کھانے لگا۔ جگو میاں نے چچا خواہ کو بلانے کا ارادہ ترک کر دیا اور طلوے سے بھر پور انصاف کرنے لگا۔

تجزیٰ تھی دری میں باہر گلی سے چینٹنے پلانے کی آوازیں آنے لگیں۔

"چیاڑاں! جگو میاں نے شور چاڑا۔

"ٹراٹی! پچا خواہ کو اونے خاف آتا راہ پر میں کی طرح بیدے سے چھاٹاں گئی۔" کس کی لڑائی؟" پچا باہر گلی میں بھاگے جگو میاں پھاکے کھدے ہے پر بیٹھے چکے تھے۔ باہر گلی میں "پچے ایک دوسرے کو خوب مار دے چھاڑا اپنے گروں کی کھڑکیوں پر کھڑی ان کی ماں بھی چاہ رہی تھی۔ پچا خواہ کو اونے دوں پھوں کو اگ کرنے کی کوشش کی تھرہ، پھر ایک دوسرے پر بلد پڑے۔



"ارے ایت بھی جاڑا! پچا خواہ کو اونے، خواہ کو اونے بھڑے میں کو دے ایک لڑکا بوقدرے لبا تھا پھوٹے پیچے کو خوب پیٹھ دھاتا۔

"آئی! اڑ کوئا اپنے پیچے کو، پچا خواہ کو اونے کھڑکی سے لٹکی پیچے کی مان سے بوئے۔

"آئی کے کہا؟" پیچے کی مان بولی۔ "تصیس ہی کہا؟" دوسرے پیچے کی مان بھس کے بولی۔

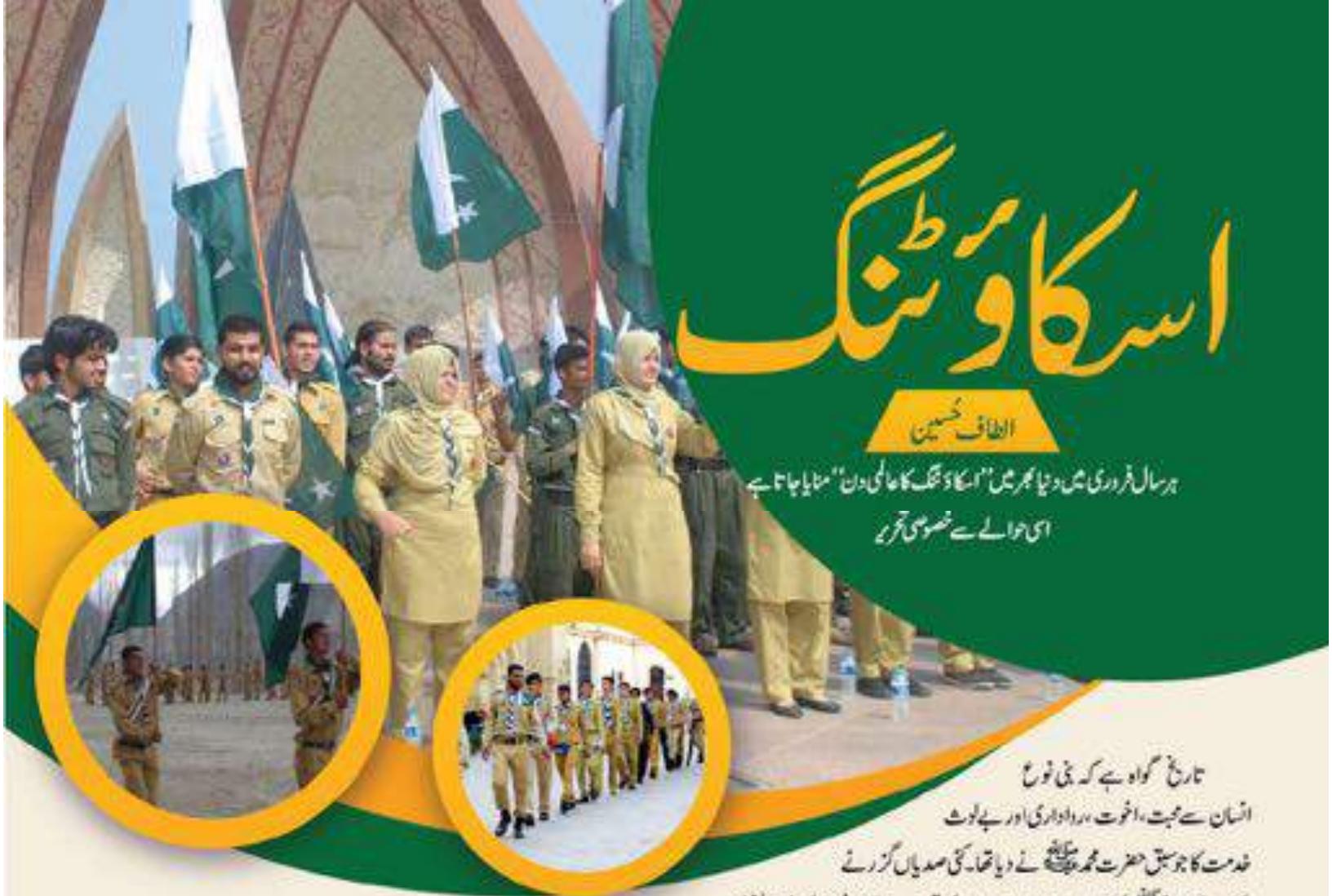
"آپ دوؤں آئیاں ہیں۔ وہی کہوں گا۔" پچا خواہ کو اونے بولے۔

"ہمیں آئی بولار کوڈ رامنے کے لباہر آنا،" آئی چالائی۔ سب نے مل کر پچا خواہ مخواہ کو خوب پیٹا۔ "پچا! کی پٹائی پچا کی پٹائی..... جگو میاں شور چاتے گھر کو بھاگے۔ باداہاہ۔.....

# اسکاؤنٹ

الطاں حسین

ہر سال فروری میں دنیا بھر میں "اسکاؤنٹ کا عالمی دن" منایا جاتا ہے  
اسی دن سے خصوصی تقریب



تاریخ گواہ ہے کہ نئی نوع  
انسان سے بہت اخوت، رہاواری اور بے اوث  
خدمت کا ہر سبق حضرت محمد ﷺ نے دعا تھا۔ کمی صدیاں گزرنے

کے بعد آپ ﷺ کے ان ہی زیارتی اصولوں کے تحت برطانوی فوج کے ایک لفڑیت  
جزل رائٹ بیدن پاؤل نے "اسکاؤنٹ" کے ہم سے ایک عظیم سے معارف کرائی۔  
رائٹ بیدن پاؤل 22 فروری 1857ء کو لندن کے ایک قصبہ "گلیول" میں پیدا  
ہوئے۔ ان کے والد آکسفورد یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ ابھی بیدن پاؤل کی عمر تین  
سال تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ 1870ء میں انہیں لندن کے چارٹر باؤس میں  
والٹل کر دیا گیا۔ 1876ء میں (انہیں سال کی عمر میں) پاٹری باؤس کا آخری انتظامیہ اس  
کیا اور اس کے بعد انہوں نے بلوڈ "سب لفڑیت" برطانوی فوج میں کیش ماحصل کیا۔  
اور ان کی ایجادی تھیاتی ہندوستان میں کی گئی۔ 1833ء میں انہیں اعلیٰ جنگی خدمات کی  
بلیڈ پر کھٹکنے کے عمدہ پر اور 1899ء میں کرگل کے عمدہ پر ترقی دی گئی۔ ان ہی ٹھنڈ  
افریقہ کے علاست بہت زیادہ خراب ہو گئے۔ حکومت برطانیہ نے اپنی فوج میتوںی افریقہ  
روانہ کی جس میں کرگل رائٹ بیدن پاؤل بھی شامل تھے۔ کرگل رائٹ بیدن پاؤل نے  
دو فتحی دستیں (جن کی بھروسی نظری ساتھی) کی مدد سے پانچ مریخ میں رستے میں  
پھیلے ہوئے اقصیٰ "مینٹ سٹگ" کے دفاع کا آغاز کیا۔

ایک دن ڈاڈ کر ہے گرگل رائٹ بیدن پاؤل نے دیکھا کہ ایک سائل سوارچہ  
گولیوں کی بوچھاڑ کے درمیان سے باحفاظت نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان کی حریت کی

انجمنیں رہی۔ انہوں نے اس پیچے کو اپنے قریب بنا کر پوچھا "کیا صیہن گولیوں کے  
بوچھاڑ کے درمیان سے نکلتے ہوئے انہیں کیا؟"  
"خیں! کیونکہ میں اپنی حفاظت کا طریقہ جانتا ہوں۔ میں جب اس مقام پر پہنچا تو  
میں تے اپنی ماں بیکل کی رفتار جو کہ جس کی وجہ سے کوئی گولی بھٹکانے نہیں پہنچا سکی۔"  
کرگل رائٹ بیدن پاؤل اس سات سالہ بہادر پیٹھ کے جو اُت مندانہ جواب  
سے بہت جذبہ ہوئے اور اسے شاہزادی۔ اس حکم ان کی واقع نے ان کے دل و ماغہ  
گبر اڑ جھوڑا تھا۔ 18 میں 1900 کو ان کی مدد کے لیے برطانیہ سے ہزار ہم فوجی دستے  
چوتھی افریقہ پہنچ گئے۔ 1901ء میں انہوں نے کافی غور کرنے کے بعد اسکاؤنٹ کے  
حوالے سے ایک کتاب "اینڈن اسکاؤنٹ" (Aids to Scouting) لکھی۔ یہ  
اس کی اہمیت کے عینی نظر برطانوی اسکولوں میں بطور اساتش شاہی کر دیا گیا۔ پھر عرصہ  
بعد کرگل رائٹ بیدن پاؤل کو برطانیہ واپس بنا لایا گیا۔ جب کرگل رائٹ بیدن پاؤل  
وہنہ واپس پہنچنے والا سکول کے چچاں نے ان کا الہاماں اختیال کیا اور اسکاؤنٹ عظیم کے قیام  
کی نواہیں ظاہر گئیں۔ 1907ء میں انہوں نے اسکاؤنٹ عظیم کی بنیاد رکھ دی۔

انسانیت کی فلاں و بہود، اتحاد، امن اور قدرتی آفات میں پھنسنے لوگوں کی ہر مکمل

میں کسی بھی سیاسی جلسے اور سیاسی جلوسوں میں شرکت نہیں کر سکتا کیونکہ اس تحریک کا کسی بھی سیاسی جماعت سے کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

معاشرے میں اسکاؤٹ جو قابل قدور خدمات انجام دیتے ہیں وہ کسی سے وحی نہیں نہیں، سیالب ہو یا لزول، جنگ ہو یا اس بخوبی تحریک، وہی امر اس با خداوت ہوں یا کسی اور اس کی جانب سے چلا جائے والی ہم ہوزنگی کے ہر معاملے میں اسکاؤٹ اپنی بہتر خلائق خدمات فراہم کرنے میں آگے کھلائی رہتے ہیں۔

اسکاؤٹنگ کی پیادہ و مدد اور اسکاؤٹ قوانین پر ہے۔ ہر اسکاؤٹ کو کیسے گئے و مدد اور دفعہ کردہ قوانین کی حق سے پابندی کرنا ہوتا ہے۔ اسکاؤٹ ایک غیر سیاسی اور غیر فرضی تحریک ہے جس کا مقصد اپنے کو اسکاؤٹ کے درمیان ترتیب دے کر ایک نہایت اپنے انسان کے ساتھی میں احترام ہوتا ہے اور اسے دارالحریم ہوتا ہے۔ اسکاؤٹ کی تربیت اپنے افراد کو ترقی سے سرگرمیوں میں بھی مدد ملتی ہے۔

### اسکاؤٹ وعدہ:

اسکاؤٹ تحریک میں شامل ہوئے والا ہر اسکاؤٹ درج ذیل تمام نکات پر مشتمل و مدد کرتا ہے۔ جو اسکاؤٹ یہ و مدد کر لیتا ہے وہ اسکاؤٹ کو بیدار اسکاؤٹنگ کا شخصی اچانکہ عطا کر سکتا ہے۔

1. میں اپنا اپنے ملک کے بناۓ ہوئے قانون کی پابندی کر دوں گا۔
2. میں اپنا اپنے ملک کا وفادار ہوں گا۔

3. میں لوگوں کی خدمت کروں گا خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور قوم سے ہو۔ یہ یہ ہے کہ جب کوئی اسکاؤٹ اپنا مخصوص سلام کرتا ہے تو اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پر انکو خوار کر کر تین انکیاں مانچے پر رکھتا ہے۔ اس کی خاص وجہ اسی و مدد کی بیسی تھیں ہوتی ہیں۔ جن کی وہ قدم قدم پر تجھے یہ کرتا ہے۔

### اسکاؤٹنگ کے قوانین:

1. اسکاؤٹ اپنے گھر والدین اور ملک کا وفادار ہے گا۔
2. اسکاؤٹ ہر کسی سے خاش اخلاقی سے ہٹیں آئے گا۔
3. ہر شخص کی ہاتھیاز مدد کرے گا۔
4. اسکاؤٹ زندگی میں ہٹیں آئے والی ہر مشکل کا ختم ہو شانی سے مقابلہ کرے گا۔
5. اسکاؤٹ کتابیت شماری اپنائے گا۔
6. اسکاؤٹ اپنی حصیت کو قابل اتناو بنائے گا۔
7. اسکاؤٹ فطرات میں بڑوی کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔
8. اسکاؤٹ جانوروں کے ساتھ بھی اپنے طریقے سے پیش آئے گا۔

ہر اسکاؤٹ تحریک کے بنیادی مقاصد قرار پائے۔ اسی سال اگست (1907ء) میں انہوں نے اسکاؤٹنگ کا سب سے پہلا (جگہ باتی) کیپ بر طائفی کے ایک جزو سے "براؤن ہی" نیں قائم کیا۔ جس میں 24 نوجوان نے شرکت کی۔ اسکاؤنوں کے اس اجتماع کو "بجوری" کہا ہے مدد میا گیا۔

اس کے بعد آہستہ اسکاؤٹ تحریک کا داڑہ کا روسیج ہوئے گا۔ 1910ء میں رابرٹ پہنچن پاؤں علیحدہ لفٹننٹ جنرل فوج سے ریچارڈ ہے اور اس کے بعد انہوں نے اپنی قائم ترقیات اسکاؤٹ تحریک کی ترقی پر مرکوز کر دی۔ اسی سال بریمنی پاؤں وہندیں اسکاؤٹ تحریک کی شان قائم ہوئی جس کا صوبائی جنگ کو اور والٹن کیپ (لاؤہر) میں تھا جنگ فریڈن پہنچن پاؤں نے اسکاؤٹ تحریک کو پری دیا۔ انہیں حغارف کرنے کی غرض سے تمام ممالک کا پہلا عظیم ایکان اجتہاد (ولڈ بجوری) انہوں کے ایک مقام "اوپیٹا" میں منعقد ہوئا جس میں اپس ساری دنیا کا روپیہ آف اسکاؤٹنگ "ٹیم" کیا گیا۔ 1917ء میں رابرٹ پہنچن پاؤں کے یاد جو اس کے باوجود وہ اپنی قائم کردہ جنگ کے کاموں میں مصروف رہے۔ 8 نومبر 1941ء کو رابرٹ پہنچن پاؤں دنیا سے رخصت ہوئے گیں اپنے یتیم بھجوں کا ایک ایسا سلسلہ چھوڑ گئے جو آج بھی جا رہی ہے۔ ہر سال 22 فروری (ان کے یوم بیٹا ایش) کو اسکاؤٹ کے یادی "ان" کے خود پر منیا جاتا ہے۔ دنیا کے جس ملک میں بھی اسکاؤٹ جنگ ہوتی ہے اس ملک میں اس ایک دنست غصہ کو ملام ہٹیں کیا جاتا ہے۔

14 اگست 1947ء کو جب پاکستان کا قیام عمل میں آتا تو اس وقت تھا ہندوستان کا اسکاؤٹ دست فرانس میں منعقد ہوئے۔ والی چھوٹی اسکاؤٹ جنگوی میں شریک تھا۔ اس میں مسلمان اسکاؤٹ بھی شامل تھے۔ جب اپس قیام پاکستان کی خوشی بیانی گئی تو انہوں نے جنگی انتظامی سے ہاتھ دے دیا۔ اپنے لئے کے بعد اپنے ملک (پاکستان) کا پرچم لہانے کا فیصلہ کیا اور راتوں رات متنی گرل گاہیز کی مدد سے قومی پرچم چڑا کیا گیا اور 14 اگست 1947ء کی بھی یہ پرچم بجوری میدان میں دنیا کے دیگر ممالک کے پرچموں کے ساتھ پہنچا گیا۔

قیام پاکستان کے بعد اس ملک خداواد میں بھی اسکاؤٹنگ کی پہنچ دنیا کی اور 22 ستمبر 1947ء کو پاکستان کے گورنر جنرل ہائی ایئٹھ مولی جان پاکستان کے پہلے چیف اسکاؤٹ مقرر ہوئے۔

اسکاؤٹنگ دنیا ہر کے ٹیکاں اور نوجوانوں کی پہنچ دے تھے۔ اسکاؤٹنگ اگرچہ مذہبی تحریک نہیں ہے بلکہ اس میں شامل ہونے والے ہر اسکاؤٹ کو ہر حالت میں اپنے مذہب کی تعلیمات کا پابند رہنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی اسکاؤٹ یوں نیمار

کے سکے

سینئر کلاس اسکاؤٹ:

خذرائٹ کے بعد اسکا دنوں کی اگلی منزل "سینیٹر کلاس اسکاراٹ" ہوتی ہے۔ جس سکن پتچئے کے لیے انہیں مندرجہ ذیل مرامل سے گزرنا ہوتا ہے۔

## فرست کاس اسکاٹ:

ہر ایک اڈ کا مقصود فرست کاس (دینہ اول) اسکا ذمہ بننا ہوتا ہے کیونکہ سکھیہ کاس ایک اڈ کو دینہ اور ایک اڈ تصور کیا جاتا ہے۔

پاکستانی اور سلمان اسکاڈٹ کا وعدہ:

پاکستان میں سماجی اور مذہبی ماحول کے مطابق اسکا وہ تجھ کی تحلیل کی جاتی ہے۔ ایک پاکستانی اور مسلمان اسکا ذات کے "اسکا ذات وحدہ" کا متن یہ ہے:

(i) میں اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے عالم کرہ فراہم پاہندگی اتحاد مروں گا۔

(ii) لوگوں کی خدمت کر دیں گا خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔

(iii) اسکا اٹ تو انہیں کی یا بندی میں اپنی بھرپوری کو شکل کر دیں گا۔

پاکستان میں "لٹر لک اسکاؤٹ" کو "انجودیچ" کا نام دیا گیا ہے جبکہ "جکڑہ کاس اسکاؤٹ" کو "حکیم چ" اور "فرست کاس اسکاؤٹ" کو "یقین چ" کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہاں پاکستان کے پہلے چیف اسکاؤٹ ڈاکٹر محمد علی جناح کے مشہور زمانہ قول "انقدر، حکیم اور یقین" سے انہی کے گئے ہیں۔

قائد اعظم اسکاؤٹ

جو اسکا ذہت یہ تینوں حق حاصل کر لیتا ہے وہ "قائد اعظم اسکا ذہت" کہلاتا ہے۔ "قائد اعظم اسکا ذہت" کو ہمارے ملک میں اسکا ذہنگ کا نقطہ عروج قرار دیا گیا ہے۔ اس درجے میں کامیابی حاصل کرنے والا ہاشمور ہو جاتا ہے وہیں اسکا ذہنگ کے تمام مراحل کی تجدی اور احتجان کے ہامٹ اس کی ذات میں پھیلی، ذات اور بصرہ جوں، ظہور، بدل و انتقال، جوصل مندی، جرات مندی، دو، انحرافی، سب جوئی، بخدر کردار، تدبیرت طلاق، احترام انسانیت و تحریر و تحسیں اعلیٰ خصوصیات پہلا ہو جاتی ہیں اور "اسکا ذہنگ" ہر اسکا ذہت سے ان ہی خصوصیات کا تھاناضا کرتی ہے۔ اس طرح ایک عام سمازہ اسکا ذہنگ کی تربیت مکمل کرنے کے بعد اپنے ملک کا ایک لپٹھا ہمہن بن کر اپنے ہم وطنوں کو شہریت کی تعلیم و تربیت دنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ ☆

۹۔ اسکا ذہت ایسے والدین، اسکا ذہت ماں بڑا اور پھر دل لیندہ کے علم کی حیثیت کرے گا۔

10۔ اسکا وقت قول مغل اور کرواریں یا کینزرہ ہو گا۔

11- اپنے مذہب کی طرف سے عائد کردہ تمام فرائض احسن طریقے سے انعام دے گا  
ان کی انعاموں میں کسی قسم کی کوئی کوئی تعلیمی صورت کرے گا۔

12۔ چرا سکا ڈٹ سب اس کا ڈنلوں کو اپنا ایجادی سمجھے گا۔

**نوت:** یہ اخین گیارہ سال سے زائد عمر کے دکانوں پر لاگو ہوتے ہیں۔

اسکاوت ماضی یعنی اسکاؤنگ کی تعلیم دینے والے اس ائمہ، اسکاؤنٹوں کی پیداگوجہ اور قوانین طویل کی طرح رہتے ہیں بھکاریں اس طریقے سے تعلیم دینے چیز کہ ہر اسکاوت کو اس بات کا اپنے طبع علم ہو جاتا ہے کہ ہو باقی اسے سکھائی جا رہی ہیں زندگی میں ہر قدم پر اس کا واسطہ ان باتوں سے چڑھا کر جو کہ دن بہاریوں کو ہے دھیان اور شوق کے ساتھ سمجھتا ہے تاکہ روزمرہ زندگی میں کسی موقع پر بھی اسے شرمدی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ایک اسکاوت اپنی تعلیم (اسکاؤنگ) کی عزت کو چیز نظر رکھتا ہے اور ایسا کوئی عمل نہیں کر رہا جس سے لوگوں کو اس پر یا اس کی تعلیم پر باقی اٹھانے کا موقع نہ ہے۔

ارکان و نگرانی

درکاڑوں کی تحریم کو تین حصوں میں تحریم کیا گیا ہے اور ہر حصہ میں شالیں پہنے اور تو جراثموں کی نفیا سے کے میں مطابق ترقیتی سرگرمیاں تکمیلیں دی جاتی ہیں۔

اسکاؤٹ کا پہلا حصہ "کب اسکاؤٹ" (CUB SCOUT) کہلاتے ہے۔ اس میں 7 سے 10 سال بچ کی عمر کے بچوں کو شامل کیا جاتا ہے۔

دوسرا حصہ "بیانے اسکا ذرث" کہلاتا ہے۔ اس میں 11 سے 16 سال تک کی عمر کے نئے نئے شاہل ہوتے ہیں۔ اسکا ذرث ماضی، پڑاول یعنی روزگار ترقیت کے دن ہے اور پڑاول یعنی راپنے پڑاول ہے جس میں شاہل اسکا ذرث کی ترقیت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

تمرا حصہ "رذ و را کاؤٹ" کھلاتا ہے۔ اس میں 17 سے 25 سال تک کی عمر کے نوجوانوں کو شامل کیا جاتا ہے۔ ماحول اسکا ٹنک کی کامیابی میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور یہ ماحول یا قاعدہ مخصوصہ بندی کے تحت یہاں کیا جاتا ہے۔ اس میں ایسی تھام سرگرمیاں شامل ہوتی ہیں جو تم جوئی اور فطرت کے میں مطابق ہوں۔ اس کے علاوہ اسکا ٹنک کے قریب اور گروپس میں مختلف کمپیان ٹکھیل دی جاتی ہیں جن میں اسکا ٹنکوں کے والدین کو مشاورت کی فرض سے شامل کیا جاتا ہے۔

میراث

”تند رفت“ (Tender Foot) کے امتحانات میں جو لڑکا کامیابی حاصل کرتا ہے وہ اسکاؤٹ وروی اور اسکاؤٹ ”تند رفت بچ“ پہنچ سکتا ہے اور خود کو ”اسکاؤٹ“

کوئی بھری تھوڑی سی مدد کر دے تو میں پہلے جیسا ہو سکتا ہوں۔ جب بھرے پتے ہوں اور مجھ پر خوب صورت اور خوشود ریخول کھلے ہوں۔ میں گھن اپنے ساتھی ہو دوں کی طرح خندی ہوں میں سکون سے جھومنا پا سکتا ہوں۔

سرد اوازیں نے شہر کو گھریلی تھی جس کی مدد سے سردی کی شدت میں اشناز ہو گیا تھا۔ جری کی جیبوں میں با تحدی اے لندھوں پر بیک لٹکائے وہ بے زاری ٹکل ہائے اسکول چا رہا تھا۔ خندی ہوا جب من پر آ کر کنگن تو عمر کا نصف ہزیر ہزیر چا رہا تھا۔

مرے سے بعد اسکول چانے کی روشنی میں اور پھر اتنی ضھر میں اسکول چانا اپ مفلح قدر گرفتگی لختے ہی اسے راک پر اسکول چانے پر نظر آئے۔ اپنے دوست کو دیکھنے والے اس کے پاس چالا گیا تاکہ اسکول تک چانے کا انتہا کر کر 2 آسان گھنے۔

آن اردو کے نجھر سے اپنی ملنے والے نیمیت میں اس کے نہر کم تھے۔ جس پر نجھنے اسے اپنی والدہ کے ہندھ کے رہانے کو کھا تھا۔ گرفتار سے اسکول چانے سرعت بخاتی اور اس اسکول سے گروہ بھی آتے ہوئے اس کا عصف اور الجھن اور زیادہ تھی۔ ہما کو ایسے دکھانا بھتی ماں کی ذات کھانا اور جن جھلوک، پنچھا لونتی۔

گرفتاری گلی میں داخل ہوتے اس کی نظر ایک پاؤ سے پر پڑی، دو گلاب کا پاؤ تھا جس پر کوئی پھول نہیں تھا۔ جب کہ اسی کیاری میں لگے گلاب کے درسے پاؤ سے تر ہادا زہ نظر آ رہے تھے۔ ان پر چند پھول بھی کھلے ہوئے تھے۔ پھولوں پاؤ دوں کو دیکھنے والے یاد آیا اردو کی نجھر نے اسے سڑاکے طور پر ایک کہانی گرفتار سے پڑنے کے لیے دی تھی۔ پڑنے کا سوچتے ہی اس کا دھیان پھولوں سے بٹا اور وہ گرفتاری طرف میل دیا۔

.....\*

میں ایک اوس پاؤ ہوں۔ جس میں تو ہائی نہیں ہے۔ بھرے کچھے ہزار پچھے میں اور جو باقی ہیں وہ پلے ہو رہے ہیں۔ سیبری ہاڑک نہیں اسکلی ہوتی ہیں۔

سردی کی وجہ سے نہ دھپ آتی ہے اور نہ پانی جس سے میں اپنا کھانا بنا سکوں۔ اگر

# ایک پودا اور عمر

فخرِ تخلیل



آجیں۔ عمر کو تھس پر ہی خدا آنے لگا۔ براسانہ باتے وہ مرنے پر بیٹھ کیا۔

” عمر بڑا لو۔ ”

” نماں یو ٹھے کچھ نہیں آرہا۔ ”

” دیکھو اگر قاتی آ گیا پے تو ان سے کچھ اوجا کر۔ کھاں میں کیسے پڑھنے ہو کر گرا کر کچھ کچھ نہیں آتا۔ ”

” جار بادھوں نا۔ ” براسانہ بنا کر وہ بڑا۔

—

” قاتی بھائی ایسا تھا مشکل کیوں ہے؟ ”

” تمودا سامنگل گھا بے ٹکان ہب تم یہ کرتے جاؤ گے تو بہت انتہے سے کچھ آ جائے گا ہمیرا آسان ہو جائے گا۔ ”

مکراتے ہوئے قاتی بھائی ہر سے سوال سے کچھائے گے۔

” ہمیری قاتی بھائی! ” یہیں وہ فاموں ہوئے عمر نے اپنی کتاب بند کر دی۔

” میں ہر ایک بار اس کو ہر سے سامنے پہنچ کر مل کرو۔ ”

” ہی! ” وہ بولا۔ کتاب پر ہر سے کھوئے گرد ہیں جیسے کیا۔

” عمر اب تھسیں پڑھائی اپنی بھائی میں کیسی کمی کیا؟ ”

قاتی بہت نام سے عمر کی بے زاری دیکھ رہا تھا۔

” باکل! قاتی قاتی بھائی! اوہ قاتی بھائی! ابہت زیادہ وقت گلابے چڑھنے میں۔ ”

” میں عمر پر سے بخیر تو کوئی کمی کے نہیں پڑھ پاتا۔ ”

” وہ یو گھر میں زیادہ حرہ آتا ہے۔ ہم ایک بول کر لیں تو اگلے میں سچی جاتے ہیں۔ اسکوں میں تو یہ اسال ہم ایک ہی کھاں میں پڑھنے رہ جئے ہیں۔ ”

” اگر اخراج رالگا ہے پڑھنا تو ایک کام کرو۔ تمودا سے دن ویسے یو گھر پھوڑ کر

” وہ سرے ڈھپ کام کرو۔ ”

” کیے؟ ”

” یہے با غایبانی کرو، کتب بینی کرو اور ایسے یہ پکڑ کام۔ میں تمودا سے دن کے لیے

ٹھیک استعمال مت کرو۔ وہ وہ؟ ”

” ایک ہے۔ کوشش کروں گا۔ ”

” شباش! ” قاتی بھائی ہو لے۔

مرے سوال مل کر کے لایاں کہیں اور اپنے گمراہ گیا۔

—

آج یہ انتظارِ قاتم ہو گیا ہے۔ وہ نخاچا پچاپنے کھر سے پانی ایک برلن میں ڈال کر لایا۔ اس نے مجھے اور مجھ سے درپکھ دسرے پوچھ دسرے پوچھ دیا۔

کافی دریکھیتے کے بعد وہ گھر واپس آگیا۔ ماما کو دیکھتے ہی اسے میقص کا کام یاد

بیقہ صفحہ نمبر: 28

کتاب کھوئے ہوئے وہ باہر مٹنے پر بیٹھ گیا تاکہ کہ مٹا سے دیکھ سکی۔ میقص کی کتاب وہ اب بھی نہیں لایا تھا اس کے باخوبی میں کہاںی والی کتاب تھی جو اسے اُردو کے لیے نہ دی تھی۔

ہری گلی میں ایک پورہ تھا۔ وہ جوہا ساہے لیکن سب کی مدد کرتا ہے۔ وہ اپنی جھٹ پر نجھے پر بھومن کے لیے پانی بھی رکھتا ہے۔ وہ اپنے گھر کے سب بچوں کو روزانہ پالی دیتا ہے۔ مجھے انعاماً ہے کہ اس کی قوبہ بھر پر اسے گی اور وہ مجھے پانی دے گا۔ ہری میں بھی ہواں کے ساتھ ہو جوہوں کا ہے۔ مجھ پر بھی رنگ بر لگتے چھوٹے ہوں گے اور پس پر ہر سے پاس رک کر مجھے دیکھیں گے۔ مجھ سے کچھ فاستے پر لگے پوچھے سردى کی شدت کو برداشت کر رہے ہیں اور اب بھی تر دنارہ ہیں لیکن ہری ساری طاقت ختم ہو گئی میں سردی کو اپنے برداشت نہیں کر پا رہا۔

” پانچیں بھر نے کیسی کہانی پڑھنے کے لیے دے دی ہے۔ اس سے اچھا ہے میں باہر جا کر سکیں لوں۔ ” کتاب بند کرتے وہ اخواہ رکن میں مذاکے پاس گیا۔

” نہ۔ میں تھوڑی دیر باہر کیلئے پڑا جاؤں؟ ”

” تی اپنے جائیں لیکن وہیں آ کر پڑھنا بھی ہے اور جانے سے پہلے فاز کر لیں۔ ” انہوں نے عمر کو باہر جانے کی اجازت دے دی لیکن پھر بھی اسے نماز پڑھنے کا تھا نہ بھولیں۔ وہ کوشش کرتی تھی کہ ہر وقت اسے کھنچ ریں تاکہ وہ پڑھائی کی طرف ای طرح سے راغب ہو جائے جیسے پہلے تحدی حداہت میں بھیڈ اول آئے والا ہمراہ ڈاؤن میں پڑھائی سے دور ہو گیا۔

وہ گھر سے باہر آیا تو اس نے سارے پنج کرکٹ کھیل رہے تھے۔ وہ بھی ان کے پاس چلا گیا۔ اپنی وہ سب کھیل رہے تھے۔ جب بھی میں قاتی بھائی آئے۔ ان کے باخوس میں اب بھی لایا ہیں تھیں۔ قاتی بھائی نے ہر دو میں ہاپ کیا تھا اور ساری بھی نے ایک دوسرے کو مٹھلی کھائی تھی۔ سب لوگ اپنی پند کرتے تھے کہ کہہ دہ ہر کسی کی مدد کرتے تھے۔ گلی کے پیچے ان کے زیادہ پڑھنے پر اپنی ” قاتی قاتی بھائی ” کہتے تھے۔ کسی پچھے کو پڑھنے میں مسئلہ ہوتا تو اس کی اپنی اسے جلدی سے قاتی بھائی کے پاس بھیج دیتی۔ عمر بھی شوچتا تھا وہ بھی بڑا ہو کر قاتی بھائی جیسا بنے گا اس لیے وہ بھیش پڑھ رہتا تھا لیکن ڈاؤن میں اسے معلوم ہوا کہ پڑھائی سے الگ ویسے یو گھر کی دیبا بھی ہے جس میں جائیں تو دن گزرنے کا پایا نہ چلتے۔

کافی دریکھیتے کے بعد وہ گھر واپس آگیا۔ ماما کو دیکھتے ہی اسے میقص کا کام یاد

دوران کرنے میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر دروازے پریٹھی کر رہا تھا کہ اس کے پیچے کا دیاں ہاتھ جس میں پہلی تھی، کتاب کے درمیں صفحیں درکت کر رہا ہے۔ وہ دربے پا اس ان کے پاس آگئے ہوا۔ دیاں ہاتھ مدد حاصل کیا جس میں عمارت لکھ رہا تھا:

”اخْرُ سَاحِبُكُمْ بَاكِرٌ سَعْيُكُمْ أَصْنَعُ إِيمَانَكُمْ سَوْفَ يَرَوُنَّ مَا نَهَىٰ“  
”کیا کہاں ہے“ سلم نے اپنے دل میں سوچا۔

ماں کی ہاتھ نے اب کھن بند کر دیا کیونکہ سلم نے کافی سوچ دی تھی کہ اس دلو ایسا تھا۔ اخْرُ سَاحِبُ کے کتاب بند کرتے ہوئے بڑی طرف دیکھا اور چند بھوس بند کیا دیا تھا۔ ”کہاں ہے سہیروں کی تھیں“ جو کہ سیر کر دی تھا اسی محنت کے لیے ہے۔

”جی ہاں، میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں واپس آ جاؤں گا۔“ پھر ہم نظر کے اس سخون کے بارے میں لکھنگریں گے جوکل اخبار میں آیا تھا۔ سلم نے کتاب کو آختے ہوئے کہا۔ کتاب کو قفل میں دبائے وہ سیر کرنے لگا کیا تھا جلدی ہو اجھے پڑے گلی جو اپنے ساتھ گرد و خبار بھی لائی تھی۔ اس نے ایک پانچ گاہ، ڈھونڈنی اور کتاب کو محل کر لیا۔ کتاب کے ہر سطح پر پکھن پکھن کیا تھا۔ یون علمم ہدایہ تھا کہ یہ کتاب بدل کر کیا جائے۔ اس نے سخون کیا کہ ابتدائی صفحی کی کھاتی بعد والے سخون سے فرق رکھنے لگا۔ جاری تھی۔ کھاتی میں روانی اور جگہ بہت ملا ہوئی تھی۔ اس سے یہ صاف تینجا ۱۵۰ قاتاں کی کھاتی بتدریج بھر جوہری تھی۔ ہاتھ میں ہوش بر گر جیسی تھی۔

اخْرُ سَاحِبُ ہب تھیں سال کے ہوئے تو آنکھوں کی روشنی سے ہمدرد ہو گئے۔

پھر انہوں نے اپنی ذہانت اور حکمت کی بددالت انگلیوں کے ذریعہ نوول کر پڑتے میں عمارت حاصل کر لی۔ ان کے پھولے کی جس بڑی بیجنگی تھی۔ وہ اپنی انگلیوں کو پھول پر پھیل کر بڑی آسانی سے ہاتھتے ہے کہ یہ کون سا پھول ہے۔ پھول ساگر کر یہ بھی ہاتھتے ہے کہ یہ کس پھول کی طذیبو ہے۔ ان کی سرگھٹے کی سس بھی جیرت انگلیز خوب رہتے ہیں۔ جب تھے ان کے اور اخْرُ سَاحِبُ کے درمیان قحطیات کا مامنہ ہوا اور میں نے اخْرُ سَاحِبُ کے ہاتھ کے کھٹکے ہوئے خلوداد کیتھے تو میں حراج ان رہ گیا۔ کھٹکتے دلت لاکھوں کے درمیان کس طرح ممتاز قابل پھروڑا کیا تھا۔ اخْرُ سَاحِبُ نے یہاں کہ اگر اخْرُ سَاحِبُ کے ہاتھ میں لٹکنے والوں کے رہن پکڑا دیے جائیں تو وہ فوراً ایسا دین گے کہ ان کے لئے بھی کیا کیا ہے۔ ان کے بڑے بھائی اکبر کا ایک جیانا لیمپ تھا۔ اپنے بھائی کی طرح وہ بھی عجیب و غریب انسان تھا۔ اس نے جسم کی ایک یونہ خوشی سے اعلیٰ تعلیم ساصل کرنے کے بعد لٹکنے والوں پر لازم تھا۔ پھر وہ جھیق کی غرض سے 5 سال تک دیبا کے بہت سے ملاقوں کا پکڑ لگا تھا۔ وہ اپنے سکر فری خالد کے سامنے ایک بلکل میں رہتا تھا۔

وہ یہاں اپنے چارہ اپنی دل ان تھا۔ وہوں میاں کچھے ایک درمیں سے بہت کم ملے تھے۔ اس کی وجہہ بھی مسروریات تھی جیسی ہو ہاتھ تھیں۔ ایک دن کا وہ کہے کہ اخْرُ سَاحِبُ ہر میں لیتے اگر رہے ہوئے حروف کی تھیں کتاب پڑھ رہے ہے تھے۔ ان کے باہم ہاتھی انگلیاں کتاب پر حرکت کر رہی تھیں۔ ان دونوں سلیم بھی ان کے ہاں آیا ہوا تھا۔ وہ اس

آمانت اللہ تیر شوکت

# پُر اسرار ہاتھ



لہیاں تھے۔ ”میں بھر خوب دکھر رہا تھا۔ کہا عرب اور دوڑا خوب تھا۔ میں اُجھے ہوئے دلی کے بخدرات میں بھر رہا تھا۔ سلمم تم بھی نہیں سماحتھے۔ سلمم اسی جسم اسی سے آگہ کرنا چاہتا ہوں۔ اپنے لیے صحیح راستے کا اتحاب کرو۔ وہ سلوں کے اتحاب میں بھی قطعیت کرنا۔ قائدے میں رو گے۔ اتحاب میں بے رشی برتنی تو پہنچتا وغیرے تمہارے دل کا۔ ”؟ ”بھروسہ کھانے نہ گے۔ ان کی باتِ مکمل نہ ہوئی تھی جیسیں باحباب بھی لکھ رہا تھا۔

”کافی در بھوگی ہے تم نے بہت باتیں کی ہیں۔ کیون سلمم تمہارا کیا فیصل ہے؟“  
لگکھ دز سلمم دلیں چلا گیا۔ اس نے سلوں کی کسی سارے چالاتے اُسے نہ دیا بلکہ کہے ہوئے زندگی سے مایا کا بیٹے دلائل اہم از میں تمہارا کیا تھا۔ ”وہاں اختر صاحب افکار کر گے۔ سلمم نے صحیح کا اپنی رائحتیا تو یہ حاشیہ میں اپنے پیچا کی خاتمہ کی خبر پڑھ کر اس کے ہاتھ سے اخبار پھوٹ گیا۔ اس نے فراپکڑے جملیں کیے اور دل کا زی کا لکھ کر سماں کر سیدھا چلا گیا۔ اختر صاحب کے گھر پہنچا۔ جھیڑ و ٹھیں سے فرش ہو کر وہ پیچا کے دلکش سلامن صاحب سے ملا۔ انہوں نے تباکہ کا لامہ بھری میں چند ذاتی خطوط پڑھے ہیں۔ ایک پنڈا پہنچی ہے جس میں شاید پوچھا ہدیہ ہے جو بھوک کے مارتے ہو رہا۔ ”مکمل رہا۔“  
”جلدی جائیں کہن، وہ اندر ہی منزہ جائے۔“

”اچھا میں اسی چاکر دکھتا ہوں آپ فخر کریں۔“ سلمم نے جلدی سے کہا۔  
لامہ بھری میں جا کر اس نے ملازم کو کافی لائے کے لیے کہا اور سماحتھی تاکید کی کہ کسی دوسرے ملازم کو کافی جیج لائے کے لیے کہو دے جس سے اُب کھولا جائے۔ تمہری دوسرے بعد کافی اور زیور آگئے۔ کافی بینے کے دل ان سلمم ذمہ کا بڑے غور سے چاہہ لیتا رہا۔ پھر اس نے زیندگے وحکی کے کل اکھاڑ لیے گئیں؛ عکس کو دیں جس نے دو اور اس پر ایک صرفی کتاب رکھ دی تاکہ بچہ بھاگ رہ جائے۔ پھر وہ بخوبی لیے چلا گی جس میں اسے بند کر سکے۔ تمہری دوسری میں وہ اپس آتا تو فرش کے سماحتھی جیج کے زور زور سے ٹکرانے کی آوازیں اسے بیخیں ہو گیا کہ چہ ماہی سے باہر نکل آیا۔ اپنے اور اپنے دنماں اپ ہے۔ لہذا چانے والے کس طرف ہے اُسے کیسے ہمہ دامانے۔

سلمم نے کہرے میں دلکشی کی جو کہ جو ہے کو حاصل کیا۔ کہاں کے پیچھے نکلا۔ جس کسی بھی دلکش کتاب اُسی کو بھی دکھل لیتا گیں۔ اس نے اس دل کے فیصلہ کیا کہ وہ کوئی کتاب لئے کر خاموشی سے پڑھنے لگے گا۔ اس دوڑاں دل سے چوبے کے پھکے جانے کا خوف دوڑو جائے گا۔ اس لیے وہ شروع ہاہر آئے گا۔ اسی وہ کتاب کے پیچے ہی ”خوبی“ خاکر کرے کی تکلی بھی گی اور سیرھیوں پر دیگی و بھی آوازیں آئے گیں۔ شاید چوپا سیرھیوں پر چڑھ کیا ہے۔ یعنی بھی کیوں پہنچی؟ سلمم دروازے کے قریب سوچ بورڈ کے پاس گیا۔ سوچ آف تھا۔ سلمم نے اُسے آن کیا اور سیرھیوں کی طرف دوڑا مگر بے سود۔

اختر صاحب کے آٹھی بند میں سلمم نے اپنے پیچا سے اجازت چاہی اور سہر کے دلکش میں پھر آئے کا وحدہ کر کے چلا گیا۔ حسب وہدہ وہ پیچا کے باں آیا تو یہ کچھ کرائے بہت انسوں نہ اک اس کے پیچا کافی کھرو رہے گے ہیں۔ ”وہ سروں سے پر جھوٹ اور خود لکھنے کے بجائے بولجھے بیانے میں سے سچے۔“ اگر لیتا۔ اس مردج سلمم کو اپنے ضعیف پیچا کی ایک نی خوبی دیکھنے کا انتہا ہے۔ اختر صاحب بستر میں سو رہے تھے لیکن ان کے دلکش پیچا سے بیوی مہربانی سے باسی ہاتھی کوکی کوکڑ کھا تھا۔ سلمم کو شرکت سے بھی۔ اس نے دلکش پیچا کی انگلیں کے قریب ایک پھل رکھ دی۔ انگلیں نے پھل کو ہرے ٹھنک سے کھدا رکھنے والے پھل کو ستر پر گرا کر باسی بیوی کو ضمبوٹ سے بکولیا۔ سلمم نے ایک کتاب بستر پر رکھتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔

”میرا بیال ہے دلکش پیچا کو ملروہ ہے کہ باسی ہاتھ سے کام میں مددالت نہ کرے۔ اس لیے میں اسے بکولیتا ہوں۔“

”بکولیا میں ہاتھ سے بکھت شروع کر دیا۔“

”سلمم نے بہت بڑی ٹھنکی کی۔ اُسے اپنے پیچا کی طرح فاطر سے لگاؤ گیں۔ وہ غیر“ ہموں ہمہ پر مادہ پر میں کی طرف راں ہے۔“

”تم کون ہو؟“ سلمم نے آہنے والیں پر چھا۔

”غفرت کرو۔“ اس کے پیچا کے ہاتھے نکلا۔

”کیا ہمہ سے بیال جان لکھ دے ہیں؟“

”بکھرے پیچا اسمری پر سکون ہو رپا کرو۔“

”کیا میں آپ سے واقعیت رکھتا ہوں؟“

”سلمم! تم جلدی مجھے دیکھو گے۔“

”میں آپ کوک دیکھوں گا اُسیں ہر یہ انتہا بھیں کر سو۔“

”جب بڑا خاتم رکھ رہا گا۔“

”میں آپ کوک دیکھوں گا۔“

”بیوچوک کہاں کہاں گئیں دیکھو گے۔“

اپنا گھا سوال پر پھنسے کی بجائے سلمم نے اس کتاب پر کھا۔

”کس وقت ندیقات ہو گی؟“

انگلیں نے پھل کو گردابیا اور تین چار مرچ کا نذر پر اور ہزار مرچ کرنے کے بعد پھل کو دوبارہ انداختا۔

”چار بیجتے ہیں وہ سوت پر اپنی کتاب اٹھا لو۔ بوز سے اختر کو ان حرمی کی ہاتون کا ستم نہیں ہو ناچاہیے۔“

اختر صاحب چوک کر اٹھ یہی۔ ان کے چوبے پر گھبراہٹ اور خوف کے آہار

## بیتِ امید کے دریچے

”بے دوف بڑے اس چوہلے سے کمرے میں تم کہاں تک بھاگ سکتے ہو۔“  
ایون نے پہنچے ہوئے کپا تو رفتی انھیں پچھا دے کر بھاگنے ہوئے اس ستم کے پاس آیا جہاں سکرین کا سکھل انکڑاں تھا۔ ایون جوان تھا۔ روی مسکرا اور پھر اس نے جوں کی بوجل کا احکام کو لا تو ایون سب کچھ گیا۔ اس نے جل باری بھرا تھا۔ روی نے وہ وہ اس ستم پر اٹ دی تھی۔ جوں گرتے ہی ستم سے دھم اٹھنے لگا۔ تادون کے اچاک ہونے کی آوازیں آنے لگیں۔ ایون چرا کر بھاگ کر بدھا تھی میں مٹ کے مل گا۔ اس کا بلا صوت اس اہلست کے لیے جھاڑوی مونق کا فائدہ اٹھا کر کرے سے باہر نکل گی۔  
جوں نے اپنا کام کر کر بیٹھا تھا۔ ایون کی ہدیتیہ اڑائی۔ یاںیں سمجھ کر بھداشت میں کر سکتی تھی۔ روی نے کمرے کے دروازے کو باہر سے کٹانی لگا دی۔ اس خفیہ پنکو کر سکتی تھی۔ وہ اسے مٹ کرے اور انھیں پہاڑے جھٹ سے بچے لے گا۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اس کا دیاں ہاتھ کھل کے سوچی پر قادر بائیں ہاتھ کی پانچ انکیاں سوالہ انداز میں ملی ہوتی تھیں۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے خود اس بات کا بیویوں میں غائب ہو گیا۔ ستم آگے ہو گا۔ ٹھیک میں جس چڑخداک باخوبی صاحباں سے چھوٹی موٹی کریں ڈاپ چھیں۔ اس نے تمام کھڑکیاں اور روشنی وان بند کر دیے تاکہ پر اسرار بحمد کمیں بھاگ نہ سکے۔ بھر بادر کی کے قدموں کی آہٹ پا کر ستم نے زور زور سے پکار ”غمہ رہا رہے اور بھرو رہا۔“

”بے دوکے کی دنیا ہے۔ اصل دنیا، اس بھوت کے دیچھے آوار ہے۔“ روی نے جمع کر سب کو جیسا اور پھر کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر جب اس نے ششی کی دیوار کو تھوڑا تو اس کے دیچھے اصل دنیا کو ہو جوڑ کی کر سب بکالا رہ گئے۔ روی کی جرات اور بہت کی بہت سے اوازیں دیاں سے کچھ دہڑھڑ کر سب بکالا رہ گئے۔ روی کو کھڑا نہیں دیا۔  
”روی! جو کام میں یا تھارا باب نہیں کر سکا۔ وہ آخر کام تھے کر کھایا۔“ تھوڑا کم کے ایک چھٹاں میں کمی مددان کے معاشر کے بعد، جب روی کے دادا بولے کے قابل ہوئے تو انہوں نے افری انداز میں کہا۔

”دادا جان؟ میں نے امید کے دریچے سے جما کھلا، آپ سے ہی تو سکتا ہے۔“  
روی نے سکھا کر کیا۔

”روی! یہاں جو اس انہر کام کے معاشر میں بھی امید کے دریچوں سے جما کئے کافی سمجھتا ہے۔ میں کے آگئیں اتنے والا بیٹھن کا سرخ کمگی تلفت کے ادیبر سے مشتمل ہو گا۔“

دادا جان نے بہت سے کہا۔ روی نے گردن گھا کر چھٹاں کے کمرے کی بعد کھڑکی کو دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر اسے کھول دیا۔ سرخ آپا اور زنگوں مصورت دنیا کا بھر ڈھن دن، اسے اپنا مختصر رکا کیونکہ وہ اپنی ذات میں خود امید تھا۔

☆.....☆

وہیں آ کر وہ کری پر جنایی تھا کہ وہ کامیں دھرام سے فرش پر آگئیں۔ ستم نے اس داتکی طرف سے لاپرواٹی بریک خدا کھول کر پڑھا شروع کر دیا۔

”بیٹم ایسیں اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔ بھری لاکھری کے تمہی وادیت ہو گے۔ میں جسیں ایک ایکاچ جنچ کے خود پر دینا چاہتا ہوں جس میں تم بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ ذرا تصور کر دو، وہ کون ہی چج ہو سکتی ہے۔ دیاں بالکھ احتصار اپنی، اختر۔“

سلیم چھڈھوں کے لیے پر بیان ہو گیا۔ دوبارہ بھر ہوئی کیلی میل گئی دو کھڑکی کے فرش پر کسی کے نہیں کے مل چلے کی آواز سنائی دی۔ ستم نے بڑی بھرتی سے انھوں کو لکھا کہ سوچی آں کر دیا۔ کر دیا۔ کر دیا۔ اور دیا۔ مل چڑھی میں سر دی کی ایک بھر بیک رہا تھا۔ اس کی کر ستم کے جسم میں سنتی دو رنگی اور رنگی۔ مل چڑھی میں سر دی کی ایک بھر بیک رہا۔ کسی ہوئی۔ وہ اسے مٹ کرے اور انھیں پہاڑے جھٹ سے بچے لے گا۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اس کا دیاں ہاتھ کھل کے سوچی پر قادر بائیں ہاتھ کی پانچ انکیاں سوالہ انداز میں ملی ہوتی تھیں۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے خود اس بات کا بیویوں میں غائب ہو گیا۔ ستم آگے ہو گا۔ ٹھیک میں جس چڑخداک باخوبی صاحباں سے چھوٹی موٹی کریں ڈاپ چھیں۔ اس نے تمام کھڑکیاں اور روشنی وان بند کر دیے تاکہ پر اسرار بحمد کمیں بھاگ نہ سکے۔ بھر بادر کی کے قدموں کی آہٹ پا کر ستم نے زور زور سے پکار

”غمہ رہا رہے اور بھرو رہا۔“

”بھی حضور۔“

”اور آج! آج رات مولے سے پہلے ان تمام سماں کو اپنی اپنی بھکر پر رکھ دیا۔ دھائے کس طرح چیز کر گئی ہیں۔“ کہا۔ ایک وقت کے بعد ستم نے خارم سے کہا۔

”اس دنیا میں جو جا لوں بند تھا، وہ بھاگ گیا ہے۔ میں نے اسے جانش کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن کہیں جائیں گے۔“

بھر ہوئے پہلے بھی ستم کو اس قدر باتیں کرتے تھیں ساتھاں وہ اور بھر کھٹکا ہوا کرے سے باہر چاکیا۔ تقریباً دو سو ستم کے دوست گھوڑا صاحب آگے جو ہے اس اچھر تھے۔ ستم نے ان کے سامنے یہ خدا ک صریحال بیان کی تو وہ جوان رہ گئے۔ بھر دھوں سے مل کر بڑی بھکر دو دے کے بعد کماں کے دیچھے چھپے ہوئے خدا ک باتھوں کو برا آمد کر دیا۔ ستم نے گھوڑا صاحب سے کہا۔

”پر اسرار باتھوں کے میں بند کر کے کمل کا زدیع چانگیں ورنہ بیہ بھاگ جائے گا۔“ اس بات سے اتفاق کیا گیا۔ بات بھی محتول تھی۔ انہوں نے خدا ک ہاتھ کو بڑی مٹکل سے زبے میں بند کیا۔ وہ باہر نکلنے کے لیے پار بار زور لگا کر باختا۔ آخری اور اگلی نقطے تھے میں اشاعت اللہ۔

☆.....☆

بھی طرح آپ اور آپ کے دوستوں میں بھیتے کے لائق نہیں ہے۔ آنکھیتے اور، وہی کے بھی کوئی معیار ہوتے ہیں۔ آپ اتنے بڑے اور قابل دلکشی کی خواہ کی اولاد ہیں۔ آپ میں اور ان لڑکے میں بہت فرق ہے۔ ”تمہنہ شادا لٹر کے بچہ میں رہی خداوندی تھی۔

☆

غلام علی ایک ستری قade، جس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ وہ ایک پھر لے سے مکان میں رہتا تھا۔ اس پریگانی کے دو میں وہ خاصی غربت کی زندگی کا در رہا تھا۔ بھی اسے کامل جاتا تھا اور بعض وہ اوقات وہ اخنوں بھی کام نہیں ملتا تھا۔ اس کی وہی ایک سلسلہ شادا گورت تھی جو کسی دو کسی طرح گرفتاری تھی۔ اس کے علاوہ وہ اپنے بچوں پر بھی کوچھ بھی دواری تھی۔ وہ بچوں کو بہت ساف سخرا رکھتی تھی۔ بچوں پر بہت قیزداری وہ پاٹھا تھے۔ تین بچوں کی تعلیم کے خرچے کی وجہ سے بھی ان کا ہاتھ کچھ لگ کر رہتا تھا۔ ان کے پیچے بچوں سر کاری اسکوں میں ریتھیں تھے۔ ان کے دن ایسے ہی گزرو رہے تھے کہ ایک دن ان پر ایک اتنا گوت پڑی۔ ہوا جوں کہ غلام علی ایکہ دکان کی پھٹک کا پاٹر کر رہا تھا کر پیچے گر کر کی جس سے اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ سر کاری اپنال میں آپ بیٹاں بھی ہوا گر کی جوچیو گی کی وجہ سے الگیوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ اب وہ اس بات کے حق تک نہیں قائم رکتا تھا۔ اس حدادت کے بعد اس کا زریعہ روزگار ختم ہو گیا۔ اپنی بیٹی کے مشورے پر اس نے اپنے گر کے کمرے میں جو باہر گئی میں کھلا تھا، ایک بچوں کی چیزوں کی دکان کا انی

”وہ مارا۔ چکا۔ داؤ۔ وہ زبردست۔“ بچوں کی خوشی کے دلے جھیں بھل رہی تھیں۔ ان کی سرست کا کوئی یا لمبہ نہ تھا۔ ان کی نیم کوئا خوبی گیند پر پائی رہی کی صورت تھی اور عذاب نے پھر کا کارپائی نہیں کیا۔ نیم کے دوسرا لاؤ کوں نے اسے گلے کیا ہوا تھا۔ ایک دو بیچے عذاب نے زندہ باد کے خرے بھی لکا رہے تھے۔ پھر نیم کی خوشی میں بھی تھی۔ بیچے اپنے اپنے گروں کی طرف جاتے ہوئے بہت سرسر چکر رہا نے ہی ایک گھر کی لاٹی مولی کی کھڑکی میں موجودہ آنکھیں شدید نہیں تھے میں تھی۔ آصف اور عالمفہد دونوں بھائی بہت خوشی گھر میں داخل ہوئے۔ وہ بھی بچے چیختے والی نیم کا حصہ تھے۔

”کہاں سے آ رہے ہیں آپ دلوں؟“ تینہنہ شادا لٹر نے گرمیں بھپتے ہی اپنے دونوں دلخواہ سے پوچھا۔

”ما! آپ کو حلموت ہے اور آپ خود بھی بھار کیجئتی ہیں کہ ہم سامنے والے غالی چاٹ میں کرکت کھیل رہے ہیں۔“ بڑے بھائی آصف نے انہیں بتایا۔

”بائی بائی! وہ تو مجھے معلوم ہے گھر میں نے آپ کو تاکید کی تھی کہ اسکے لارڈ کوں کے ساتھ کھیلنا کرو، مگر آپ اس لڑکے کو بھی ساتھ خواستے ہو جو مجھے سخت نہ پسند ہے۔ وہ لارڈ کی

عارف مجید عارف

# اللہ کا دوست



جدیدی کا لوٹی کے بہت سے لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کے بیچوں کے ساتھ ایک غریب آنکھیں فروش پیچ بھی کھلتا ہے۔ اکثر لوگوں کو اس پر کوئی احتراض نہیں تھا بلکہ کجا یہے بھی تھے جو اس بات پر خوش دھنے کرنے کے بیچوں کے ساتھ ایک غریب پیچ بھی کھلتے۔ ان ہی لوگوں میں بھگر نوش و اختر بھی شامل تھیں۔ وہ خود بھی ایک قیمتی یادوں اور دولت مدد خانہ ان سے تعلق رکھتی تھیں جبکہ ان کے شوہر بھی ایک بہت قابل دلکش تھے۔ ان کا نیا نام تھا کہ ایسے غریب اور جاہل حرم کے بیچوں کے ساتھ کھلکھلے سے ان کے بیچوں کی تربیت اور تربیت میں فرق پڑتا تھا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ وہ راپچوں پر بھی خفر کریں۔" انہوں نے اپنے شوہر سے کہا۔

"کوئں کیا کر دیا ہے تھا وہ اس نے؟" ان کے دہر سے مستقل سے پوچھا۔  
"تمہارے پیچے ایک جاہل آنکھیں فروش پیچے کے ساتھ کھلکھل رہے ہیں۔ اس سے ان کی تربیت اور رہنمائی کو کچھ نہیں ہوتے۔" تجھمود شاد اختر نے تلاش چھوڑ دی تھیں۔  
"اوے! یک چشم! پچھوٹنیں ہوتا۔ وہ غریب پیچ اور محنت مزدوروی کے بعد پوچھ دیں۔" دل بہدا یافتہ تھے کہ اب کوئی بات ہے۔ مجھے اس لڑکے کے بھیٹے پر کوئی احتراض نہیں ہے۔" نوشاد اختر نے اسکیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لمحہ ہے۔ وہ اپنی حیثیت اور رہنمائی کے مطابق بیچوں میں کھلتے۔ تھاری اولاد کے ساتھ رابطہ نہ رکھے۔" تجھمود شاد اختر دلوں کی انداز میں بولتی۔

"اچھا، اچھا! میں دیکھتا ہوں۔" دل بہدا میں اس مسئلے کو بھی حل کر لیتے ہیں۔" ان کے شوہر نے اسکیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

نوشاد اختر نبتابڑے دل کے مالک تھے۔ وہ بہت مال وار اور اعلیٰ حیثیت ہونے کے باوجود انسان کو انسان ہی کہتے تھے چاہے وہ غریب ہو یا نہ۔ دل بہدا تو اور قدر آٹھ کیل صاحب کی چھٹی تھی۔ انہوں نے آج اس آٹھ کیل فروش لڑکے سے مٹھے ارادہ کیا تھا۔ اپنے پروگرام کے مطابق وہ اپنی ہائل قیمت کا رہیں اپنی کا لوٹی سے خاصی دروس آنکھیں فروش لڑکے کے پاس جا پہنچے۔

"اے لڑکے اپنے کیا جعلی آنکھیم جو رہے ہو؟" انہوں کچھ بچے کو خٹ بھاتے ہوئے پوچھا۔

"خیس سر زیاد جعلی نہیں ہیں۔ البتہ کچھ کے مقابلے میں خاتمی جو رکرہ ہیں اس لیے خاصی سستی ہے۔ لیکن معیاری بھی ہے۔" دل بہدا لے بہت اخلاق سے مودہ ہے۔ لیکن میں اس لیے اُنہیں جواب دیا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ آصف اور عاخت کے والد ہیں۔

"اچھا! اذرا بچھے بھی چھاؤ۔ دیکھوں تو یہی ہے۔" اب ان کا لہجہ خاصاً نرم تھا۔  
"اوے! داہ! یہ تو بہت لذیذ ہے اور سستی بھی۔" یہ کہنے کے بعد انہوں نے باتوں

جس سے ان کی تھوڑی بہت گزر بر ہوتے تھے۔ دل بہدا اپنے بھدار ہو چکا تھا۔ وہ ایک باہم اور قابل لڑکا تھا۔ اس نے اپنے ماں باپ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اسکو سے آنے کے بعد وہ پہر نہیں بیٹے سے شام کی تھانی تیار ہوتے۔ ایک آنکھیم ہوا کرتے گا۔ ان کے گھر سے پہنچتی قاصر ایک آنکھ کا رختے میں متناہی گرم معیاری آنکھیم تھا جو اختر بھی جو ٹھنڈ رہ جائی اسے فروخت کرتے تھے۔ دل بہدا اس کا رختانے کے مالک سے بات کر پکا تھا کہ وہ کار رختے کی میٹا کردہ ہو گئی ریڑی بھی پرے دہ پہر میں آنکھیم فروخت کرے گا۔ کار رختے کا مالک ایک رام دل آدمی تھا۔ دل بہدا کے باپ نام بھی کوئی بھی پہنچتا تھا۔ اس نے دل بہدا کو دیکھا کہ وہ بیوادیہ آنکھیم دینے کی ہائی بھروسی۔ دل بہدا دہ پہر میں آنکھیم فروخت کرتا اور وہ بھی میں اپنا صاف روکر آنکھیم کی رقم دا کر دیا کرتا تھا۔ اس کا یہ کام مل لانا تھا۔ وہ تین چار گھنٹوں میں ہی سب مال فروخت کر کے خاتے میں اس پریے کا لینا تھا۔ اب ان کے حالات پر کچھ بہتر ہو گئے تھے۔ دل بہدا نے قیمت کی طرف بھی اپنے بھی ہوئی تھی بلکہ وہ بھوٹے بھائی اور بھن کی قیمت پر بھی نظر رکھے ہوئے تھا۔

ان کے گھر کے قریب ہی ایک بھی کا لوٹی نہیں ہوئی تھی جس میں اکثر مکان آپاد ہو چکے تھے۔ یہ خاتے پر ہے کھلے اور ابھی آدمی رکھنے والوں کی آبادی تھی۔ اس کا لوٹی میں اس کی آنکھیم جدیدی فروخت ہو جاتی تھی۔ اکثر دوستات پانچ سارے سارے پانچ بیجے بیکی دی جاتی تھی۔ اسی کا یہ کام سے فارغ ہو جاتا تھا۔ اسی کا لوٹی میں ایک بڑے خالی پلاٹ پر اس کے ہم مر پکھڑے کر کے کھی پکھیتے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر اس کا بھی دل کرنا تھا کہ وہ بھی ان کے ساتھ کھلکھلے گرہو دیپنے اور ان کے فرق کو کھٹکتا تھا۔ ان کیلئے والوں میں سے دل بہدا کے اس کی آنکھیم سے مستقل ہاپک میں بچے تھے۔

آج بھی اس کی آنکھیم شام پانچ بیجے ہی نہم ہو چکی تھی اور وہ وہیں کھڑا لوگوں کو کھلادیکھتا تھا۔ کچھ دیر میں کھلیں میں وہنا آتی جاتے اس میں کہاں سے اتنی مت آگئی کہ وہ ان کے درمیان ڈالا آیا۔

"سو!" اس نے ایک لڑکے کو خاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جھنگے بھی ساتھ کھلانو۔"

"جھیسیں؟ تم تو آنکھیم پیچتے ہو۔" ایک لڑکے نے کہا۔

"اب تو وہ ختم ہو چکی ہے۔" اس کے لیے بچے میں بہت زری تھی۔ اسی اٹھا میں ایک لڑکے نے کہا کہ۔

"ہاں ہاں اسے بھی کھلائیتے ہیں۔ آنے دیے بھی پکھڑے کے کم ہی آئے ہیں۔" اور اس طرح دل بہدا ان بیچوں کے ساتھ ہو رہے تیرے دن کھیٹتا گا۔ جس دن اس کی آنکھیم میں فروخت ہو جاتی وہ اسی دن کھلیتا تھا۔ وہ مدرسی طور پر بہت اچھا لکھاڑی تھا۔ اس کے علاوہ اس کی بات چیت کا انداز بھی بہت سلچھا ہوا تھا۔

شیف ثانی

# گاجر کا حلوا

وجہہ مفیٹ

سردیوں کا آنا زہر اخیری خدمتی ہوا کیس پہل رو جی۔ شیف ہالی نے فرشے کیا کاں  
”گاجر کا گرم حلوا ہا کر کیا بجائے۔“ فرشے مصشمی ٹھکن ہا کر کیا  
”مجھے نہیں آتا جاتا۔“

”مجھے آتا ہے ہاڑا اس میں کیا ٹھکن ہے، جملائ کر رہا تے ہیں۔“ شیف ہالی نے  
کہا اور ہادری تانے کا رخ کیا حلوا کے لئے جوچیزیں چاہیے دیے چا۔

## ترکیب

گاجر کو پھیل کر کش کر لیں۔ کراہی میں سچی گرم کر کے چھوٹی الائچی ٹھیک کر داں  
دیں پھر گاجر داں کر فرنی کر لیں پانچ منٹ بعد دودھ داں دیں جب دودھ نکل  
ہو جائے گاجر بھل جائیں اور حلوا سچی چھوڑ دے تو پانکل آخر میں چینی داں دیں حلوا  
پانکل نک ہو جائے تو اس کو دلگے میں نہ لانا ہے۔ شیف ہالی سارا کام کر جے کرتے  
ہتھی سچی چارہ جی۔ حلوا دلگے میں پھال کر شیف ہالی نے اس پر ڈاہم اور پونچ چڑکا۔  
”آؤ شرک گرم گرم حلوا کھاتے ہیں دو تو ۱۰۰ آپ سچی ٹھیک کیا تھیں اور بتا کیس کے کیا ہا۔“

☆.....☆

گاجر (کھل کی ہوئی)	ایک کلو
دودھ	دو کلو
چینی	اڑھا کلو
سچی	سچی کپ
کھونا	درکپ
پادام پست	ایک کپ
چھوٹی الائچی (ہیسی ہوئی)	آٹھ سو سو سو

۱۲۷



وہ اکٹھ سوچتا رہتا ایک زندہ انسان جو جس بول سکتا تھا وہ اپاٹک مر جاتا تھا اور  
مرنے کے بعد اسے مٹی میں دفن دیا جاتا ہے۔ ہر انسان کا یہی انجام ہے۔ انسان چاہے  
کہ وہ دنباہ سے ہوت کافکار ہو یا وہ طبی ہوت ہرے ہوت لازم ہے۔ لوگ اس دنباہ میں  
بیدا ہوتے ہیں، تھوڑا عرصہ گزارتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ لوگ مر کر کہاں پڑے جاتے  
ہیں؟ ایک سماں کا شتر کے بعد اس کی مہانتے بتا دیک:

"شمیڈ چھوٹن بکھ مک میں لاک ڈاؤن ہو جائے اور تمہارے پاپا کے کام کی طرح  
تمہارے سکول بھی بند ہو جائیں۔" جب سے یہ بات بھول لئے ہی تھی وہی یہ ان ہو گیا تھا۔  
آخر ہی ہوا جس کا ذریق۔ دوسرے بعد بھول سے پہنچنے ہو گئیں۔ اس دن اس کے  
والد فائز سے یہ ہے سکل پہنچے بھول کو ساختہ لیا اور گر جانے کی وجہے مدرسہ میکل پر ہم  
کنار سے بہت ہوئے پارک میں لے گئے۔ وہاں انہوں نے بھول کو پہنچے جھوٹے جھلانے۔  
پھر کھانا کھایا، یہ پارک بہت حسین تھا، اس میں گیرے بہرے کی چادریوں میں میدان تھا۔  
پارک میں رنگارنگ پھولوں سے بھری کیا رہا تھا جیسی ہوئی تھی، ان پھولوں پر اڑتی ہوئی

بپ بیٹے کی سمت وہ سطھ کی کہانی جن کی زندگی کے چند ہلاک ڈاؤن کی تھے  
ہو گئے۔

ہلکا سے ہیں پدر و بھوپلہ دریا کی شہر آباد تھا۔ اس پھونٹے سے شہر میں ایک بیارا  
سماں چھوٹا سا بچہ رہتا تھا۔ جس کا نام نگال تھا۔ وہ اپنے والدین کی اگلوتی ہو ادا تھا۔ وہ  
جناعت چیز اور کام کا ایک ڈین ٹالیں علم تھا۔ یہاں انہوں کی بات ہے جب تک بھر جیں کرونا  
واڑس کی وہ بھکلی ہوئی تھی۔ پری وہی میں درجوں غرور و زاد لقیں جمل بھر رہے تھے۔  
سکول میں بھی اب انہیں رہ ڈیا تھا اور چانسی کرنا سکول آیا کریں، ایک  
دوسرا سے ہمدرد بھی، صاحب اس سے دن میں کئی ایک بار ہاتھ دھو گئیں، بھاڑ اپنے سر  
نک، آنکھ کو ہاتھ دکا گئیں، جب بیمار ہوں تو سکول دا آکیں۔" بھول بہت اوس تھا۔  
اب پہنچنے کی طرح بھول کو دہونچا کا تھا۔ جیسے اس کی ساری خوشیاں دی دھو گئی ہوں۔

آخر سردار پودھری

# امید سکر



کامن کا اپنا بیک اگھی مروہ ہوتا تھا۔ جب سے لاکڑا اون ہوا تھا، پس فتح نہیں تھا۔  
”پاپا یہ سکول کب تک بند رہیں گے؟“ نجیل نے یہ پوچھا۔ پہلے تو اس کے پیاس سے  
خور سے دیکھتے رہے ہیے، لہت مکمل موال کر دیا ہو گئے تھے۔

”بیٹے اس کا حلم نہیں ہے۔ اب یہ کہتا وہ ادا آسمانی سے نہیں جاتے گی۔“ ان کے  
لیے میں وکھی دکھاتا۔ نجیل کہزیدہ ہوال کرنے کی مہنگیں ہوئی۔ ایک دن نجیل اپنے پاپا  
کے کمرے میں گیا تو وہ دونوں پر کسی سے بات کر رہے تھے۔ وہ بھی قریب تھی تھیں گیا۔

”اب میں نے سمجھا ہے کہہ رہا ہے۔ اگر اس نے مزید قرض دی تو تم اگر رہا تو  
چاہے گا اور میں بھول کے لیے تو کوئی چیز دوں گا۔“ جب مکمل وقت میں چار ہفتوں کا  
آڑ رہیں تو یہ کہتا ہے اس تو کوئی کا۔ ”وہ پہنچے سے ہار گل آتا۔

لگکر کی روز اس کے اٹھمیں سے خوب دھائیں کیں۔ پہنچے پھرتے، سوتے  
جا گئے، اپنی ماکے ساتھ جو بنتے لازم ہی تھے، لہاز پر ہتھے ہوئے۔

”بادشاہ! تیرہ انھلیں ہر سے پاپا کو ہزار قرش دے دیں، اور پیاپا کو کام پر والہیں دی  
لیں۔“ اسی طرح کوئی دن یوں ہی گزر کے۔ ان ہتوں میں نجیل کے والدین کے درمیان کی  
بازاری بھرا ہوا تھا۔ جس کا سب سے اہم سب کھرائی اخراجات تھے۔

ان ہجڑوں کا اڑ سب سے زیاد نکل پڑا۔ اس چپ چاپ دھوں کو دیکھا رہا تھا۔  
منڈ سخنوں میں بدلتے، کئی دن رات میں کر گزرنے لگے۔ دن میتھے، دن گکھے۔

اس دورانِ سلطان نے ہر طرح سے اس کا خیال رکھا، سارا دن باپ چاہا تھا کرتے۔  
سکول کا آن لائی کام کرتے، اپنی کھانا ہاتھیں اور سب مل کر کھاتے۔ ان کا معمول تھا کہ جس  
سیر کرنے جلا کرتے، سیر سے ایک ٹکوئی سبزہ اور ایک نہر کے ساتھ پاک تھا۔ اس پاک  
اور سبز کے کدرے دھوں سیر کیا کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ چھپ، کا طویل عرصہ گزگی۔

حکومت سے لاکڑا اون کے ناتھے کا اعلان کر دیا تھا۔ کیونکہ کوئی دارس پر کوئی  
حد سکھا جاوے پاچا تھا۔ لوگوں نے بھی اپنے گھروں میں وہ کراحتی میں تباہ احتیاط کر کے  
خود کو اپنے گھروں سخنوں کر لیا تھا۔ پہنچنے بھی، گئی تھی تو لوگ کوئی بھی رہے تھے۔  
اس دن سچ سونے سے باپ چاہتے سے تباہ ہو کر سیر سے ایک امیدے کر لگا۔ عرب ہمیں  
تھی۔ لاکڑا اون نہیں ہو چکا تھا۔ لیکن سرخ میں ہمارے سرکاری دفاتر، سکول اور کاروباری سڑکوں پر کھل  
تھے۔ ایک دن بھر زندگی اپنی پوری آب دتاب کے ساتھ رواں دواں تھی۔ نجیل کے سکھ  
بھی محل پچھے ہتھے اور سلطان کوئی کھل لئے دوارہ کام پر ڈالنی تھی۔ سلطان اپنے دفتری دریافت  
کیس اور نجیل اپنا سکول بیک پاٹھوں میں لیے پہنچنے کی جانب روانہ ہو گئے تھے کہ کہ

انہوں نے محرومی کا سکھ لیا۔ اسی زندگی میں اس نے سچ ہو چکی۔

نجیل بھی تھیں بہت بھلی لگ رہی تھیں۔ پاک نہر کے کھارے ہوئے سے اس کی  
خواصورتی میں اور بھی اضافہ ہو گئی تھی۔ وقت گزرنے کا احساس تک دن ہوا۔ سرخ غروب  
ہو رہا تھا۔ پاک کے آخر میں نجیل ایک حسین مظہر پیش کر رہی تھی۔ اس کے کھارے پر  
تھی پہاپڑا تینے غروب آفتاب کو کچھ رہے تھے۔ نجیل کافی درست محسوس کر رہا تھا کہ  
اس کے پیاس کافی پر بیان تھے۔

”کرو جو دارس سے بچاؤ کے لیے کہل نے ہا معلوم وقت کے لیے تھیں، وہی  
ہیں۔“ نجیل کے پوچھنے پر اس کے پیاس دکھی لے چکھا ہتا۔

”اب کیا ہو گا پیو؟“ نجیل نے پہنچانے سے چھپا۔

”یہ جو من غروب ہو رہا ہے۔ اب تھوڑی درجہ دمات پچا جائے گی۔ ایک مکمل  
وقت آئے گا۔ ہر طرف اندھیرا ہو گا۔ یہ کیا ہو گا؟“ نجیل کے پیاسے انہیں سے چھپا۔

”پھر سورن مٹھوں ہو گا۔ ایک تی صبح ہو گی۔ ہر طرف رہنی ہو جائے گی۔“  
نجیل سے باپ کے پھرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”تی پیاس پہنچنے کیس کہت تھا، اب بکھر گیا ہوں۔ آج تو کوئی سے بھجی ہوئی  
ہے۔ آج سکول بند ہوئے ہیں۔ یہ دن گزر جائیں گے۔ پھر دن لٹک گا۔ صبح منور ہو گی۔  
ایک دن ہماری امیدوں کی ہر ہو گی۔“

”بیٹے ایسا دیکھنا یہ دن بڑے ہمارا زماں ہوں گے، بہت تباہ، وقت کے مقدار میں کہا  
ہے گزر جائے۔ یہ دن بھی گزر جائیں گے۔“ اب نجیل کا پہنچانے کے لیے ساتھ گزارنے کے لیے  
ریا، وقت میا تھا تھا۔ لیکن پہنچنے کی طرح اس کی وہ شوخیاں، شراثیں، بھی موقق نہیں رہا تھا۔  
اس کے پیاسی اب دارس سا سکلتے تھے۔ شامہ وہ پہنچنے تھی خوشیاں کیں گم ہو گئی تھیں۔

نجیل نے محسوس کی قیا کر کافی دھوں سے اس کے پہنچانے میں خاموش سے رہے  
ہیں۔ ایک بات اور نجیل نے محسوس کی می پیاپا آئیں میں پہنچنے کی طرح بھس بھس کر رہا  
تھا۔ کہنے کی آذانیں اس سمجھ پہنچنے۔ پہنچنے کی آذان کو آئیں میں یوں لڑتے بھجوئے  
نہیں دیکھا تھا۔ پھر ایک دن اسے سکول سے جھیلان دے دی گئی۔ اب وہ سارا دن گر  
میں یوں رہتے تھے۔ وہ دیواریں دیکھتے رہتے یا زیادہ وقت فی وہی پر بیٹھتے۔

سکول جاؤ، اپنے دھتوں کے ساتھ رفت گزرنا، اپنی بچپر زے سے ہی ہی ہاتھ سے بھکنا  
نجیل کو بہت اچھا لگتا تھا۔ وہ سب کچھ اپنے خواب و خیال ہو کیا تھا۔ وہ اپنی بچپر زے کے ساتھ  
باتیں کرتا، کھیلتا، شام کو پاپا کے ساتھ پاک جاتا، آس کریم کھاتا۔ ویسے آس کریم تو وہ  
گھر پر بھی کھا سکتا تھا لیکن پاپا کے ساتھ جانا، بڑا گھا کرنا، خوب انجوائے کرنا، ان سب



تحقیقہ ہم نے دیکھا کہ شہر یار اور حارث آپس میں اگر ہے تھے، میرے بھنے آگے بڑا کہ ان کو چھڑوا یا اور ان کے لئے کی وجہ پر جو ٹھیکانہ نے بتایا کہ شہر یار نے کل سکول میں اس کے بیک سے خاتم چالا تھا جب وہ اپنے ماں کے رہائش پر شہر یار نے نہیں رہا۔

میرے بھنے شہر یار سے کہا۔

”بنا آپ نے قلم جیسا ہے تو آپ حارث کو واپس کر دا۔“ شہر یار نے فتحیہ میں کہا۔

”اُنکل امیر سے پاس کوئی قلم نہیں ہے اور بھاگ گی۔ شہر یار نے جھوٹ بول کیوں کہ میں نے خود اس کو کل اس قلم سے لکھتے ہے دیکھا تھا۔ شہر یار بہت جھوٹ بولتا ہے ابھی کچھی دن پہلے کی بات ہے کہ میخواہی مہم شاکت نے اس سے ہوم درک جیک کرنے کے لیے کامیابی، اگلی وجہ بھی اس نے جھوٹ دکھا کر سہم کو لی گھر رکھی ہے۔“ بے کامیابی اس کے بیک میں ہی تھی۔ لئے بہت افسوس ہوتا ہے جب وہ جھوٹ بولتا ہے۔“ زین نے تاسف کا انکھار کرتے ہوئے اپنی بات تحمل کی۔

حدے کہا۔

”مجھے بھی سن کے دکھووا کہ شہر یار نے جھوٹ بول۔“ زین اچھیں پڑھے میری اپنی

”السلام علیکم زین!“ سعد نے سکول کے گیک سے اندر واٹھ ہوتے ہوئے زین کو سلام کیا۔

”علیکم السلام!“ زین نے جواب دیا اور دونوں ایک ساتھ کا اس ردم کی جاپ میل دے۔ کافی ردم کے تھیں پر بیک کھنے ہوئے زین نے سعد سے پوچھا:

”تم نے ساتھ کے بعنیت کا نیست یا دیکھا ہے؟“

سعد نے جواب دیا:

”بماں جی، میں نے یاد کیا ہے اور تم نے؟“

زین نے کہا

”جی میں نے بھی پڑھا ہے۔“

اسے میں سکول کی تھی تھی اور دونوں اسکلی میں جانے کے لیے کام سے گلے گے۔

سدا اور زین پہلے 5 سال سے دوست تھے۔ دونوں ایک جی میٹھے میں رہتے تھے

اور دونوں ایک دوسرے کا بہت دیوال رکھتے تھے۔ اسکلی سے واپس آ کر دونوں ایک جی میٹھے پر بیٹھتے۔ بریک ہام میں لپچ کرتے ہوئے زین نے سعد سے کہا

”چھیں ایک بات تذاہ؟“ کل جب میں اور ابو عصر کی قماز پر جو کروائیں آ رہے

قا نزہہ ندیم

# سچ کے ساتھی



# میرا گھر

محفوظہ مرزا

پیدا پیدا میرا میر  
روشن ہے دیوار و د

انی اسے جانتی ہیں  
میر میں خوشیاں لاتی ہیں

انی ہے لاتے ہیں  
انی کو دے چلتے ہیں

کھانا پنا ہے  
مل کر بہنا ہتا ہے

بچہ، باتی، دادا جان  
کنپتے ہیں کیس میرے کان

پیدا پیدا میرا میر  
روشن ہیں دیوار و د



کہتی ہیں کہ جھوٹ بولنے والے سے اللہ تعالیٰ کو ناراض ہوتے ہیں۔"

زین نے اپنی اٹیت میں سر بلدا اور بولا:

"میں نے بھی تھے کہ خلیٰ میں مولوی صاحب کو کہتے ہوئے شاید کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ درشت افرماتے ہیں کہ:

"جھوٹوں پر اللہ کی لخت ہے۔"

ہم اپنے فائدے کے لیے جھوٹ تو بول دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتے ہیں۔"

اسنے میں انہوں نے اپنا نقش فرم کیا اور بھائی کے لیے سکول کے گروہ میں بھائی کے جہاں کو حلقہ بھیل رہے تھے اور کوئی بیٹھے بائی کر رہے تھے۔ اپاک ان کی نظر کیمیں سے نکلتے ہوئے باسطہ پڑی۔ باسطہ کے پا جو میں جیس کا پیک تھا جس میں سے وہ میں کمال کر کر مارتا تھا۔ اپاک سامنے سے آتے شہریار نے اس کی ٹانگ کے آگے بیٹھا پاؤں کر دیا۔ باسطہ سکول نے کام ادا کر کر اکر زمین پر گر کیا۔ گرتے وقت پیک تھا جس سے چھوڑ دیا۔ سارے میں زمین پر بکھر گئے۔ زین اور سعد نے بھائی کو پاس کو زمین سے اٹھایا۔ باسطہ کے گھنے سے خون پکل رہا تھا اور پاڑو پر خوشی تھی۔ وہ دونوں باسط کو لے کر پہلی آفس میں آگئے اور پہلی سر کو سارا جام جایا کیا۔ پہلی نے لکڑ کو لٹست اور باکس اور باسط کی پینی کرنے کا کیا۔ پھر انہوں شہریار کو اپنے آفس بولایا اور اس سے سارا ماجرا پوچھا۔ پہلے تو شہریار نے جھوٹ بولا کہ:

"سرہ میں نے باسط کو جسیں گردیا۔" لیکن زین نے شہریار کا حتم پوری کرنے اور حادث سے لڑنے والا واقعہ سنایا تو پہلی سر کو تھیں ہو گیا کہ باسط کو اگرانے والی شہزادت شہریار کی ہے۔ انہوں نے شہریار کو خوب ڈالا اور کہا کہ:

"آجھہ اگر کسی طالب علم کے ساتھ اس طرح کی شہزادت کی بیچوری کی تو اس کو سکول سے نکال دیا جائے گا۔" شہریار کو بھی اپنی قلیلی کا احساس ہوا اور اس نے پہلی سر سے دھوکہ کیا کہ وہ دوبارہ ایسا کوئی کام نہیں کرے گا جس سے دھروں کو تکلیف ہوا۔ اس نے باسط اور حادث سے متعلق باتیں اور حادث کو اس کا قلم بھی لوہا دیا۔ ان دونوں نے بھی شہریار کو یہ دل سے معاف کر دیا۔ باسط اور حادث کو امید تھی کہ شہریار اب ایسا نہیں کرے گا اور شہریار نے بھی نئے سال کے آغاز پر خود سے مدد کیا کہ وہ نہ کبھی پوری کرے گا اور نہیں جان بوجو کسی کو تکلیف پہنچائے گا۔

ویکھا بچو! ہمیں جھوٹ نہیں بولنا پاپے۔ ہمیشہ بھی بولنا امرِ حق کا ہی ساتھ رہنا پاپا ہے۔

جھوٹ بول کر ہم دنیا میں ترقی جائیں گے لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سزا سے کیسے ہی پا سکیں گے؟ ہمیں کبھی ایسا ہم نہیں کرنے چاہیے جس سے دمرے لوگوں کو تھمان پہنچے یا انہیں تکلیف ہو، ہمیشہ ایک دمرے کا خیال رکھنا چاہیے اور پیار مجھت سے رہنا چاہیے۔☆

ان کی یہ بات سن کر جنون بھائی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ مام نے ان کے قریب آگر ان کا ساتھ تھا اور کہا:

”ابوی! میں بخوبی علم ہے اس بات کا۔ میں نے یہی ارادہ کیا ہے کہ اب آپ کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بیاوس گا۔“

سینئور کریم اس کی بات سن کر سکرائے اور کہا:

”بھرا کاروبار تم لوگوں کی مدد کے لیے بھر بھی الجداش، بہت اچھا جل رہا ہے، اور میں نے تم لوگوں کو اس لیے بھیس لایا۔“

جنون بھائی نے کہا جو کہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اعتمام نے کہا جو کہ اور کہا:

”ابوی! اگر آپ میں اپنے ساتھ کاروبار میں شامل نہیں کر رہے تو بھر بھی کوہر کر سکتے ہیں؟“

عاصم اور کمال بھی اعتمام کی واں میں باں مانے گے۔ ان سب کے پہرے پر بھیب ابھیں کے تذرات تھے۔ سینئور کریم ان کو دیکھ کر سکرائے اور اپنی بات پاری رکھتے ہوئے کہا:

سینئور کریم کا ٹھیکنہ شیر کے جانے والے دور کا مقابلہ تین کاروباری افراد میں ہوتا تھا۔ ان کے کوئی کاروبار نہیں اور مختلف خدمت کے کاروبار تھے جن کو وہ خوبی چلا جاتے تھے۔ ہر جگہ ان کی سیکنڈ ناہی اور شہرت کا ذلتا بجا تھا۔ سینئور کریم کے تجھیں بیٹھے تھے۔ بلا اینا کمال، ستمال، ٹھیکنہ شیر اس اور سب سے چھوٹا بینا اعتمام۔ ایک روز سینئور کریم نے اپنے جنون کو اپنے پاس لایا۔ جنون بھائی تصورے جسراں ہوئے کہ تک آج تک سینئور کریم نے بھی اس طرز ان جنون کو ایک ساتھ اپنے پاس نہیں بلکہ اس تھوڑے تھوڑے میں ہوتا۔ اپنے جنون کے پاس کے تھے سینئور کریم بولے:

”میں نے آج تم جنون کو ایک بے حد ضروری بات کرنے کے لئے بنا لایا۔“

تجھے میچے سینئور کریم کی طرف توجہ ہوئے۔ بڑے بیٹھے کہا:

”تھی، ابوی؟“

سینئور کریم نے ان جنون کو بخوبی کھا اور کہا:

”تم جنون جانتے ہو کہ اسکے لفظ دکرم سے بیرون پاس مال و دولت کی کوئی کسی نہیں ہے۔ میں اگر پاہوں تو تم لوگ آرام سے گھر بینے کر بھی گز اور کر سکتے ہو، لیکن میں چاہتا ہوں کہ اب تم لوگ بھی عملی زندگی میں آؤ ہاں لکھو در کام کر رہا شروع کرو۔“

حسن عمر

# منافع کا سودا



سے کہا تو ان اور ان کے گھر والوں کی زندگیاں بدلنے میں بھی کامیاب ہو گی۔  
اعتماد بھی اپنے دو خواں بجا بخوبی کی طرح کاروبار کی مدد میں لی جانے والی رقم کو  
لے کر مختلف کاروباری خیالات پر غور کرنے میں صرف رہا، لیکن اعتظام کا ایک کام  
کے لئے بھی راضی نہ ہو سکا، اور مقررہ مدت فتح ہوئے میں حصہ دو ماہ کا وقت رہ گیا تھا۔  
ایک روز اعتظام اپنے گھر کے قرب ہاڑا شپ کچھ کتابیں خریدنے گا، وہاں اسے ایک  
آٹھواں سال پر اپنے باپ کے ساتھ چاہیکہ دکان پر تھرا آیا جو فی کتابیں اور کتابیاں خریدنے  
دہاں موجود تھا۔ اس پیچے کی آنکھوں میں نی کتابیں اور کتابیاں دیکھ کر ایک الگ چکھتی۔  
اس کے باپ نے کتابیں اور کتابیوں کی قیمتیں دکاندار سے معلوم کیں اور جب اس سے ان کی  
قیمت پہ ملی اس آری کا حساب کیم ہے اس سے اگر یہ اپنے بیٹے کو کچھ کرنے گا۔

”چلاجایا بھی کتابیں نہیں ہیں، میں جسمی کھن اور سے بھی کتابیں دلواد جاؤں۔  
ان میں بہت اچھی اچھی کی کتابیاں بھی ہوں گی۔“  
”لیکن باپ! مجھے یہی کتابیں چاہیے۔“  
”بچہ کا باپ اس کو بہلا پھسائے اگر وہاں سے لے گیا۔ اعتظام نے سارا جزا دکاندار  
سے پوچھا۔ اس نے افسوس بھرے انداز میں بتایا:  
”بس بھائی! میری کتابیں اس قدر ہو گئی اور ہر سب سے پہلے کتابیں کی قیمتیں ہی  
بڑھنی چاہیے ہیں۔ میں باپ بھی کیا کریں، بچوں کو بڑھانا ہر کوئی چاہتا ہے لیکن کتابیاں  
کتابیں ہی اس قدر ہو گئی ہو گئی ہیں۔ زیادہ تر ان باپ بھروسی کی حالت میں استعمال شدہ  
کتابیں ہی بچوں کو دو اتھے ہیں۔“

اعتماد اس کی بات سن کر جران ہوا اور اس سے بچھا:  
”لیکن آپ لوگوں کو کتابیں سختی جاتی ہوں گی۔“  
”دکاندار اس کی بات سن کر بیٹھنے لگا اور کہ:

”اس وقت کتابیں چھاپنے والے بہت سے ادارے بڑی طرح سے جڑ ہیں۔  
کتابیوں کے لیے استعمال ہونے والے کافی تر اس قدر ذوق فی بڑھادی کی ہے کہ کتابیں  
چھاپنے والوں کو بھروسہ جسمی دیکھنی پڑتی ہیں۔ جس وجہ سے جسمی بھی بھلی ہتھی پڑ جاتی  
ہیں۔“

اعتماد اس کی یہ بات سن کر بے حد اور اس کی بکھشیں دیکھا کر دو ہی  
کرے۔ مقررہ مدت فتح ہونے میں اس ایک ماہ گیا تھا اور ہر اچھا لیکہ اس کے دہن  
میں ایک خیال آیا اور اس کی آنکھیں چمک اگیں۔ وہ غاصبوں سے اپنے دہن میں موجود  
خیال پر گل کرنے میں صرف ہو کیا۔

ایک سال کا عرصہ فتح ہونے کے بعد سینہ کریم نے اپنے تینوں بیٹوں کو ایک بار پھر

”میں چاہتا ہوں تم لوگ ایسا کام کرو جس سے تم لوگوں کو مالی فائدہ بھی ہو اور دی  
سکون بھی حاصل ہو۔ میں تم سب کو برادر کی رقم دے رہا ہوں اور ایک سال کا وقت ہیں۔  
ایک سال کے اختتام پر میں چاہتا ہوں کہ تم تھوں میرے پاس آ کر اپنے کاروبار کے  
حوالے سے بتاؤ۔“

سینہ کریم کی بات سن کر تھوں بیٹے بکھم کسی کبھی سچھ میں پڑ گئے کہ ایک سال  
کے وصت میں ایسا کام کیا جائے جس سے دل سکون اور اہمیان بھی حاصل ہو سکے اور  
ساتھ ہی وہ کاروبار کا میاب بھی رہے۔

سب سے پہلے کمال وہ رقم لے کر اپنے کاروبار کی کامیابی اور اس کی ہدایت کے  
حوالے سے مخصوص بخوبی کرنے لگا۔ وہ اپنے چھوٹے ستوں سے ملا۔ کمال کے ایک دست  
لے اسے بتایا کہ یہ دن ملک پاکستانی دعویٰ کی بہت زیادہ مانگ ہے اور یہاں بہت سی  
لیکن بڑھنے والی خواتین موجود ہیں جو گھر ہی نہیں یہ کام کرتی ہیں، اگر ان سے رابطہ کیا جائے تو ان  
صرف یہ کہ انہیں روز کا فرماں جائے گا بلکہ اس کا بھرپور انتہا کا نہ دعویٰ ہو گا۔ کمال نے کافی  
خواتین کی اہر اسے بہت سے ایسے گراں کا پیڈ چاہیں خواتین یہ کام کرنے میں ماہر  
ہیں۔ وہ ان خواتین کے پاس کیا اور ان کو اپنے ساتھ کام کرنے کی ویسٹ کی، ساتھی  
اس نے انہیں یہ بتایا کہ وہ ان لوگوں کے ہمراہ کہ بدسلائیں اچھی رقم فرماں جرے گا۔ وہ  
خواتین اس کی بات سن کر بے حد خوش ہو گیں اور اس کے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو گئیں۔  
ایک سال کے وصت میں کمال نے اس کاروبار کی مدد سے بہت ہی خواتین اور ان کے  
گھروں میں تعلیمی کام خاتم کرنے کے لئے پی کوشش کی اور اس میں کافی عدد ملک  
کا میاب بھی رہا۔

عاصم بھی کاروبار کی مدد میں دلی بانے والی رقم کو لے کر دن رات اسی کوشش میں لگا  
رہا۔ وہ اس قیمتی میں مختلف تھوں کے ہمارے کرنے میں صرف ہو گی اور بھرا سے چھا  
چلا کر بہت سے کتابوں نے اپنے کھبٹ میں لگتے کی فصل اکائی ہوئی ہے جس کا کہا وہ  
لفٹ چیلی کے کارہائوں کو بہت سے زخوں پر چھا دیتے ہیں جو بہت بیکے، اس میں اس سے  
جنی چار کر کے بیچھے ہیں۔ اس کو بھی علم ہوا اس اگر ان ہی تھوں کی مدد سے ٹوچ ڈیکھ کر اپنے  
تو وہ صرف بہت سستہ ہاں ہیجا ہے بلکہ سیلی چیلی سے زیادہ نفیہ بھی ہو گا۔ عاصم  
اس سلسلے میں مختلف کتابوں سے چاہ کر خاتم کرنے میں صرف ہو گی، اور انہیں اس  
بات پر آمادہ کیا کہ وہ جو کافی تاریخوں کو چھا رہے ہیں، وہ اس کے ساتھ شرکت داری  
کرنے ہوئے اس کے کی مدد سے گزج دکریں ہوئے صرف یہ کہ لوگوں کو سستا ہے جا سکا ہے  
بلکہ انسانی جسم کے لئے سفید چیلی کے مقابلے میں بہت زیادہ سخت مدد بھی ہے لہا ہے۔ اس  
نے کچھ ایسے کتابوں کو اپنے ساتھ ملا کر گزار کا کاروبار شروع کیا۔ سال کے آخر تک وہنا  
صرف اس کاروبار کو منافع بخش بنانے میں کامیاب رہا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ بہت



لیے آپ نے مخالف کر دیں۔"

بیٹھ کر ہم کو تھوڑا افسوس آیا اور وہ پہنچتا رہا جسی سے اس سے کہنے لگے:

"کی مطلب؟ تم اس ایک سال کے عرصے میں کوئی بھی ایسا کاروبار نہیں کر سکے جو منافع پکاش ہوا درجس سے تھیں دلی سکون حاصل ہوا ہو؟"

اختشام ایک بار پھر سکراتے ہوئے کہنے لگا:

"تو ہی، میں نے اس کا کہ کہ نہ کھو دی سکون حاصل نہیں ہو سکا؟ میں بھی بھائی جان اور بھائی کی طرح کاروباری میں دلی جانے والی رقم لے رہا تھا کاروباری منصوبے ہاتھ ادا کر رہا۔ مجھے بہت سے ایسے کاروباری منصوبوں کے پاسے میں ٹھاٹھیں سے میں بے حد منافع کی کامیابی حاصل کیں، میں سکون کیں حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر مقرر ہوتے ہیں منافع ایک بارہ

ہاہ کا وقت پہنچتا ہے ایک بارہ میں ہڈا رہتا ہے تیری گا۔ میں مجھے ایک بارہ ڈنال کا نظر آئے۔ پچھلی کتابیں فریتے کے لیے بے حد پہنچتی تھیں اس کا باپ تھی انہوں کی ملکی تھیں ویک کر اس کو کی کتابیں بخوبی اور بھانسے سے اس کو باہم سے لے آیا۔ اس کے پاسے کے بعد مجھے علم ہوا کہ کتابیں شائع کرنے والے اداروں کو کتابیں اس وجہ سے بھلی شائع کرنی پڑتی ہیں کوئی کامنہ پر بہت زیادہ ذائقی دلی پڑتی ہے۔ میں اس موقع پر چادر میں صرف رہا کہ کس طرح اس خالے سے کہہ کیا جائے، جب یہ بھکھا پنے دوست اسلام کا خیال آیا جس کے والد صاحب ایک اہم منصب پر فائز ہیں۔ میں نے اس کے والد صاحب سے جا کر ملاقات کی اور ان کو اس خالے سے آگوہ کیا کہ کامنہ پر موجود ذائقی تھی کہ جیسا بھائی کروں جانے تو بہت سے پہنچنی کتابیں فریتے کر پڑتے ہیں۔ بہت زیادہ خور کرنے کے بعد سحومت نے کامنی درآمدات پر موجود ذائقی تھم کرنے کا فیصلہ کیا جس کے بعد اب کتابیں شائع کرنے والے اداروں کو کامنہ سنتے ہیں میں ٹھاٹھیں دلی سکون میں سے سستے داموں کتابیں شائع کر سکتی ہیں اور اس کے لئے آپ کی دلی بھانسے والی رقم پر بہت یاں اب بھی مکھوڑا ہے، میں جانتا ہوں کہ میں کوئی منافع پکاش کاروبار شروع نہیں کر سکتا جن میں نے اس کا حکم کیا جس کو کرنے کے بعد مجھے دلی سکون ضرور حاصل ہوا ہے۔"

بیٹھ کر ہم اس کی بات سن کر پہنچے جو ان رہ گئے اور ان کی آنکھیں تمہارے ہاتھوں نے ٹھکری ہیں کہا جایا اور بولے

"شاہش پر بے پیٹے اتم نے آج میرا سرگزیر سے بلند کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان کتاب شائع کرنے والے اداروں کے ساتھیں کام کرے اور ان کو اس بات پر آزادہ کر دے کہ وہ کم سے کم منافع پر بچوں کے لیے کتابیں شائع کریں ۶۰ کاروباری ذائقی نسل مل کی تھیں سے عزم نہ رکھے۔"

اختشام ان کی بات سن کر سکراتے ہوئے ان سے کہنے لگا:

سکون کا پیڈے رہی تھی۔ ☆

اپنے پاس بایا اور ان سے ان کے کاروبار کے خالے سے پہلے ہی مل کر جم سے کمال سے پہلے ہی مل کر جم

"کمال بیٹا! تم نے ایک سال کے اندر ایسا کیا کاروبار شروع کیا جو نہ صرف منافع

پکش بھی رہا بلکہ ساتھی اس سے تھیں دلی سکون بھی حاصل ہوا ہے؟"

کمال ان کو بتاتے ہے

"ابو! آپ نے ہب بھر تھوں کو کاروباری میں رقم دی تو ہب سے ڈھن میں تھا تم کے خالے تھے، میں نے کافی تھیں کی اور کافی لوگوں سے ملاقات کی۔ مجھے بہت سے ایسے گھر انوں کے خالے سے پہلے چلا جائیں گے جسے دلکشی دلکاری کا شاندار سماں تھا کرتی ہیں اور جس کی وجہ سے ہر ہزار ماں بھی ہے۔ میں نے ان خالے سے ملاقات کی اور ان کو اپنے ساتھ کاروبار کرنے پر آمادہ کیا۔ اس ایک سال کے وسط میں تقریباً پہاڑ کے قریب گردتے ہیرے ساتھ کام کر رہے ہیں اور ان کے مالی مالا میں تھا۔ صرف یہ کہ باہر ہو رہے ہیں بلکہ ان کے پیٹے بھی ان کا ہاتھ بٹاتے کے ساتھ ساتھ تھا۔ میں کی ملکی حاصل کر رہے ہیں۔"

سچوں کو بھی اس کی بات سن کر بے حد خوش ہوئے اور اس کو شاہی دلی، اس کے بعد انہوں نے عاصم سے پہچا

"عاصم بیٹا! اب تم بناو تم نے اس ایک سال کے عرصے میں کیا کیا؟"

عاصم انہیں اپنے کاروبار کے خالے سے بتاتے ہے

"ابو! جب آپ نے میں یہ رقم دی تو کافی عرصہ تھک میں بھی بھائی جان کی طرح سوچ پچار میں لگا رہا کہ ایسا کیا کاروبار کیا جائے، جو ۶ صرف یہ کہ منافع پکش بھی ہے۔ ہب سے بہت سے ایسے کتابوں کے پاسے میں پہلے چلا جاؤ پہنچتے ہیں لئے کی فصل کو بہت سے جتنی کے کاروبار میں کوئی فریخت کرتے ہیں۔ میں نے ان لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ مجھے وہ کئے فریخت کریں اور اس کے لئے گز بناہ شروع کریں جو ۶ صرف یہ کہ انسانی جان کے لیے سپید تھی کے مقابلے میں زیادہ قائدہ مدد ہوئے بلکہ ساتھی ساتھی وہ کئی باتیں پر فریخت کریں کیا جاسکا۔"

سچوں کو بھی اس کی بات سن کر بے حد خوش ہوئے اور انہوں نے اس کو شاہی دلی، اس کے بعد وہ احتیاط کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے پہچا

"بناو! تم بناو اس ایک سال میں تم نے وہاں کون سا کاروبار شروع کیا جو ۶ صرف منافع پکش بھی رہا ہوا جسیں دلی سکون بھی حاصل ہوا ہے۔"

اختشام ان کی بات سن کر سکراتے ہوئے ان سے کہنے لگا:

"ابو! میں بھائی جان اور بھائی کی طرح کوئی کاروبار نہیں شروع کر سکا، اس کے



اپنے سے اس کے شیخانی دماغ میں ایک خوفی آئی تھی۔ اس نے سوچا  
”کیا ہوا اگر یہ صفت گرفتے ہیں تو؟“ یہ سوتھے تو اور بھی دوست ہیں جو تو میں کسی اور  
کے گرد پا جائیں گے۔

صافت کے علاوہ صفت کا انگریزی ترجمہ تھوڑا مختلف لکھا تھا۔ سو صفت  
اور صرف کی طرح کھیلوں اور کارروز کا جوں نہیں تھا بلکہ وہ اپنے تھوڑا ابہت دلت کھیلوں میں  
بھی لانا تھا۔ حد نے سچا کر آج تو جیسے چنانچہ سے کام اور ملائکہ خانہ کا کچل چالا۔  
نائیت میں اس نے دلاؤں سے بھلدا کیا۔ ایک پیچے کا گینہ اٹھا کر دلاؤں کا چھال دیا۔ اپنی  
طرف سے وہ خوب مزے کر رہا تھا کہ اپنی دل میں دلاؤں کا لئھان کر رہا تھا۔ لیکن اکتوبر  
میں خود اپنی تعلیمیں کام اس کم ہے۔

اب وہ نیب کی اونی کے ساتھ ان کے دل رنگ رہ میں دلیں ہواں جس پر نیب پہنچے  
تھیں۔ پر جیسا تھا اور کفرز یعنی کھجاتے۔ با تھیں برش پکارے اور پینگک بردار تھا۔ وہ ایک  
”پانڈا“ صفت کر رہا تھا اور اگر دلاؤں کو دیکھو تو اس کی بھائی ہوئی پینگکڑا۔ پانی کی ہوتی  
تھیں۔ کرتے میں آئنے سائنس دوڑے پڑے صوفے تھا اور دلیاں میں ایک بیڑی ہوتی تھیں۔  
جس پر کچھ رہ تھا اور کفرز کھجتے پڑے تھے وہ ایک طرف کھدن بھی رکھا تھا۔ نیب بالآخر  
میز کے پاس بیٹھا جک کر پینٹ کر رہا تھا۔ جب حد نے سلام کیا تو اس نے سراخا کر اسے  
دیکھا اور مسکرا کر سلام کا جواب دیا۔ سعد سامنے صوفے پر بیٹھ گیا تو نیب نے پوچھا:

پارسے پچاہی کہا تھی بے سعدی، جو پانچیں تھا میں پڑھتا تھا۔ وہ بہت شرمندی  
اور لاپر واد پچھا۔ پڑھتی میں تو اس کا دل میں تھا کہ اس پر جب سے تاک ڈالن  
بوا تھا۔ اس کی تو پیسے دھائیں ہی پوری ہو گئی۔ اب سکول سے بہت ساری ملکیوں میں  
ٹکری ٹھیں اور کفرز کا آرام بھر ہی گی تھا۔ سکول سے ہوم ورک تو ملائی گمراہ اس نے قل کر  
کے اسے صرف کامیابی میں اتنا نیک کی جی رہت تھی۔ پچھے بھی با در کر رہا گوارہ نہ کیا۔  
صرف دلاؤں میں اس نے فائز ہوئے کی جائیں کامیابی اور خود برقی الٹا میں ہو کیا۔  
اب اس کے پاس بہت ساقری وفات تھا۔ سچ لیکھ، کھاہ کھاہ، سارا دن  
کھیوں میں کھوڑا، بکھری دلاؤں پار شستہ دلاؤں کے گھر چاہا جاتا۔ فی وہی دیکھتے ہیں اس کی  
ردمیں ہیں بھی تھیں۔

اس کے دوست بھی اس کے پیسے ہی تھے۔ اور دوست تو پیسے بھی انسان کی بیجان  
ہوا کرتے ہیں۔ انہیں بھی ہر وقت کھل کر کا ٹھوک تھا۔ اس کا سب سے اچھا دوست  
بیٹھ تھا، وہ اکٹھا اسی کے گھر جاتا تھا اور اس کے پیسے پر گھر کھل کر رہا۔  
آن بھی ہاشم کے بعد اس کا آوارہ گردی کا مودا تھا۔ اس نے سوق رکھا تھا اک دو  
بیٹھ کے گھر جاتے کام کھرہ جاتے کہ سعد یا صفت کے گھر کی تو اسے بتا جائا کہ یہ صفت تو گھر  
ہی نہیں، وہ اپنی نانو کے گھر چاگیا ہے۔ یعنی کسر سعد کا مودا آپ ہو گیا۔ وہ من بخلا کر کھر لوٹا  
کہ اس نے تو مجھے بتایا بھی نہیں ایسے ہی چلا گیا۔ اب وہ خاموش سائیڈ پر اونڈھا ہیٹھا تھا۔

”خیر ہے، آن تم بھاں کیسے آگئے؟“

سعد نے نواب دیا۔

”بھاں یا زادبھاں ملے کوول چاہر باتھا اور گھر میں بودھر باتھا، یہ سف بھی جاتے ہیں۔

این نافر کے کمر بیٹھا گیا تو میں بیٹھا آگئا۔“

تصوڑی دیر کمرے میں فاموٹی پچھائی رہی کیونکہ میب دوارہ اپنی بیٹھتگ کی طرف

محبوبہ بیٹھا ہے۔ وہاب پانڈا کے باڑا، اور من بھل کر کے اس کے پینڈ میں رنگ بھر رہا تھا۔

سعد نے تھوڑی دراسے دیکھا اور بھر بور بھر کر بیٹھا۔

”بڑا بھجہڑا ہاں اسے۔ تصوڑی دیر کے بعد میں چلا جاؤں گا تو اکر لینے بھل۔“

میب تے اسے دیکھا اور بھار بھی سانس لے اکر ہاں میں سر بلا دیا چھے اسے بکھ

نامیں اچھا نہ کاہا ہو۔ پھر دلوں باتیں کرنے لگے۔ پھر میب کی مانات ایک دارے اکر بھل

پر کی جس میں کھاتے تھی جیزی جیسیں اور پھر دلوں کے گھر را اور ہر سینٹے لکھیں۔ وہ دلوں

کافی دیر باتیں کرتے رہے اور بھر بھر تقریباً دستے بعد گردہ اس اگیا۔

رات کو مانے کے سچ کرنے کے پاہ جو سعد کھانے کی تیسری شفت بی کروڑی

سوئے کے لیے رہ کیا۔ اسکی اسے لینے ہوئے دس منٹ ہی ہوئے تھے کہ سعد کی مانہ

کمرے میں جائیں اور پوچھا۔

”سعد! نماز پڑھ کر لینے ہو۔“ لیکن وہ بھی سعد تھا آنکھیں بند کر کے ایسے سونے کی

اینگک کرنے کا چھے برسوں سے سورہا ہو۔ اس کی مانے دلوں سے سر بھکا اور کہا۔

”الحمد لله رب العالمين!“ پہنچتے ہی وہ کمرے سے بیٹھ گئیں۔

انگ دن سعد وہ پاروں میب کے گھر گیا تو یہ چلا کر سف سوہوا کو لبھی دو دن بعد

گھر واہاں آئے گا۔ یہ سن کر سعد ادا اس ہو گیا۔ گھر واہاں آکر سارا دن بہت سا کھانا کھایا۔

لیکن دیکھا اور رچوئے بھائی سے بھڑا کر کے گئوں اور۔

اقوام کو وہ دوبارو میب کے گھر چلا کیا۔ گھر وہ بیٹیں بھاننا تھا کہ بگروہ اپس آئے

سچ اس کی سوچ اور ارادے بدے ہوں گے۔

”وہ جب میب کے دراگ کرم میں واپس ہوا تو سا سنتے میب بیٹا اپنے چاہیے کو اپنی

بیٹھنگہ دکھا رہا تھا۔ سعد نے اندر واپس ہو کر سکر کر سام کیا اور دلوں سے آکر ہجھڑا پا۔

میب کے کنپتے پر واہاں کے دامن میں طرف چھڑ گئی۔ میب کے ہائیں میب اس کے چاہیے

تھے۔ پھر نگزد دکھا کر دوہا بیٹیں اٹھا کر دوسرے کرے میں۔ کئے پا گیا۔ اب میب کے چاہیے

لے اس سے اس کا نام پوچھا اور ادھر اور احری باتیں کرنے لگے اور پھر انہوں نے دو

چال پوچھا جو آن پاکستان کے ہر بیٹے سے پوچھا جاتا ہے۔ دو ماں یہ تھا۔

”آپ بڑے ہو کر کیا ہوئے؟“

سعد نے اس کے جواب میں آنکھیں تصوڑی سی بند کر کے سوچا اور پھر کہا۔

”یہ نہ سہو کر کی پتا چلتے گا۔“ چاہے سے بیان کر کر کے اسے ادا اذیت میں سر بھکا اور کہا  
”اگر یا ابھی پڑھ مل جائے تو سچھ کاتا چھا ہو۔ تم ابھی سے اس کام کے لیے منٹ ہی کرنی ہے تو ابھی سے کہوں  
کام شائع کروں؟ جب بڑا ہو جاؤ اس کا ہب جو اچھا لگائیں جاؤں گا۔“ یہ سن کر چاہنے  
اے سمجھاتے ہوئے کیا۔

”اگر بھی سے فضل کر کے چلا گئے تو ہے ہوتے تھے دوسرا کام ہے اسی میں ہے۔“  
تم تے اسے سال اس کام کے ہارے میں سر پا ہو گا۔ اس کے ہارے میں مطریات ل  
ہوں گی تو بڑی آسائی رہے گی۔ ”آجی دیر میں خیب دا بھاں آگاہ اور ان دونوں کو دھائی کرہے  
ہو اور کچھ کر سائنسے والے صوفے پر جمع کیا۔ پھر میب کے چاہے نے خیب کو دیکھ کر کہا۔  
”اب اس کی مثالی ہی ہے لو۔ دیکھو ایسا کافی وقت پوت کرتے ہوئے گزر جوڑا  
ہے۔ مجھے بھی یہ بڑا ہو جاتے گا۔“ اسے بھی میب میں تھیں۔ اسے بھی اسے کافی وقت پوت کرتے ہوئے گزر جوڑا  
بہت ساری مخلوقوں کا مقابلہ کرے گا اور پھر یہ ایک دن ایک اچھا، کامیاب اور جگہ پر کار  
مصور ہے گا۔ لیکن اگر یہ بھی ایسا ہی سوچے کہ ابھی آرام کرتا ہوں بڑا ہو کر سوچوں گا تو جو  
مشکلات اے ان سالوں میں سائنس آئی ہیں، ان کا مقابلہ میب اُن دونوں میں  
کرے گا جن دلوں میں اے اپنے جو ہر دکھا کر دیا کو جھان کرنا ہے۔ مجھی اگر وہ اس  
وقت سے اپنی خوش کوئی بچانے کی تھیں اس میں اس ان کو کوئی اصری فکری نہیں ہوتی۔“

”میب کو ہرگز بہت بیٹھ لے گا۔ اس نے سوچا۔  
”بھروسے میں طرح اپنے بھتیجی تعریف کروں۔“

بھر چاہنے پر چاہا

”ہات کجھ میں آئی ہوئی؟“

”اکس نے کہا۔

”آپ یہ کہے ہے جن کیں بھی دیکھنے جاؤں۔“

میب کے پاہنے نے فوراً اپنی میں سر بھایا اور کہا۔

”میں جتنا میں یہ کہہ، ماہوں کے خود کو دیکھو کہ تم میں کیا بیٹھتے ہے؟“ اگر تم اپنی بات  
کیجاہا جانے بہت تم ایک نیچے ہیں جان۔ اگر تم دوسروں کے سرکل اس نکتے ہو تو ایک میٹھی  
ڈاکنہ ہیں جان۔ اگر تم اپنے عکس کا دفاتر ہیں تو ایک فوٹی ہیں سکتے ہو۔ اگر کر کت  
کہا یاں سوچ سکتے ہو اور مناسب الفاظ ہیں تو لکھ سکتے ہو تو ایک رائز ہیں جان۔ اگر کر کت  
اچھا کھلیتے ہو تو وہ والا ٹیانٹ دیکھو۔ اگر پینٹ اچھا کرتے ہو تو اس بارے میں سوچو، اگر

ہو کر کبیور ایک پھر بنا جاتا ہوں مگر اس کے لئے مجھے کیا کر دیں گا؟" یہ سن کر وہ خوش ہوئے اور کہا:  
"اینی یہ حادثی میں کبیور سماں میں کا ایک مضمون رکھو۔ پھر جزو میں بھی رکھو۔ پھر  
آگے T.S.C.S.I.B.S.I.T اور اس کے بعد B.S.C.S.I.B.S.I.T اس طرز کا  
اور بھی کچھ اس طرز تم بن جاؤ گے کبیور ایک پھر۔"

سخن رہا۔ اسے کچھ بھیں آرہا تھا کہ یہ کہا ہے مگر اس سے کچھ دیکھا کر اسے کچھ دیکھا کر  
اینی منزل بنا تھا۔ مگر آج اس ساخت کا پیٹے پیا سے کبیور ایپ اپ مانگا۔ ہمیں نے اس  
شروع پر عالی بھروسہ کیا۔ اس سال خوب آئے گا تو وہ اسے کبیور ایپ اپ سلے دیں گے۔  
اب سعد کے پاس قاتمودت بھیں تھیں تھیں کیلئے کے لئے بھی۔ مکان سے خود دستہ دستہ کاہل پاہ  
ہو رہے تھے کہ سوالیں بھیں تھا تھا کیکا تھے اپنی منزل بکھرنا تھا۔ وہ مت کرنی تھی۔  
تو بجا آپ بھی پاپے لڑکی ہیں یا لڑکہ، اپنی منزل کو بھیں، راستے پیچائیں اور وہ  
گریں۔ جس سے آپ کا تھیں بھترین سکھار درج آپ بکھریں اپنے ملک کے لئے  
پکڑ کر بھیں ملک کا نام رہیں کرتے سے آپ کا بھی ایک نام ہو۔ \*

### باقیہ وہ کون تھا؟

جب بھی محلہ واپس کر میں اس کی گوچ پر سر کھکھ لیتا ہوا تھا۔ ماں نے مجھے جاتا  
و دیکھ کر اس کا تھرا دیا کیا۔ بہت عرصہ میں اس والد کے ذریعہ رہا۔ پھر میرے والدین نے  
وہ علاق پھوڑ دیا تو میرا اسکول بھی تبدیل ہو گیا۔ جب ماں کو میں نے یہ اتفاق جیسا تو انہوں  
نے کہا کہ "آئتِ الحکمی کی بدولت تم تھی گے تھے۔" ایک مرصد گزر گیا میں یہ سوچنیں ہیں  
کہ پاپ کو وہ پورا صرف مجھے ہی کوں ظفر آیا۔ صرف میرے سامنے ہی کوں ظاہر ہے؟  
وادا الہ نے قدم ختم کر کے پانی یا تو ہماری بھی سامنیں بحال ہوئی۔

"آج کی نشت یعنی برخاست ہوتی ہے جب اگلے بیٹھ کی اور والد کے سامنے  
بیٹھ کا گئی گے۔" وادا الہ نے اعلان کیا تو سب کے مندیک گئے۔  
"آج کے لئے اتنا بہت ہے بچہ۔ اوس نہ ہو اور پھلو سنتے کی تیاری کرو۔ معنی فخر  
کے لئے بھی اتنا ہے۔"

"مجھے تذہرے آن رات نہیں آئے گی۔" مکملے بھیں تمہارے حواب پر  
"ہاں کوئی بھی جسی میرت بہادر بچو! ہم مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہیں ہوئے  
چاہیے کہ وہ ہماری حفاظت کریں گے۔ سوئے سے پہلے آئتِ الحکمی اور پاہوں قلپ پڑا کر  
ہوئے۔ انشا اللہ! اللہ کے فضل سے کوئی بری حفاظت پکو بھی نہیں بگاڑ سکتے گی۔" وادا الہ نے  
ہم سب کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

وادا الہ کوئی سے اٹھنے لگے تو ہم سب بھی اپنے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ \*

خدا ہاپنے کا شوق ہو تو ایک شیف بھی بن سکتے ہو۔ خدا کو دیکھو۔ پر کھوار ہاں فائدہ کرو۔  
میں چاہتا ہوں کہ بھی تم پھرے ہو تو کھوار ہنچے کے لئے غری کوئی قید نہیں ہوتی۔ بھی  
سے سوچ کے تو ہر رات خود کو یہ ہتا ہو کے کہا جائے سال بعد یہ کمایا مسائل کرنی ہے۔ اللہ  
نے جو صلاحیت دی ہے اسے نالگ سوت کرنا۔" میں کے چاہوئے خبر نظر کے سے  
ساری بات سمجھا۔ اب وہ تو یہ سے ان رہا تھا شاید اسے بات بھی میں آئی تھی مگر وہ  
نہ مل۔ پا تو وہ پار ہو گئے۔

"جسیں اپنے سے زیادہ کیا پہنچے ہے۔" سعد نے کہا  
"تھے نہیں پہنچے۔ میں نے بھی ایسا کچھ پاٹھک۔ میں کے لئے ہذا ہو رکھیا ہے۔"  
پھر انہوں نے کہا۔

"لیکن اسے سے پوادا پیغامیں منزل کو پہنچو۔" سعد نے سب کو سمجھا کہ اسے ملے ہے  
سعد نے اس پر بھی کچھ اسکراتے ہوئے ٹھریا دا کیا۔ پھر انہوں نے کہا  
"بڑا بدرست مانا کر میں جسیں پہنچو دینے دیکھا کیا۔" یہ سن کر سعد نے کہا  
"کوئی بات نہیں بلکہ یہ تو اچھا ہے کہ میں ابھی چیزوں میں اپنی وقت کا اس اور اس  
میں بھی بھی نہیں ہوں گا۔" پھر بھی سکرانے اور کہا۔

"بہت طوب اتم بہت بحمدہ رہو۔ اگر اس حوالے سے بکھر جو چوتھا ہو تو یہاں آ جاؤ۔  
میں تقریباً ہر توار کو سیاں آ جاؤں۔" سعد نے کہا  
"ضرور" اور پھر وہ صفا مانع کر کر سوچتا ہوا مگر وہ اپنے آنکھیں۔

آن اس کی سوچ کو ایک تی راہل کی تھی جو اسے یہ بھی تھکان آرہا تھا کہ اس میں خاص  
کیا ہے۔ اب زیادہ تر وہ اسکی ایک میٹھی سوچ تھا۔ پہنچا اپنے اپنی منزل کا اسے اپنے امداد سے ایک  
اوڑ آئی اور اس نے فیصلہ کر دیا۔ اپنی منزل کا اسی تھکان کی تھی جو اسے دستے کا معلوم تھیں  
تھا۔ خیل اس نے سوچا کہ وہ اس ایسچھا اپنے دوبارہ سٹکا اور اس نے دوبارہ دھکھ کر کھا۔ پھر  
ایک دن اس کے بھوٹے بھائی نے آ کر تھا کہ ہاں اس کا دوست اسے بڑا نہ آیا ہے۔ "وہ تو رہا  
وہ گیا تو نسب آ کا تھا۔ اس نے تھوڑا کا آج پاچا آئے ہوئے چین مٹا تھے قفل اور وہ فوراً  
خوش خوشی اس کے ساتھ چل پڑا۔ چاہوئے سارا ہیں کے بعد وہ دیکھا انہوں نے یہ چھا۔  
"میں نے ناہی کہ تم مجھ سے مٹا کے تھے۔ کیا ہات کرنی تھی؟"

سحدے سکرا کر کہا۔  
"میں نے یہ تو مون لیا ہے کہ کیا مٹا ہے پھر اس حوالے سے کس سے بھوٹ کردہ  
پنچے کے لئے کیا کر دیا ہے گا۔"

پھر زندہ کے چاہوئے کہا  
"کڈ، دیری کڈ! چوٹا تاڑ پھر جو دارج کے..... کیا بنا چاہیے ہو؟" سعد نے کہا  
"مجھے کبیور بہت پسند ہے۔ میں بہت سارا وقت کبیور پر گزار سکتا ہوں اور ہر بارے

# طلسماتی طوطا



بس بگل سے باہر رکھنا تھا۔

جب وہ اپنے دوستوں کے پاس پہنچا تو وہ اس کو دیکھ کر خس رہے تھے۔ سلمان جو پکوہ دیر پہنچے بیجا درود نہ رینا ہوا تھا، اب بہت سی ڈارا اور سہما ہوا تھا۔ اس کی کہیاں اور سخنے جیل پہنچے تھے، پکزے گندے ہو پہنچے تھے۔ جب ان ہیئتے لاکوں نے اس کا نمائش اڑایا اور ذر پوک ہونے کے مٹھنے دینے تو وہ ان سے لڑکر گرا گیا۔

کمرا کر جب اس کی آئی نے اس کی حالت بکھی تو پہنچے تو وہ پریشان ہوئی۔ لیکن جب ان کو پیدا چلا کر وہ کہاں سے آئے ہے تو ان کو بہت غصہ آیا۔ پھر انہوں نے سلمان کو سمجھانے کی کوشش کی:

”سلمان بیجا حصیں یاد ہے دکھنے میں نہ چھین بگل میں نہ پانے کی کہانی سنائی تھی۔ پھر تم ادھر کیوں گئے؟“

سلمان شرمدی کے ساتھ بولا:

”آئی ابھی معاف کروں۔ میں دوبارہ وہاں نہیں جاؤں گا۔“ آئی نے اسے گلے کی لیں جانے اور کھاہ کھانے کے بعد سلمان اپنے سترے پر جا کر لیٹ گیا اور اس کے دہن میں وہ پسر اوری روشنی آئی۔ اس نے ہومپا کیا، آئی اس نے ایک ٹلساتی طوطا کی کھا تھا۔ جو سورج بکھی کی طرح بیٹھا تھا، اس میں سے اس کی پاندھی ای سفیدی کل رہی تھی۔

ان کے ہاتھ مٹھوڑا تھا کہ بگل میں ایک ٹلساتی طوطا رہتا ہے۔ جو بگل میں چھپے ایک نڑانے کی رکھوائی کرتا ہے۔ وہ کسی کو بگل میں سے گورنے نہیں دیتا اور اگر کوئی گزرا چاہے تو پھر وہ وہاں سے بکھی داپس نہیں آتا۔ اس وقت تو سلمان اس سے ڈر گیا تھا۔ لیکن اب جب وہ سورج رہا تھا تو اس کی خوبصورتی میں کھوتا جا رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ پھر سے اس کو دیکھے اور اب کی بار قریب سے دیکھے۔

سلمان میز قدموں کے ساتھ بھاگتا ہوا بگل سے بگل رہا تھا۔ اس کی ساری بھوئی ہوئی اور رنگ فل تھا۔ باہر کھڑے اس کے دوست آپس میں فس رہے تھے، کوئی کہ کہ دیں پہنچنے والے شرط کا نیچی کر سلمان بگل میں اکیلے نہیں جا سکا۔

درامیل جھوڈ آباد کے علاقے کے پاس ایک بہت کھنڈ بگل تھا اور وہاں مرکوئی جانے سے ذرا تھا۔ آئے دن لڑکے گردہ ہنا کر ایک درمرے سے شرط کا نتے تھے کہ کون بگل میں اکیلے دلت گز ادا کتا ہے۔

اپنی طرح سلمان اور اس کے دوستوں نے آپس میں شرط کا نیچی کر آئے سلمان بگل میں اکیلہ جانے گا۔

اب جو سلمان بگل میں آیا تو اس کو اپنی کمی ہوئی بات پر بچتا ہوا ہو رہا تھا۔ لیکن اس کو کوئی آواز نہ رکھتی اور کبھی کوئی جیسی اس کوچھ کوڑا گز دیتا۔ وہ رہ کر اسے دلا دکی بات یاد آری تھی کہ:

”خدا کا دار طبلان لاکوں کی ہاتھ میں نہ آتا سلمان یا اس تباہانہ ای ازانے کے لیے تم سے دوستی کر رہے ہیں۔ تاکہ وہ حصیں اس بگل میں بھیج سکیں اور بعد میں ہندر کر تمہارا ناق ادا کیں۔“ لیکن وہ بے پرواہی سے اس کی بات دکر رہا۔

اب اس کو اپنی بیمارا دوست دلا دیا اور ہا تھا۔ وہ اس کا بچپن کا دوست تھا۔

چھپے چھے دو بگل کے اندر بارہ بھت رہنے والوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے دشمن کروں کی صورت میں یعنی آری تھی اور دیکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ یعنی وہ بگل کے دہن کھنے پھنے میں پہنچا تو اس کو کوئی سورج بکھی کی طرح بیٹلی اور رات کی پاندھی ای سفیدی چھپے سے ازتی نہ رہ آئی۔ اس نے پھر نہ ادھر دیکھانہ ادھر اور اتنے قدموں دوز لکا دی۔ پھر اس کو نہیں پڑتا کہ اس کو کتنے کانے چھپے، یا کتنی بار وہ من کے بل گرا۔ اس کا مقصد اب

اگلے دن سلمان اور دلادر نے اپنے بھتے تیار کیے، جن میں انہوں پچھے کھانے پڑنے کی پیشہ، نارجیس، کمپز دن کا ایک جوڑا اور تین کا کپڑا رکھ لیا۔ اس رات دلوں کو مشکل سے ہی خندہ آئی اور وہ جگر کی ادا ان کے ساتھی اُنھوں نے۔ وہی پہلیتے ہی دلوں چنگل کے پاس پہنچ چکے تھے۔ سلمان سے پار پار اس طوٹے کے پارے سُن کر دلادر کو بھی اب اس کو دیکھنے کی بے عینی تھی۔

وہ ذرے زارے قدموں کے ساتھ جگل کی طرف بڑھتے گے۔ ان کے پا تھوڑی  
ہادی اور کمرے بٹتے تھے جتنا قدموں کے ساتھ وہ آگے بڑھتے گے۔ ہر آہست پر ان کی  
نظر اور ہر اور گوم چالی۔ جگل کے کافی اندر جا کر جب روشنی مہم ہونے لگی تو انہوں نے  
پا تھوڑی ہادی چالی۔ ابھی وہ پکھنے آگے بڑھتے تھے کہ ایک بہت ہی خوبصورت  
ٹوٹا ان کو ایک شان پر بیٹھا نظر آیا۔ وہ ان کو دیکھ کر اڑا جائیں بلکہ غور سے ان کو دیکھنے  
کا چیزیں ان کا چارہ کوئے رہا۔ ملدن اور والوں اس کو دیکھتے ہی چیز کی عمر میں جھا  
ہو گے۔ ان سے اپنی جگد سے بلا تک لکھ جا رہا تھا۔ ٹوٹا کچھ در بحد آرام سے اڑ کر ان  
کے پاس آ کر ڈیندی کیا اور اس نے چیزیں کچھ بدلنے کے لیے پوچھ کھولی ہوا میں پھر بند  
کر دی۔ اب لگ رہا تھا کہ وہ ان سے ہات کرنا چاہ رہا ہے۔

آخر جب طحطا بولا تو اسیا کہ ساری دنیا کے خوبصورت سازنے رہے ہوں۔ وہ کہتا ہے:

”میں بھی تم تو کوں کی طرح ایک پچھا۔ مجھے ایک چاہو گرنے چاہو سے طھا جانا  
دیتا۔ میں نے اس کے علسماتی پر جو ڈال لیے تھے۔“

سلمان اور ڈاہر کو اس کی بات سن کر بہت ذکر ہوا۔ خوش نے تابا کر کی سال سے  
وہ اسی حالت میں ہے اور کسی زم دل غص کو ڈھونڈ رہا ہے، جو اس چاہو گر سے اس کو معافی  
و لا دے۔ چاہو گر نے اس کو طھا جانا کر باہر چڑھا کر دی کہ ایک طھا کسی فزانے کی  
کوئی کھوپل کر رہا ہے۔ اصل میں وہ چاہو گر اس ڈگل میں رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی ادھرن  
آئے۔ چاہو گر نے کہ تھا کہ کوئی بیک دل غص یعنی جسیں بیان سے ٹال سکتا ہے۔ جو  
اس کی دی گئی تمن شرطیں پوری کرے گا، خدا کو بھی بیان سے نکالے گا اور اس کے لیے  
بھی کافی لوگ کو شکل کر پہنچے جیں لیکن کوئی بھی اس سے نہیں بہت کا۔ ساتھ میں ساتھ جو یہ  
غرض پوری کرے گا۔ اسی کی بارے گوئے۔

وہ مخطا کب سے اس ایسے پر زندگی ہے کہ آزاد ہو کر، ایک عام انسان کی زندگی گزرا دے۔ لیکن اب اس کی امید نہ ہوتی چارہ ہی ہے۔ جب اس نے ان ہدوں کو دیکھا تو ایسا یہ ہوا ہے کہ اس کو آزاد ہو کر ملا سکتے ہیں۔

دلاور اور سلمان طوٹے گی باعث سن کر درست کئے۔ کہ اگر وہ شرطیں نہ پوری کر سکے تو وہ بھی جنگل میں پھنس جائیں گے۔ وہ دونوں مخذرات کر کے واپس آگئے۔ رطوبتے کی

اگلے دن جب وہ دلادر سے ملتے گیا تو دلادر نے اس سے ملتے سے انکار کر دیا۔ اس نے بہت معافی مانگی اور کہا کہ وہ ان لاکوں کے ساتھ درد کر سوچ رہا تھا کہ جڑہ کرے گا۔ ان کی طرح کر کت گراہن میں بھیجے گا۔ لیکن انہوں نے اس کو اپنی کرکت ہمیں میں شامل کرنے کی شرعاً جعل میں چاہا رکھ دی، جو ان کو معلوم تھا کہ وہ جو دلی جھیں کر سکتا۔ دلادر تو اس کے بھیجن کا دوست ہے۔ اس کو تم معلوم ہوا کہ کر کت اس کا جھون ہے۔ آخر کار دلادر مان گیا۔ سلامان بہت خوش ہوا۔ دلوں دلادر کے گھر کے گراہن میں لیکھا در عطاے کر کچھے گئے۔ پھر ایں بعد وہ تھک کر اندر آئے اور پانی پیا۔ مگر وہ دلادر کے کمرے میں پہنچے گئے۔ اب سلامان کا ڈیادل چاہا کر دے اس خوبصورت طور پر کا ذکر دلادر سے کرتے ہیں۔ لیکن وہ دلادر بھی رہا تھا کہ اج یہ دلادر کو غایب کر دیا۔ کیونکہ دلدار پر اپنے جو بھروسے ہو جائے۔

۱۷ نویسنده‌ها

"*Wetzel's Law*"

13-1875-00000000

دلاواہ بھی اپنی کتاب میں بکھریا تھا۔ سلطان نے بات بڑھاتے ہوئے کہہ دیا ہے وہ صحیح سکھایا را تھا۔ اس کو تم ہر جگہ سماج پر کر کھو جائے تھے تو حرم کتنا روئے تھے جب وہ مر کیا تھا۔ اس کا سارا وصیان سلطان کی طرف تھا۔

سلمان کو تھوڑی بے چینی شروع ہو گئی۔ لیکن اب جو ہاتھ روایت کریں تو اس نے اہم تر کر کے دلارہ کو کہا ہے: "دیوارا میں نے کل اس سے بھی زیادہ خوبصورت طمعاً بگل میں دیکھا۔" ایک

وہ اپنے سے بولا:

سلمان نے کہا:

میں وون سا ہمیں اپنے جانے کا کمرہ بنا ہوں۔ امروہ میں کے۔  
واہو نے جواب دیا:

”بماں کل جس ایکم وہاں جائیں گے۔“ سلطان پاہتا تو جسیں تھے پر موضع کی نزاکت دیکھ کر راس نے ہاں میں ہاں مذاہدی۔

پکھو دن مسلمان نے دہلی کا ذکر کیا تھا کہ، لیکن اس کے اندر اس طرفے کو دیکھنے کی بے جھنی بڑھتی گئی۔ غریب کارا اس نے دا در کو ہے ساتھی لے جانے کے لیے آئی۔

آہستہ مدد تا شروع کیا۔ ہاتوں باتوں میں وہ جگل اور طویلے کا ذکر کر رہتا۔ آخریک مذکون بعد اس نے دلاور کو جگل جانے کے لیے منایا۔ لیکن جگل جانے کے لیے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ صبح کے وقت حماما جائے اور ساتھ دو ہارچ بھی رکھ کر جائیں۔

باہم ان کے ذہن میں گھومنگی رہیں۔

وہ دردز جنگل چانے لگا اور طلب سے باہم کرتے ہوں کے لیے پہنچنے کے لیے لے جاتے۔ اس کے ساتھ کمپتے طمع اور تھاہی خوبصورت اور اس کا اعلاق بھی بہت اچھا تھا۔ ایک دن اور نے اس سے پوچھا کہ

"تم نے جادوگر کے پوچھائے ہی کیوں؟" تو اس نے بتایا کہ وہ جھپٹ جھپٹ کر جنگل میں آیا کر رہا تھا۔ اس وقت جادوگر وہ پہنچن کر آیا تھا۔ اس کے دل میں بھی وہہ بھین کراز نے کی خواہیں جاگی۔ اس کو معلوم ہوتا تھا کہ پہنچن میں گے تو اس نے دوچار لیے۔ جادوگر کو چاہیں گیا اور اس نے اس کو جو خدا بنا دیا۔

اب ان کو ٹھوٹے کے پاس آتے ہوئے کوئی دوستی نہیں رکھے تھے۔ انہوں نے جادوگر کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ اور اپنے دوست کا سبیت سے لالکہ پیارا دے کیا۔

سلمان اور داؤ دار اگے دن، جنگل میں جادوگر کے گھر کی طرف پہنچا۔ دو دنوں اندر سے بہت ذرے ہوئے تھے جنگل میں جادوگر کے گھر کی طرف پہنچا۔ جب وہ جادوگر کے گھر کے پاس پہنچا انہوں نے اس کے گھر کا دروازہ لٹکھنایا۔ اندر سے ایک ضعیف سانحص بیجا۔ جس کے پیہے پر جھروں تھیں۔ دو دنوں لڑکوں کو کچھ کراس کے پیہے پر طریقہ ہی آئی اور دو بولا:

"۶۲۶۳؟"

بھری شرطیں پوری کرنے آئے ہو؟" سلمان جھٹ بولا:

"نہیں۔ ہم اپنے دوست کو آزاد کروانے آئے ہیں۔"

"ہم کے بیٹے تو تمہیں بھری شرطیں پوری کرنی ہوں گی۔" جادوگر بولا۔

"ہاں جیسیں معلوم ہے۔" داؤ دار نے بھی ہمت پکڑ کر جواب دیا۔

"تو پھر سخون بھری تھی شرطیں۔ ہمیں شرط یہ ہے کہ تم نے اس جنگل میں وہ پانور دھونڈنا ہے جو اپنی گردن چاروں طرف گھما لیتا ہے۔ وہ سری شرط یہ ہے کہ وہ درخت حاش کرنا ہے جس میں بکری تھیں ہوتی اور تیسری اور آخری شرط ہے کہ وہ جیچ کیا ہے۔ جب چہوںکیں سکتے۔ اس کی تھیں تو زکر کیے جائیں۔"

سلمان اور داؤ دار نے شرطیں سن کر پیریان سے ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اب وہ کیا کریں؟ یہ پوری نکیں تو جادوگر ان کو جانے نہیں دے سکتا۔ پران کو پکڑ کر تھا۔ مگر سانگھرہ باتھا۔ ان پیچے ہوں کوہو کیے؟ مدد نہیں؟

غیر صاف دلی کے ساتھ وہ دو دنوں پیچے ہوں کی چاہیں میں پھل کے۔ جنگلی شرط یہ تھی کہ ایک ایسا چانور دھونڈنا ہے جو اپنا سر پر راگھا سکے۔ اب کون سا جانور جو سکتا ہے؟ داؤ دار کو ایک دم سے یاد آیا۔ وہ آلو ہوتا ہے، جو اپنی گردن پوری گھما لیتا ہے۔ اس نے سلمان کو بتایا اور دو دنوں آلو کی ٹھلاں میں لگ گئے۔ کچھ ہی دیر میں ان کو ایک آلو درخت پر بیٹھا نظر آیا۔

انہوں نے وہ چانی جو اتنے مر سے ساپنے لختے میں رکھی تھی کھالی اور آلو کو کھلایا۔

اب وہ سری شرط یہ تھی کہ اسدار دھونڈنا جس میں کوئی بکری نہ ہو۔ ایسا کوں اسدار دھونڈتھا؟ پھر سلامان کو یاد آیا کہ اس کی دادی کے گھر میں کیلئے کام دھونڈتھا، جس میں کوئی بکری نہیں ہوتا۔ لیکن جنگل میں وہ کہاں دھونڈتھیں؟ پر آن ان کی قسم اچھی تھی۔ کچھ کے جا کر ان کو کیلئے دھونڈتھا کیا۔ انہوں نے اس پر سے کوئی کیلئے اسدار پہنچا کر لے۔

اب تیسری اور آخری شرط یہ تھی۔ وہ اب پر بیٹھنی میں چڑھے گئے کے تیسری شرط کیسے پوری کریں۔ اب شام وصل رہی تھی اور اندر جو امور ہاتھا تھا۔ انہوں نے اپنی تاریخ چلا لی۔ دو دنوں درخت کے بیچے بیٹھے اس کھلی کو سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے کہ اپاک سلمان کے دہن میں جواب آیا۔ اس نے دل دکھایا اور کہا۔

"آؤ، جادوگر کے پاس پہنچیں، مجھے آخری شرط کا پہلے ہل کیا ہے۔ وہ جادوگر کے پاس ہی ہے۔" داؤ دار پر بیٹھا ہو گیا کہ اپنی کاچھ ہے جو جادوگر کے پاس ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے بکری کاہو اور دو دنوں جادوگر کے پاس رکھ گئے۔

انہوں نے وہ دے کے مطابق انہوں اور کیلئے جادوگر کو دے دیے۔ جادوگر نے پوچھا:

"اور تیسری شرط؟"

سلمان فوراً بولا:

"وہ ہم تھیں تو زندگی دیں گے۔"

جادوگر بولا:

"کی مطلب؟"

سلمان بولا:

"مطلب یہ کہ تم نے وہ دہ کیا ہے کہ میں اور تھارے دوست کو آزاد کر دو گے۔

اب میں آزاد کر دیکھ دھوہی انکی چیز ہے جس کو ہم پہنچانی سکتے۔ پر وہ ضرور کئے

جیں۔ اب تم اپنا دھوہ پورا کرو۔"

جادوگر کو جانہ انہوں کیا۔ اس نے اپنی

"ہر کوئی پہلی دھوٹیں پوری کر لیتا تھا پر آخری شرط بھی نہ کر پاتا۔ ہر کوئی دوپر سے

چیز ہو کو دیکھتی تھی، دہر لائی میں آ جاتا تھا۔ لیکن جو شخص دل کا ساف اور یک دل ہو جاتا ہے

وہی دھوہ پورا کرتا ہے۔ میں تھیں آزاد کرنا ہوں اور دھونڈنے سے کہنا اب اپنی نہ کرے۔"

"دھونڈنے؟"

"ہاں دھی طمعاً!"

سلمان اور داؤ دار دو دنوں بہت خوش ہوئے۔ وہ جب واپس جانے لگا تو ایک جنگل کی چاہیں

ان کی طرف آ رہا تھا۔ وہ دھونڈا۔ وہی لڑکا جو طوطا ہب کیا تھا۔ اس طرح تیتوں دوست اپنی

ذہانت اور نیک نیتی سے جادوگر کے جنگل سے نج گئے اور جنگل سے نہیں خوش کھل گئے۔☆

# کون چھوٹا، کون بڑا؟

کھاتے تھا۔ پھر اسے میال آیا کہ اونٹ نہ راض نہ ہوا، اس نے بچھا:

”کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟“

اونٹ نے اپنی بھی گردن گھما کر خٹھے سے اسے دیکھا اور بولا:

”جا! اپنا کام کرو۔ مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔“

خڑکوٹھ ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے لوت جانے میں ہی عذیت جانی۔  
شام کو جب سورج مغرب میں ڈوبنے والا تھا اور تمام پا تور بر گد کے درخت کے  
نیچے جو کہ بائیس کر رہے تھے تو خڑکوٹھ نے انہیں یہ دعا صاف نہیں۔ وہ بھی بہت جر جان  
ہوئے۔ اسکے دن ایک لوڑتے اچانک بندوں پر چل کر دیا۔ وہ بہت بھوکا تھا۔ سب  
نہ لے اپنے بدوں کی طرف بھاگے اور جو دوسرے تھے وہ درختوں پر چڑھ کر شدرا پھانے لگے۔  
لوڑ کے پا تھا ایک بھی بندوں کی نہیں آیا۔ مگر اس نے مہت خیس بندی اور ان کے مل کھوئے  
لگا۔ اسی دو دن ان بدوں اونٹ آ لگا۔ درخت پر چڑھنے کے لیے زکر میا۔  
ماگی۔ اونٹ پا ہتا تو بندوں کو اکر برسا کیا تھا۔

مگر وہ بولا:

”یہ میرا کام نہیں ہے کہ تم کوڈن سے بچاتا پھر دو۔“

ایک ڈگل میں خڑکوٹھ نے سارے بگھریاں مل کر رہے تھے۔ وہ بھی ایک دوسرے کو  
لکھاں لکھاں پھانتے تھے۔ مگر جب کوئی کیدڑی اور مزی بھاں آ جاتی تو وہ پریشان ہو جاتے۔  
ایک دن وہاں ایک اونٹ گھوٹھ بھرنا آگئا۔ اسے دیکھ کر پیلسے تو پھوٹے پاؤ رور  
گئے، لیکن جب انہوں نے ٹھوس کیا کہ وہ ان کو لکھاں لکھاں پھانجدا ہے تو وہ اس سے وہی  
کرنے کی کوشش کرتے گے لیکن اونٹ نے انہیں مندن لگایا، کیونکہ اسے اپنے قدر پر بہت  
ہاز تھا اور وہ پھوٹے جانوروں کو کھٹکتے تھا۔

ایک سچ خڑکوٹھ کی ملاقات اونٹ سے ہو گئی۔ وہ بولا:

”جیسا ہے قدر اور صاحب! آپ کیسے ہیں؟“

مگر اونٹ نے اس کی طرف ٹاہد اٹھا کر بھی نہیں۔ لیکن اور وہاں سے مل دیا۔

خڑکوٹھ بہت جر جان ہوا۔ پھر اسے میال آیا کہ وہ سکھا ہے اونٹ نے خادم ہو۔ وہ  
اس کے پیچے چلنے لگا۔ کچھ دوڑ جا کر اونٹ درخت کے پیچے کھانے کے لیے زکر میا۔

خڑکوٹھ نے سوچ تیسمت جانا اور بولا:

”حضور! آج موسم بہت اچھا ہے۔“

لیکن اونٹ کے کان پر جوں بھی نہ رینگی۔ خڑکوٹھ جر جت کے سمندر میں غوطے

ایاں صالوں کی منت ہادیت نے سیر کی یہ مٹکل آسان کر دی۔ سیر کی انحراف بحر اپنے  
متعصب پر تھی۔ سکول کے بعد وہ پرہر کا کھانا کھا کے وہ آجھا گھنڈ آرام کرتا اور پھر گراہند  
روانہ ہو جاتا۔ ان وہ فوس سیر نے اتنی منت کی کوچ بھی جیراں رہ گئے۔ اتنی سمجھن منت کی  
ریگ لانے والی تھی۔ یہ تو آئنے والا وقت ہی جاتا۔ اس پار پر سکھیں کے دہ داں بیند پر  
دیکھے گئے مخالفوں کی علیکی بھی ساتھ شامل تھی۔ سیر نے جان لڑادی اور اس پار اس کی  
منت ریگ لائی۔ سچھل اور پھر ہیں لا تو اسی متابہ سچھ سیر کی رسالی اتنی سہولت سے ہوتی  
گئی ہے اس کے ہاتھ میں کوئی پادا کی جائزی ہو۔ کڑی منت کے بعد وہ دون بھی آگے تھا  
جس سے سیر کے ساتھ ساتھ راستا اسیں مذر سکھیں دیاں یہم کی تسری کامیابی تھی۔

240 کے سکر پر بہبیہ کی لگتے اور 16 بجے تاں فٹ ہال کی لمبے تے  
بھارت کے خلاف پسلا گول کیا تو پاکستانی شاہزادی جو بدلوں ہوئے اخونے کے چارے تھے،  
دہمہ کے لیے ختم کے گول کو دیکھنے لگے جو کے لیے 20 منٹ تھے۔ پہلے ہاف میں بہبیہ کے  
کندھے پر بھارتی ٹائم کے بدلتے کھلاڑی نے انگریز کے اسے تھوڑی دیر کے لیے مغلوب  
سماں کرو رہا تھا۔ کوچ نے سردوہوں ہاتھوں میں تمام ایسا ٹائم کا سب سے بھرا کھلاڑی پہلے ہاف  
میں گراوڈ سے پاہوں پوکیا تھا۔ بھارتی شاہزادی کی جھلکی آہان کو پھوڑی تھی کہ اونٹ کے گرد  
ٹیکرے (نشتوں) پر کوچ سے دوڑ جیتا کہیر اپنے نہیں ہوئے تاںے کو قاتے بے چینی سے  
چیخ دیکھنے لگا۔ کراوڈ میں سکوڑ کارڈ کے ساہنے تھی گھری کے سیکڑے اس کا مت چنانے لگے۔  
ایک منٹ کی بات تھی۔ ٹانگی اذیت نے جسمانی اذیت کو پہنچا دیا۔ سیہرا نھوکھڑا ہوا۔ ڈاکٹر  
کو دوڑ ختم ہونے کی بیان و محتاطی کرتے ہوئے ان کوچ کو ہاتھ ہلاکا دوڑ دیا۔ گراوڈ میں داخل  
ہو رہا تھا۔ دہلوں ٹیوں کے کھلاڑیوں نے جیت سے اسے اندر واپل ہوتے دیکھا۔ وہ  
اب گراوڈ میں دوڑ گئیں رہا تھا، اڑ رہا تھا۔ چوتھے منٹ کے بعد تو چیزیں دو رنگی شیرین گیا تھا۔  
برادریوں پہلے اور سر بر اڑوں کا سکر پاکستانی سیہرا بھارتیوں کے لئے ڈرائنا خواب ہاٹتے  
ہوا۔ وہ پاکستانی ٹائم کا صرف پسلا گول تھا جس پر تیج ساکت ہوا تھا۔ وہ سرے اور تیسرے  
گول پر پاکستانیوں نے آہان سر پر اٹھا لیا تھا۔ بھارتی ٹائم کو گل رہا تھا کہ ان کے درمیان  
کوئی ہیں صس آیا ہے۔ پاکستانی کھداں کا ہیں۔ آخری منٹ تک وہ پاکستان کی ایک گول  
کی برتری کو ختم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ کریمیں یادے۔

بچ کے فلم ہتھی ہب بچنے کے کوئے جوں پا خلیات اسے ڈر آتا کہ یا زد میں  
دردگی لبری اخراجی ہیں۔ نیپال کے مختلف دینیتی ہمیں ایسا انسو بھری آنکھوں سے مسکراہا  
ہو کر پاچی، پارادی میں تی وہی سکریں کے سامنے مجھی صاف بہوت بھوت کے رو دی۔  
ریاضت کی اتنی نے محبت سے ان کے شانے پر باز پھیلایا اور نہ نہ جان گلی ہوتی آنکھوں کو  
چھپانے کے لیے چشم اتار کے صاف کرنے لگے میرنے پاستان کا سر نجاحیں ہونے دیا  
تھا۔ پلک فلم سے بلند کروما تھا۔☆

آخروی مزایک خلے کو پکڑنے میں کامیاب نہیں اور اسے مادر کر کھا گیا۔ دوسرا سے  
خلے اس پر بہت نجیمہ ہوئے۔ ایک دن بھر بیان خوشی سے آوازیں کمال رہی تھیں۔  
دوسرا سے جاؤروں نے مجھ پر بھی تو انہوں نے تباہ کر ہم نے تھیل کا ایک درخت دریافت  
کیا ہے۔ جس میں بہت بھل گئے ہیں۔ کسی نے کہا اونٹ کو لگی تھیل کے بھل پر بند ہیں۔  
اسے ہاتھا دینی چاہیے۔ بھر بیوں نے جا کر اونٹ کو تباہ کیا۔ اس نے ناموشی سے ان کی  
ہاتھی اور اس طرف پہنچا دیا۔ اس نے جھوٹے سے بھر بیوں کا بھر بیوی ادا نہیں کیا تھا۔  
اپ سب پاؤں کو گئے تھے کہ اونٹ ان سے نظرت کرتا ہے۔

ای وہ ران وہاں ایک ناٹ بدوش آدمی آگلا۔ اس نے جب یک محنت مند اور کوآ درد پھر ہے، دیکھتا تو اسے لالج آیا اور وہ اسے کھلانے کی کوشش کرتے آگا۔ وہ اپنے ساتھ درس ادا کرتا تھا۔ اوٹ پر پیشان ہو گیا تھا مگر ان اس نے اپنارہ یہ جیکش بدلا تھا۔ ایک شام سب بچاؤ ریگ کے دوست تھے جن تھے کہ اونٹ اس طرف آنا غیر آریا۔ وہ جلدی میں لگتا تھا۔ وہ پڑا۔

”بہت جا امیر سے دانتے ہے۔“

بے تکمیر کر ادھر ادھر ہو گے۔ اونٹ اکڑا اکڑا پل ہوا وہاں سے گزرنے کا تو  
خوبیش ہوا۔

"میں نے ناپے لفڑت قدم کو گھوڑا جی ہے۔ ایک دن تم بہت چھوٹے ہو جاؤ گے۔"  
اوٹ نے اونچ کہا اور دہان سے چلا گیا۔ رات ہوئی تو اوٹ نے ایک گھوڑا جگ  
ڈھونڈی اور چڑھ کر آرام کرنے لگا۔ جلد ہی اس کی آنکھیں گل گل گی۔ پکو در بھدا ایک اس  
نے گھوسی کیا کہ دھان بدھن کے راستے میں بھرا ہوا ہے اور اس کا قد ایک نکرے کے  
برابر ہو گیا ہے۔ خار بدھن منٹے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بلا بلا... ایسا اونٹ تو کسی نے بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ میں اس پر چک لکا کر خوب  
پہنچ کر اس کا بھر بنانے کا سبق مکمل کئے۔"

وہ کہہ کر وہ اونٹ کو لے کر بھل دیا۔ اونٹ نے زور سے جی گاری اور لا تیں چلانے کا بھرا چاک اس سی آنکھ کھل گئی۔ وہ تھف سے کاٹپ، باقاعدہ بہت گھر بیا ہوا تھا۔ اس نے اونٹ اور دیکھا۔ انہی راستہ باقی تھی اور اس کا قد پھوٹنا نہیں ہوا تھا۔ اس نے سکون کا سافس لیا۔ بکر باقی رات اسے نینھے نہیں آئی۔ اسے بار بار خرگوش کی بات یاد آ رہی تھی۔

صحیح ہے میں اور میں نے قبول کیا کہ اسے اپنا روح بدلنا گا۔ اس نے سب جانشینوں سے متعارف ہوا گا اور انہیں سوچ دیکھ کر اس سے سوتھ خوش ہو گے۔

اب وہ آدمت کی مدد بھی کر رہے تھے۔ جوں ہی خانہ بدوش آتا نظر آئے۔ وہ اسے ہوتیار کر دیتے۔ آخر خانہ بدوش مایوس ہو کر دہاں سے چلا کیا۔ پھر سب جاورہ کر ہی خوش رہنے لگے۔ ☆

بڑے حرب سے پہنچے آرہے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ معاون کافی پر بیان ساختہ ہوا  
ہے تو پوچھا۔  
 ”کیوں بھالوں؟ اکیا مسیحت آئی ہے۔ کیوں اوس جیتنے ہو؟“  
 ”کیا ہاؤں بھلے بھائی جان اشہد کی جاٹی میں مارنا را پھر رہا ہوں ہاتھ سمجھ کر نہیں  
کیا۔“ بھاوے جواب دیا۔  
 ”بھر کنے کا  
 ”بھو لے بادشاہ اشہد کا سوسم نوکری کا، اب تمہیں کیاں شہول ملتا ہے؟“  
 بھاوے پاہت سے یہاں  
 ”ریکھو دم بھلی اتم تک کافی پڑے کئے گئے ہو یا تو کہ اپنے شہد کیاں سے مل  
سکتا ہے۔ میں شہد کے لئے ہلاکت کروں تو تمام دن بگب ساگر رہا۔“  
 ”اچھا تم ایسا کرو۔ بھی بھری سے پڑے کرو تو جگل کی پیشگی میں رہتی ہے۔“  
 کھانے پینے کی اشیاء بھرت پھرت کے رکھتی ہے۔ کیا پیداں سے جھیں شہول ملتے؟“  
 بھر میں محدود یا اور جلدی سے اپنے راستے پل، یا شاید اسے کہنے جانے کی جلدی تھی۔  
 اب بھاوے بھاکا بھاکا پیشگی پیشگی بھاں اسے بھری سامنے ہی ہڑے سے خیزم  
 کے درخت کی شاخوں پر اور سے اور درختی لکھ رکھی۔ اس سے جانتے ہی بھری سے  
 شہد کا پچھا۔ جو بھری بولی۔  
 ”ادی بھالوں؟ ابھی تربیت ہے تمہاری نسلام نہ دے اور آتے ہی من اخلاق کے شہد  
 کی فراہش کروں۔ شہد اس سال یہے ہی ہیاب ہے اور تمہارے خاندان کے لائے

ہے۔“ بھی خانے کی ساری الماریاں کھلی ہوئی جیسی۔ رعن بھی شہرے ہوئے تھے۔  
 جس شہد کا کہن پڑے بھیں مل، بھا۔ آج ڈھنے کے نئے بھالوں کا دل تھا کہ شہد توں یہ  
 لکے کھا دی جائے۔ مگر جب شہد کا نئے کو باہر بھی خانے کی الماری کھوئی توہاں خالی  
 مرجان میں چار بھا۔ جام کا مرجان دیکھا تو اعلیٰ سے دو بھی ختم ہو چکا تھا۔  
 ”خواہ اساری بھی دل کا آج نی ختم ہوا تھا۔ آج تو اسی جان بھی کسی نہیں دن دو  
 کسی نہ کسی بھل کا بیام ضرور تجاوز کر دیجئی۔“ بھاوے سوچا۔ ”کہے ہاں کیوں نے خواب کاہ  
 میں پڑی ہوئی الماری میں دیکھا ہے تو ملتا ہے اسی جان نے دہاں پھپا کے کھاہ۔“  
 بھاوے سوچتے ہی خواب کاہ کی طرف پکا اور شہد کی مٹاس کے قصور سے ہی اس  
 کے من میں پائی ہجڑا تھا۔ اس نے جلدی سے الماری کھوئی۔ ہر چیز اس پت دلی مگر  
 نایبی ہوئی۔ بھاوے پہنچا وہ پر بیان ہوا۔ خیر اس نے ہاہر جا کے شہد کی کوئی بندہ دعویٰ نہ  
 کی احتیاج کر رکھ دیا تھا۔

اب بھالوں میں دھم دھم جگل کے اس حصے کی طرف بھا کے جہاں زیادہ تر دلخوش  
 پر شہد کے پھتے لگے ہوا کر رہے تھے۔ باپنے باپنے بھاوے سامنے سا تھوڑی بیٹھے ہوئے ڈھنے سے  
 یا نیا۔ اور دلخوش پر اور دلخوش کفر دلخوش ای کوئی پچھتا نظر آجائے تھے کہ بھاں یہاں بھی بھالو  
 کی تھست خراب لگ رہی تھی۔ بھالوں میں جلدی بھی اس درخت کو دیکھتے بھی اس  
 درخت کو ہلاجے کر شہد کا چھاند ملنا تھا سوچ دی۔ تھک اس کے بھاوے ایک دلخوش پائی پیا  
 مگر خالی بھی پائی پینے سے اور بھوک چک گی۔ بھاوے بھی اسی سوچ میں پر بیان ہوا کہ شہد  
 کہاں سے لے کے سامنے سے اور ساحب ہاں پر جنک کاٹے ہاں جو میں چھاہ کرے

# بھالومیاں نے شہد خریدا

نوید احمد



"تو بخا کو بھاں سے بڑے آئے شہد لیتے" دکاندار نے ایک بڑا سازہ اٹھا کر  
ہوئے کہا اور بخا کو بھاں سے بھاگ لیا۔ کافی آگے جائے وہ ایک گلی میں مڑ گیا۔ اور  
بھاں گلی سے بہتہ ہوا وہ ایک ایسی سڑک پر بخا کو بھاں بڑے خواہصورت گھر ایک ھزار میں  
بیٹے ہوئے تھے اور ان کے آگے باجیچے تھے۔ بھاں بے چارائی سے جھکا اور تھکا ہوا تھا اور  
سے دکاندار کی یہ سلوکی۔ وہ فوٹے دل کے سامنے ایک گھر کے سامنے باجیچے میں کھڑے  
ایک درخت کی سمجھی بھاں تک سستا نے پھٹکا گیا۔

جتنی میں ایک سنت کے جھوٹکھنے کی آواز آئی۔ کچھ جھرست کی بات حمی کر یہ تو نہ بولتا۔

"اے بھائی! تم کہاں رہ گئے ہیں؟" قبائلوں کی حالت، کچھ کے گمراہ اور اخلاق  
اپنے مالک کے پاس لے گیا۔ وہ ایک جرم دل آؤ ہے۔ اس نے بھائیو کو کھانا کھاؤنا اور شہد  
بھی کھانے کو دیا۔ بھائیو نے کھانا کھانے کے بعد جو بیٹی سے اپنے لیکے، لیکے سے جو بیویں کا  
پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ بھائیو میں بھائیوں سے پہنچنیں لیتے جاتے۔ اس جواب  
میں بھائیو نے سارا واحد سنا یا جو بازار میں اس کے ساتھ ہٹلیں آیا تھا۔ یہ ان کے وہ آئی  
ہوتیں اور ان نے بتایا:

"کہ شہر میں جو چیز کی قیمت وہ پہلے پیسے میں ہوتی ہے۔ اگر آپ کے پاس پہلے ہوں تو آپ دکاندار کو اس کی مطلوبہ قیمت ادا کر کے وہ چیز فریدہ کرنے چاہتے ہیں۔" پھر اس آدمی نے بھائو سے کہا کہ اگر وہ کچھ کام کرنا چاہتا ہے تو وہ اسے اس کے لئے کچھ پیسے دے کر تجارت ہے۔ بھائو نے رضا مندی دیکھ لی۔ تو وہ آدمی بھائو کو دیکھنے والے اور بھالے۔ "وہاں کونے میں تاراپ بنتے کے لیے ایک گز حاکمودی ہے۔" بھائو کے لیے تو یہ کام بہت آسان تھا اس نے اپنے تجیر بخوش سے جددی ایک بڑا سائز حاکمودی دی۔ آدمی بڑ کوکے بڑا خوش بوجا اور بھائو سے بڑا۔

”کر قم اور پیسے کہا جاتے ہو؟“ بھائی نے چہرہ میں جواب دیا تو وہ کہنے لگا:  
”دیکھو امیرزادہ مسلم ہے، وہ میں ولادی ہوں۔ اب اس حلاج کے اوپر ایک چھوٹے سا بیل  
بھی نہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قم بھری مدد کرو، اس طرح تکڑی کا کام بھی سمجھ جاؤ گے۔  
”تھاں سے کچھ بھار کر کھو رہا تھا کہ سماں آئی، کے کچھ بھار کر دے اے۔“ نے خلاصہ کر کر

کلری کا ایک شاندار پل باتے میں ہم کی مد کی اور لکڑی کا کام بھی کیا۔ تم سے جو اجرت تھی، ان چھوٹوں سے اس نے ایک یا اسراچان شدکا خریدا اور اپنے گمراہیوں چاہیا۔ اسے میں اس کے لامبے اور بڑے بھائی ساری روروں اون کے پیہے حد ٹوٹ ہوئے۔ اب بھائیوں کو خوش رہتا ہے جیسا کہیں کو لکڑی کے کام کی ضرورت ہو جتوں اجرت کے بدلتے کر دیتا ہے۔ اب اس کے پاس استے پیے ہوتے ہیں کہ وہ شد، چام، مرچ اور دوسرا یعنی مزے کی چیز س بازار سے خرید لیتا ہے اور اسے جو کامیں رہنا رہتے۔

تودیکھا بیجو! محنت میں ہی عظمت سے۔☆

تو پاہی کل ہی غن غن بحکم (شہدی بھکھی) بھوٹے لے کے گئی ہیں۔ کہہ رہی تھی کہ ایک قدر وہ سک جیسی پچھوڑا کم بخت نہ ہے بجا لوڈ ہے۔

بخاریاں نے جو بے احکمی سُنِ قوند رکھ کے، بہان سے مغل دیے۔ مغل سے  
گھر پہنچنے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دروازے پا ایک موڑ جاؤ کہا تھا جس کے لگے میں یہ  
خوبصورت بنا دیا۔ بخارا کے قریب آتے ہی تھے نے بخارا کے بارے میں پوچھا تو  
بخارا نے کہ:

”اس کے دس اور ہاتھ پانچ طالبانوں کی شادی پکے جس بھرپور کہاں سے آئے جس“

"اچھا ہے بہت سے کہا کہ ابھو آپ تھام سے "کتے ہوں بہ دیا۔

"کوئی بھی شہر میں مجھے ہمیشہ سکتا ہے۔" یہاں تو جلدی سے بچا۔

”شہر کیا دیجا جہاں کی ہر رچن مل جاتی ہے، وہاں بڑی بڑی دکانوں سے، اگرچہ جلد لئے ہے تو میرے ساتھ چل جو۔“ نکتے نے سر جاتے ہوئے اسے ہدایت دی۔ تو بھائیوں میں ایکہ ساتھ چل کر پہنچا۔

کافی دور پڑنے کے بعد آتی تھی دنیوں شیر میں داخل ہوئے۔ اور گلوں سے کمزور تھے  
ہوئے ایک شاہراہ پر آگئے۔ یہ ایک صورت تھا ہر چیز کے بہت جم جان دوار ہاتھا۔ اچا ایک اس  
دریک پر کاڑیوں کا درج تھا۔ بھالوں پر چیز کو دیکھ کر کیسے بہت جم جان دوار ہاتھا۔ اچا ایک اس  
سے ایک دکان پر بڑا سارا مل سائی۔ اسی میں ویکھا جس پر کارڈون مل رہے تھے۔ بھالو  
کے لیے یہ سب ایک دم نیا قرار دو دیں۔ رک کے کارڈون دیکھنے میں مگن ہو گیا۔ لیکن ہب  
اچا ایک اس نے دیکھا کہ اس کے پھل کی توہہ بھدی پڑنے کا یہ کہ لوگوں کی  
بیچاہ، بھیڑ میں دیکھاں جیسی سکتا تھا۔ مگر دو تو چیزیں اس روشن میں کھوسا گیا تھیں کہ اچا کی  
دیوبی۔ بھالو نے آواز بھی دی۔ مگر اس کی آواز کاڑیوں کو جیس پاؤں، پاؤں پاؤں میں تھی ارب  
کے، کی۔ سفر پڑھنے پڑنے اسے ایک دکان انھر آئی۔ یہ ایک چھوٹا سا شور تھی۔ بھالو میان  
دور تھے اور کافی داخل ہوئے اور کافی خرچ پڑھنے ایک آدمی سے شہد کا پوچھنا جس نے  
ساتھ پڑھنے پر ایک سے شہد کا مر جان اس کے بھالو کے سامنے ہجر دیا۔ بھالو نے بھدی سے  
مر جان کا واطکن کھوئا اور اور اس میں اگلی ڈیودی۔

"اچی بُر تجھی؟ تم نے ماخو بکھی دھونے جس بھالو؟" دکاندار نے جلدی سے بھالو سے مر جان حستے ہوئے کی۔ بھالو نے جلدی سے شہزادی اتالی منڈالی اور رجھ سے لگا۔

”دیکھو تو نکلا ہے صبرا اور بنا۔ کیا شہزادیر جسے کے نئے کوئی روپے پہنچے مجھیں جیسے تباہ سے یا اس؟“ اس نے بھائو سے پوچھا۔

”مگر یہ روپیہ کیا ہوتا ہے؟ میرے پاس تو ایسا بچھٹیں ہے، بھالو نے مخصوصیت سے جواب دیا۔

مختصر کہانیاں

بادیہ کی تکمیل

دعا احمدت محمد عارف

"السلام علیکم فی ایں بہت تھک گئی ہوں آئا۔" نایاب نے اکھوں سے اونچے ہی وہی کی دی۔

۲۰۰۷ء میں کون سا چھوڑ ری تھی قم میں کے جھٹکے آتی تھے کہا۔

”وَسَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَبَارِكْنَا بِأَنْفُسِكُمْ“ ۖ اُپنے دلوں کو باری باری دیکھ کر سچے جاندا ہے؟ آتے ہی شروع ہو گئیں تم دلوں۔ ”اُپنے

کوکا کائنا ۲۰۰ "نیم لیچ ۰۵ مل

یعنی کوئی بھی اس سے بہت سے چیزیں

وہ پاکستانیوں کے لئے بھی ایک بخوبی کی طرف ہے۔

اپنے احمدیت کا دوہارا یاد کرے۔ اسی سے مطلب ہے کہ راجہ یونیٹ کا حرف دینا بخوبی۔  
”اپنی وادہ آنکھیں بڑھانے کے لئے کوئی سچائی پر کرکٹ نہیں۔“ دہران کی تحریر

بھی بیرونی اور بین المللی سطح پر اپنے کام کر رہا ہے۔

جوری اور بس۔ ”جاگوئے نے پلے کچھے انداز سے تباہ۔

”سر اکیس تھے تو کی؟“ پارہ نے احمدیں بھاگل۔  
”اور ہاں پادا یہ کہ میں تے کہاں سچھیت خاتون کے کیوں جائے کو کہا میں اٹھا لو۔“

"اُرٹے ہائی تک تعلیٰ کا کام ہوا، پھر اس میں بھتے کی

نی طرف دیکھا۔ ”دیکھ کر بہت گند اسنا۔ مجھے تو اب بھی خود سے یہ نہ آ رہی ہے۔“ پاہ

نیک سینئر کراچی اپنے گئی۔

"جے اڑکی ملتی تھیں بھی صائم کر رہا ہے کی۔" جاتا ہے۔

اُن کی عادت تحری جہاں کسی کو مدد کی ضرورت ہوئی وہ بھاگ کر پہنچ جاتی۔

بہت باریں کھلکھل جئی۔

”ارے! کوئی سن رہا ہے پاتی پلا دو مجھے۔“ دادی جان نے محن سے آواز لگائی۔

تائید عصر کی نماز بڑھ رہی تھی جس کے باوجود کان میں ہند فری لگائے گئنے والی تھی۔

# خوناک خویلی

بازیہ زادہ

میں اور اس کے پیچے وہ استھان میں بھیل رہے تھے۔ سب دوست بہت خوش تھے اور خوشی سے جسم اور رہے تھے اور مختلف کھلوٹوں سے لطف انہوں نے ہو رہے تھے۔ اپنے کھرہ نے کمیتے کھینچ کر گند کافی دہ میجھک رہی۔ سب دوست جزوئی ڈرالس نے لگا کر تم نے گیند اتی رہ رکھ لیں۔ اب تم کچھے جما کر لے کر رہا گے۔ جزوئے کہ لیکی ہے میں اکیلا ہی سے آؤں گا اور جزوئے گیند لیتے چلا گی۔ جزوئے گند کی حاشیاں میں کافی درکل کیا۔ بہت دوسری جگہ۔ سب دوستوں نے جوچا کر جزوئے کو گئے جوچے کافی دیر ہو گئے۔ اب میں بھی یاد ہے چاہیے۔ میں اور اس کے دوستوں نے مخصوص بنا کر وہ جزوئے کو دھوڈنے جائیں گے۔ وہ سب بھی جزوئے کو دھوڈنے پڑے گے۔ ان سب نے دیکھا کہ کچھز میں جزوئے کے جزوئے کے شکار ہیں۔ انہوں نے ان شکاروں کا جوچا کیا اور دیکھا کہ وہ تھان ایک جوٹی کی طرف جا رہے ہیں جو دیکھنے میں بہت زیاد سفر لگ رہی تھی۔ ایک سمان اور کافی عرصہ سے بند جوٹی میں وہ سب دوست پڑے گے۔ انہوں نے وہاں جا کر جزوئے کو آوازیں دیں۔ مگر جوٹی کے بعد سے انہیں روئے کی آوازیں آئے لگیں۔ روئے کی آواز کا سرانجام لگاتے ہوئے وہ ایک کپڑوں کی الماری تک پہنچے۔ وہ سب کوچھ کر جان رہے تھے کہ جزوئے اس الماری میں بند تھا۔ ان سب دوستوں نے ایک دھرے کی بدد سے جزوئے کوہاں سے نکالا اور یوچا کر کر پہاڑ کیے ہے اور اس الماری میں کیے بدد ہے۔ تو جزوئے انہیں جواب دے رہیں ہیں۔

”میں گیند دھوڈنے نکالا تو کافی دہ آ کیا اور مجھے اخواز دیں گیں ہا۔“ ہر میں اس جوٹی تک آپنی اور پیسے ہی میں اندر وہ قلی جو تو سفید کپڑوں میں ہوں کی وجہ نے مجھے بکھر کیاں الماری میں بند کر دیا ہے۔ وہ نے لگ کر اور پہنچا تو گوگن نے مجھے چالاں پھری دھوتا۔“ میں نے یہ من کر سے دلا دلا اور کہا کہ دب بھیں چلا چاہیے۔ اس نے ہو کر کوئی اور سکن بولا۔ مگر اس جوٹی سے جانے لگے کہ اپنے کافی ایک آواز آئی اور وہ سب دار گئے۔ کیا کہ دیکھنے جیس کہ ایک ایجادی خوناک آدمی غیر لگ کے لباس میں ہوں ہیں کے سامنے آ کر گراہو اور زور دزد رہے۔

”اب تم لوگ یہاں سے باہر نہیں جا سکو گے۔“ اس نے بڑی خوناک کی آواز میں کہا۔ وہ سب یہ ان کو اگر کئے اور سوپنے لگے کہ اپ کیا کیا جائے۔ میں کے دہن میں ایک ترکب آئی۔ اس نے کہہ:

”ایم تو پیچے ہیں۔ تم ہم سے کیوں لاڑتا جائے ہے؟“ ہمارا ایک اور دوست بہت بھادر ہے۔ اکرم دائمی طاقتور ہو تو اس سے لاڑ کر کھاؤ۔“

وہ سوچ میں پڑ گیا اور کہنے لگا:

”دی تو پلی خوناک میں آ کرنا ہوا اور کہنے لگا۔“

”آئی بہان ایں، بھی دے کر جاتا ہوں۔“ میں نے دھوٹ بچ جسی انھاں کیں اور ان کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے اپنے گھر کے بالکل سامنے والے گھر کا دروازہ بکھر کیا۔ سامنے دھوٹ اپنی کھلی جسیں جو اس میں اپنے پیچے ہوئے تھے۔

”آئی اب ہم لوگ اس محلے میں نے آئے ہیں۔ آئی نے چاول اور کھجور بھیج گئے۔“ میں نے کہا۔ ”ہم بہانہ کوں سے کافی چیزیں لیتے، اس کو ماہیں لے جاؤ۔“ تو پہنچ آئی سے کہا۔ میں کو یہ باعث بھردہ بھی کہو۔ کہو جو لا اور عاصی سے دامیں چلا آیا۔ اس نے پہاڑ پہنچ آئی کو جائی۔

”کوئی بات نہیں ہے، یہاں کی دو توں پر تعدد جیسی کرتے۔“ آئی نے میل سے کہا۔

”کسی تم سے آئی سے بدتریزی تو جیسی کی؟“ ہماری آئی نے چاہا۔

”نہیں، نہیں آئی جان ایں نے پہنچی نہیں کی، میں جس فوراً اپنی آئی۔“

”شہزادی، اسرا یا راجنا؟“ آئی سمجھ رکھی۔

پکوٹھے اسی طرح گزر کے۔ میل کی روپیہ سے بات کرنے کی کوشش کر جس تو وہ ان کو نظر نہ لازم کر رہی تھی۔ روپیہ کی صرف پہنچ مرتوں سے دوستی تھی۔ میل کی آئی میں جوں کی کوشش کرتی رہتی جسیں۔ ایک دن روپیہ کے گھر سے پیچنے چلانے کی آوازیں آئی لگیں۔ آوازیں میں کرچی کی آئی کا دل ڈیا جا رہا تھا۔

”میل پیلا اور جا کر دیکھو کی ہو گیا ہے؟“ میل کی آئی نے پریشانی سے کہا۔ میل بھاگ کر روپیہ کے گھر پہنچا اور وہاں کا مظہر کچ کر آئے پاؤں والیں کھرا آگیا۔ آئی جلدی چھپیں، روپیہ آئی کا دل میں جیسے جیسے اور اس کا ساری بھت کیا۔ بہت خون رہا۔

”اہ خیرا کیسے گر کیا پڑے چوار؟“ میل کی آئی نے کہا۔ انہوں نے سب سے پہلے ایک بھوپنس خالانے کے لیے فون کیا اور پھر میل کو ساتھ لے کر روپیہ کے گھر پہنچ گئی۔ میں کی آئی نے روپیہ کو حوصلہ پا۔ ایک بھوپنس آئی تو آئی روپیہ کے سارے جھوٹی اپچال میل گئیں۔

”تم نے سرپر ناگے کیا۔ یہ ہی۔“ پیچے کی کھنپ پر بھی بہت پھٹت آئی ہے۔ اب تم اس پر پلا سڑپچہ مار رہے ہیں۔ آپ لوگ یہ دو ایک اور سامان لے آئیں۔ ”ذکر نہ دوائیں کا پچھہ کھلاتے ہوئے چاہو۔ میل کی آئی دوائیں اور سارا سامان لے آئیں۔

تحوڑی دیر بھد پہنچ کا پچال سے پکھن دے دی گئی۔

”مجھے معاف کرو، دو، بکن، مگر آج ہے اپنے دھوٹی تو دھوٹی کیا ہو جاتا۔“ روپیہ نے میل کی آئی سے معافی مانگی۔ اسے اس بات ہی کو حق کیا کیونکہ اس کی کوئی کلپی اس کی مدد کوئی آئی۔

”کوئی بات نہیں بکن، محساں تو میں جائے ہوتے ہیں۔“ میل کی آئی نے کہا۔ روپیہ کو احساس ہو گیا تھا کہ اچھے ہمایے واقعی ایک بھت ہوتے ہیں اور میں اس بھت کی قدر کرنی چاہیے۔

## بڑی اللہ کا دوست

عیا توں میں عدھان سے اس کے حقوق قائم صورات حاصل کر لئیں۔ انہیں اس بات کی خوبی تھی کہ عدھان ایک بار اخلاقی اور جیونی اور پیغمبر تعالیٰ صاحل کرنے کے ساتھ، اپنے گھر والوں کے لئے محنت بھی کر رہا تھا۔ انہوں نے وہ ران گھنگویر اندوزہ بھی لیا تھا کہ عدھان پڑھنے میں بھی بہت جزا ہے۔ وہ اسے آنکھیم کے پیچے دو اور کے پیچے گئے۔ انہیں اب اس لارکے کے ساتھ اپنے بیکان کے پیچنے کوئی اعڑاں نہ تھا۔  
ایک ذریعہ کے بعد عدھان بھی آنکھیم فرمادی کر کے پیچنے لپٹا کر تھا۔ پیچنے میں مخفول تھے جسکے نکونڈ وہ خدا ہے سابق چہاپ کاری تھیں۔

رات کے کھانے سے بکھری قلی وہ شادا خرا پسے اہل خانہ کے ساتھ پیٹھے تھے۔  
”کچھوں آپ نے اس آنکھیم فروش کے خواں سے؟“ بھگم فروش خرا اپنے شورہ کی طرف رکھتے ہوئے بولیں۔  
”ہاں! کچھوں کا قہہ ہے۔ مگر پہلے میں جیس اپنے ایک بہت جو نیز معادن کیل احمد کے حقوق بتا رہا ہوں جو بہت اہل ہے۔ میرا امداد ہے کہ وہ ایک بہت بڑا ایکل ہے گا۔ اس کی سیکھی اور سیکھنی کی ملائیجیں اہل تعریف ہیں۔ انا ہائل، پر اعتماد اور بگھدار ایک فریب اور ان پر خوبی فروش کا جانا ہے جواب بھی پھیری کا کر حال روزی کارہا ہے۔ جب کہ یہ لارکا کیل خود بھی پھیری کا ہے۔ یہ بات اس نے خود مجھے بتائی تھی۔ اسے یہ پاتھت ہاتھے ہوئے کسی حرم کی شرمندگی نہیں تھی کیونکہ رزق حالانکمانے میں کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح وہ بچہ عدھان بھی ہے۔ میں اس سے آنٹی چکا ہوں۔ وہ بہت با اخلاق، باحست اور ذریں پچھے ہے۔ وہ اپنے والد کا ہاتھ ٹانے اور بھنی بھانی کو پڑھانے کے لیے آئیں کریم فروخت کرتا ہے تو اس میں کیا لذات ہاتھ ہے؟ وہ بھت کر رہا ہے اور بھت سے حال روزی کمائے۔ اللہ کا دوست ہو ہتا ہے۔ اگر وہ مجھے کوئی بد تدبیر خراب لارکا گھومنا ہو تو میں خود بچوں کو اس کے ساتھ کھینچتے سے منع کر دیتا۔ اگر اس کا مل چاہتا ہے کہ کتنے کھینچنے کا تو اس میں کیا بھی بات ہے۔ ہمارا تھوڑا اسادل بڑا کرنے سے ایک فریب گر تھا جیسے پچاہا شوق پورا کر لے تو یہ ہمارے لیے خوشی کی ہاتھ ہوتی چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے اس عمل سے اندھی تعالیٰ بھی راضی ہوں گے کہ تم نے ایک فریب پچھے پر ففحت کا ہاتھ رکھا ہے۔ اب کیا خیال ہے آپ کا، اس لارکے کو منع کر دوں؟“ انہوں نے سکراتے ہوئے اپنی بڑی سے پچھا۔ ان کی بڑی پکھ لئے سوچتی رہیں، پھر بولیں۔

”جیس، میری سوچ لکھا تھی۔ آپ اسے منع نہ کریں۔ میں بھی چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی راضی رہیں۔ آپ سب ہاتھ مند ہوں۔ میں لکھانا گاری ہوں۔“ یہ لفظ ہوئے وہ بادر پی خانے کی طرف بڑھ گئیں۔ ☆

”اچھا تھیک ہے۔ ہاڑا اپنے اس دوست کو۔“ علی کے دوہوں کو بھجو آگئی اور انہوں نے علی کی ہاتھ ملائی۔ وہ اصل انہوں نے یہ مخصوص بھایا تھا کہ کسی طرز ایک بار بھایا سے بگل چاہیں۔

انہوں نے اس غص سے کہا۔

”ہمارا وہ دوست بیکاں تھیں ہے۔ وہ ہمارا انکھار کر رہا تھا۔ بھاٹے اسی بھاٹے اسی بھاٹے کر لے جائیں۔“

یعنی کراس نہ کہا۔

”میں تمہاری بہت کا کیسے بھیجن کر لوں؟“

پیچاں سے بڑی چلاکی سے کہا۔

”گلاب بے جم بھارے دوست سے فرگے ہو۔“

یعنی کروہ نہیں میں آ گیا اور کہنے کا۔

”بلاڈ اپنے دوست کو۔“ پیچے یہ کر دیں کہ دل خوش ہو گئے اور کہنے لگے۔

”تمہیں ہمارا انکھار کر جو تم اپنے دوست کو لے رہے ہیں۔“ اس غص سے یہ مخصوص کر لیا اور پہنچ جو ہی سے باہر نکلنے لگے۔ جیسے یہ سب پیچے ہاڑا کے انہوں نے ایک دوسرے کام تھوڑا اور بھاگا کا شروع کر دیا۔ وہ اس سے جان پھانسے میں کاہنباہ ہو گئے تھے۔ جب وہ دربٹ وہ را گے تو پورے۔

”چھوپ سب اپنے اپنے گھر پڑنے ہیں اور آنکے بعد اسی لطفی دوبارہ نہیں دہرا گئے جس سے ہم ٹھکل میں پھنس چاہیں۔“

## چڑیا اور چوہا

### لیہا ہتھول

شیخم کے ہلکے چڑیا کا گھونسلا تھا۔ اس درخت کی جڑوں میں پچھے سے نہیں بلکہ علی کے دن پچھے کو روشنی کا ایک بکرا انکھر آیا۔ اسی وقت چڑیا نے بھی روشنی کے اس بکھرے کو دیکھ لیا۔ دوسرے پچھے نے چھلانگ لگائی۔ اور ہے چیلہ سے اڑی۔ دنوں ایک ساتھ روشنی کے بکھرے پک پکھی۔ چڑیا نے کہا یہ ہے اب۔ پچھے نے کہہ گئی یہ کہا ہے۔ دنوں میں پھینکا جیگئی ہوئے تھی۔ ایک بکری قریب ہی چڑی تھی۔ کہنے کی ”رکھوڑا“ ہوئی بات ہے۔ اسے مل ہاتھ کرھا۔ دنوں اس کا آدماء رکھوڑا کر کے کہا گیا۔ پھر بکھرے کی بکھرے ٹھوڑیں۔ پچھے نے بگل انکار کر دیا۔ ایک ہوشیار کا اوزن دیتے ہی رہتے کہ کران کی لڑائی دیکھ رہا تھا۔ کو اور روشنی کا وہ بکھر ایسا لے گیا۔ اس طرح چڑیا اور پچھے دنوں کے ہاتھ پکھندا آیا۔

# ٹاٹا پاٹا

ماٹل سین شاہ

تلہ دن کی بھتی سلسلہ رہی تھی۔ پھر نئے بچے نے دریوں کا ٹھیکانہ کیا تے پوچھا  
”ڈا! آپ کے لئے یاد ہو سکتی ہے؟“  
پچھے اسکی اسکی، پوچھتے ہیں بچتے ہیں۔  
انھیں بیٹا اگر میں کوئی اور جو جو ٹھیکانے ہے؟“  
پچھے اسکی اسکی، پوچھتے ہیں بچتے ہیں۔  
انھیں اپنے اپنے اس سے اسی بنا دو۔  
چوپڑی اگلی شش سے جو بے شش سے تین اسکتا، وہ بہت خوب ہے۔

ایک آدمی سائکل پر بیکھر رہا تھا۔ راستے میں اس اسے ایک فتحیرا۔  
فتحیر ”اے کے نام پر کھینچ دو۔“  
آدمی ”سائکل پر بیکھر جاؤ، جسکی ایک بخواہی دے دیا جاؤ۔“

مولوی صاحب (پیٹ سے) اپنے موڑ پر ”ح“ سے طوار۔  
ہاں شباش پڑا۔ ملٹ سے کا لا ”ح“ سے طوار۔  
ہاں (اور سے گمراہ) مولوی صاحب آپ بچے کے ملن سے طوں لکھا ائمیں،  
میں آپ کو طوں ایسا کر سمجھتی ہوں۔

سندھ میں پھیلوں کے ٹالہ کے دروان ایک دوست دوسرے سے  
”ید راجح تو بھلی ہی بار میں اتنی پھیلوں ہاتھ گی جیں کہ سب سال مغلک ہو گی۔ میں  
اس شام پر کوئی نہ انی کا ورنی ہا ہے۔“  
دوسرے دوست ”ظفر کرو، میں نے بخشی پر نکان کا ورنی ہے۔  
پہلا بولا ”لوقت بھگی ہو رہے ہے بے قوف ہو۔ کیا ضرورتی ہے کہ کل بھی میں یہی سمجھی  
کرائے ہو۔“

ایک سخت طبیعت کا افتراء تو لے رہا تھا۔ اس لے اسیدوار سے پوچھا  
”جھار سے سر پر بال کتھے ہیں؟“  
اسیدوار: جتنا بھا! ایک کروز سات لائکھا ہی ہزار تو سو اخبارو۔  
اکبیر (جمن ہوتے ہوئے) جسیں کیسے ہی پچاکر بال کتھے ہیں؟  
اسیدوار: اگر آپ کو یقین نہیں تو خود بھتی کر کے تسلی کر لیں۔

عنان پیٹے آپس میں پاچھا کر رہے تھے۔  
ایک بولا ”میں ہمارے دنگ کی کاروں کا، ہیر سے بال کے بال بھوے ہیں۔“  
دوسرے بولا ”میں کالے سمجھ کی کاروں کا، ہیر سے بارک بال کاٹے ہیں۔“  
تیسرا کی ہاری آنی اور بولا ”میں بالوں کو جوڑت، الی کاروں کا، ہیر سے بار بگھے ہیں۔“



آرٹیکل کے لئے پہنچا دوں جس ملک میں اخیر طسل

پھول کے پندریہ و میکرین اف گھر کا معیار وقت کے ساتھ بہتر سے بہتر رون کی طرف گامزد ہے۔ اس سال کا یہ آخری شمارہ دنیا شبیہ اور گارڈر مدد و رہا ہے۔ نو میر، دو سبز کے انہم و اتفاقات پر مشتمل کہانیوں کے علاوہ اس پار بار نمبر نکالنے کی کوشش کی گئی۔ اور مختلف، دلچسپ اور خوبیاں کہانیاں پڑھ کر اندازہ ہوا یہ کوشش کا میاپ رہی ہے، اور میکرین برقرار رہت تکلیبی آئی۔

ہارڈنگری نیویاں کہا جائیں گے۔ نمبر 99، بسٹ 20 فروری، جن کے تینی شہری ہیں۔  
کرس سپلک اور میکے پھول جیسیں۔

میکریں میں لکھن و انتوں سے جگی کہا نیاں ہر مرکے بچوں کے لئے موجود ہیں۔  
جہاں پر اسرار اور دلچسپی کھڑے کر دینے والی کہا نیاں اچھی بگھیں، وہاں کرسیک  
جسی دلچسپی دو رہیں پہلی تحریر بھی بہت پسند آتی۔

امید اور دعا ہے کہ آنے والے سال میں بھی الگ گزینگز پیچوں کے ادب میں  
تمایاں خدمات سر انجام دی جائیں گے۔  
تقریباً ۱۰۰۰ فرم ہائی (لاہور)

\* تھرے کے لئے بہت سفر کیا ہے کہ اپنی جنگی رائے سے اسی طرح تواریخ  
رجسٹری۔

السلام میکریں اگر کہتے ہو تو جبکہ کہتے ہو تو صبری سے انتشار ہتا۔ آخراں میں  
جہاری کہانی جو صحیح تھی۔ آخراں اکر کے انتشار فرم جو اور اگر جہارے ہاتھوں بکھر  
دیکھا۔ سب سے پہلے اپنی کہانی 20 فرودی پڑھی۔ اتنے خوبصورت انداز سے کہانی شائع  
کرنے کا بے حد شکریہ۔ دل خوش ہو گیا۔ کہانی کا اسکے بھی بہت پورا ہے۔ اس کے بعد  
الٹے میاں پڑھا۔ پڑھ کر بہت ہمیشہ آئی۔ فلیٹ نمبر ۹۹ بہت اچھی گلی۔ پڑھ کر ریج میں ڈر  
کی، جو حصہ بھی پسند آتی۔ کرسی کیک پڑھ کر بہت ہمراہ آتا۔ مجھے اس طرح کی اور کہانیوں کا  
انتشار ہے۔ شام سے پہلے، جن کی تین سو سو سو اپنی بھائی گئی۔ جادوگی باختہ پڑھ کر خدا کی  
محیم نعمت ہاتھوں کی قدر معلوم ہوئی، زبردست کہانی ہے۔ پراسرار گزیانے مجھے بے حد پسند  
آئی۔ میرے نزدیک یہ اس رسالے کی سب سے بارکہ کہانی رہی۔ ”میں رنگ ہوں“ یہی مش

کی طرح قرہ احمدی فرم ہائی کارنگ سب سے منفرد رہا۔ جھوٹی طور پر پورا رسالہ برداشت اور آپ کی منت کامنہ بولنا ثبوت تھا۔ خدا ہمارے یاد سے اپنے گلگوہ مزید کامیابیں ملتے کرے۔ (آئین)

مکرر کی پسندیدگی کے لیے عرب ☆

۱۰۷

السلام علیکم! افگن گرفتاری کا رسالہ بہت سی خوف ہاں کہاں گوں سے پھر پڑھے۔  
”پس اس را گزیا“ جو ہی کہاں تھی۔ ”کرسیک“ بھی اچھی کہاں تھی۔ ”20 فروری“ بھی  
اچھی تھی۔ ”جن کے تین سو ہری بال“ پکھ مزا دیسی کہاں تھی۔ باقی تمام کہاں یاں بھی اچھی  
تھی۔ میں آٹھ سال کی ہوں جن میں کہاں گا لکھتا ہوں۔ میں گریٹس کہاں چاہیے۔  
لکھنے ہوں۔ میں ایک کہاں نہیں کی۔ اگر پندت آئی تو ضرور شائع کر دیجئے گا۔

لینہ فرمات (رواںہ)

☆ آپ کیا ہیں لکھیں اور ضرور بچکیں۔ قابلِ اعتماد ہوں گی تو ضرور شائع ہوں گی۔

میر و مصحابہ آداب

نومبر، دسمبر کا شمارہ جدول اگلی آٹھ خوشی ہوئے۔ سرووق اچھا تھا۔ فہرست پر نظر دہڑائی تو بہت سے نام جانے پہنچا تھے۔ نصف سو لمحوں میں ٹکڑے یعنی یہ ہمی تو دل کو سکون ملا۔

اب اپنے پندت یہ لکھا رہا ہے: رہشا چادیہ صاحب اور ندوی اسلامی صاحب کی کہاں جائیں اور دلوں ہی پسند آئیں، ان دلوں سے اف گر کر یہ مستقل کسواں۔ عاشق اطہر کی کہانی دیچپے تھی۔ ”میں رنگ ہوں“ حمدہ کہانی تھی۔ ”امید کر کن“ بھی اچھی تھی۔ سارے قوم اس بار بھی بہترین کہانی لے کر آئیں۔ سعیٰ علی میمن کا سلسلہ ۳۱ میں ہوشیار بہر کی ”اس بار بھی اچھا لگ۔“ میوش اسد شیخ کی جادوگی ہاتھوں اچھی کہانی تھی۔ ”اللئے مہاں نے جاؤں“ سے چڑے سر کراہت آگئی۔

باقی کہانیوں میں یا کھر، کڑیا، بچت کا سمن، لاٹھی بھکاری، لکھڑا، اور دیوبخونی خواب اور شام سے بیٹل نے بھی محفوظ کیا۔

صفحات پر بھاگتے دوڑتے حسین رنگ آنکھوں کو بھکلے لگتے ہیں، پواری پورا دی تسامیر تو جہا اپنی جانب مہذہل کرواتی ہیں۔ محمدہ دیر انگ لیے یہ ایسا رسالہ ہے جو بچوں کو اپنی جانب کھینچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

دعا ہے کہ اگر اسی طرح ہم سب کو وہی کسی کا سامان ملیا کرتا رہے، میری طرف سے اتنا اچھا سال لٹائے پر بہت مبارکاباد۔

سلمان یوسف سمجھہ (علیٰ پور)

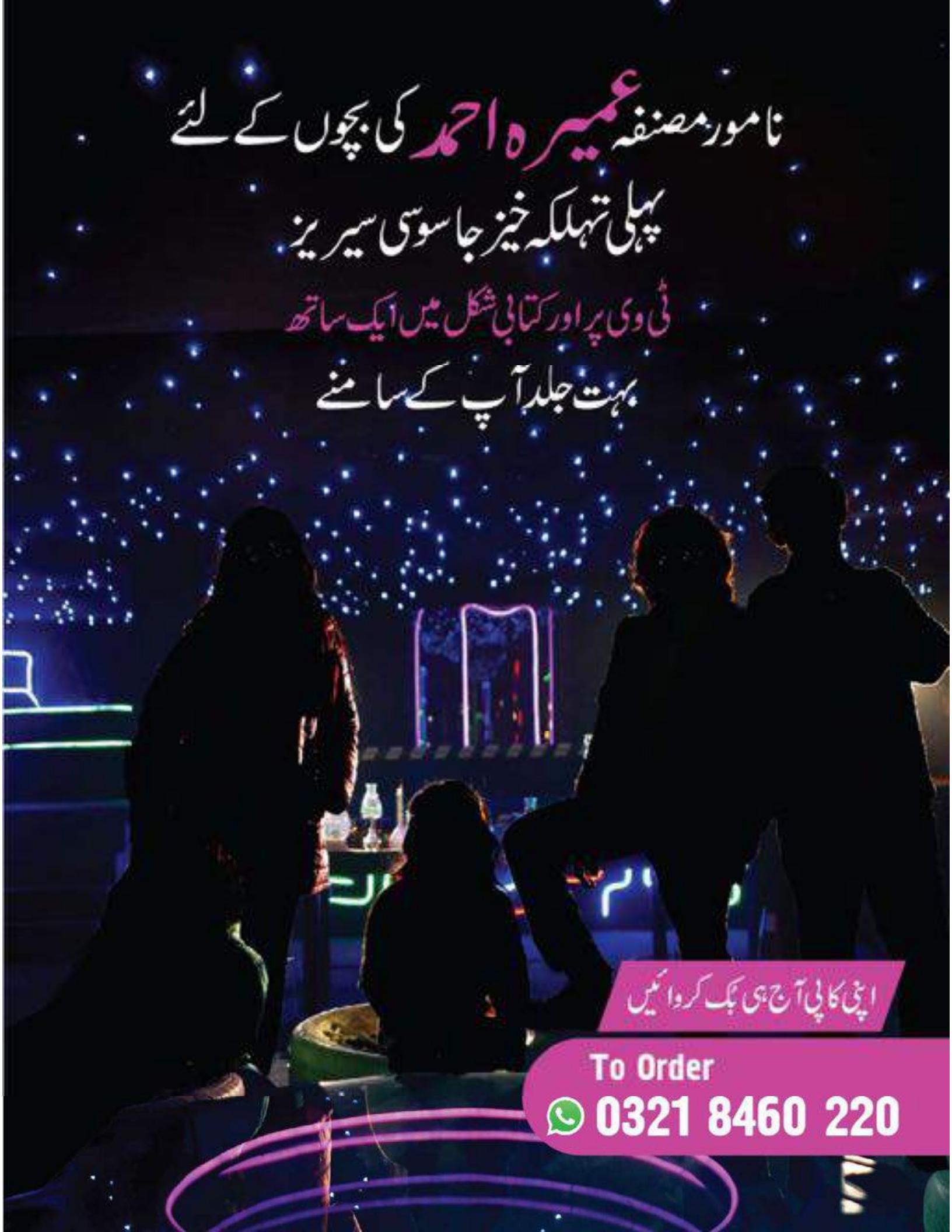
☆ تفصیلی تحریر کے لیے شکر یہ

الف کتاب پبلی کیشنز کی بچوں کے لیے خوبصورت رنگین کتابیں!



آرڈر کے لیے رابط کریں! 0321 8460220

نامور مصنفہ عسیرہ احمد کی بچوں کے لئے  
پہلی تہلکہ خیز جاسوسی سیریز  
لی وی پر اور کتابی شکل میں ایک ساتھ  
بہت جلد آپ کے سامنے



اپنی کاپی آج ہی بگ کرو اگئیں

To Order

0321 8460 220